

مَسْکَاتُ اِمَامِ رَبَّانِي

مکتوبات کی روشنی میں

تالیف

محمد سعید احمد شبندی

مکتبہ جامعہ اسلامیہ

نزد چوک دربارہ آغا صاحب لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

مسکات امام ربانی

مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی قدس سرہ

مکتوبات کی روشنی میں

تصنیف لطیف

حضرت مولانا علامہ محمد سعید صاحب نقشبندی خطیب و اہل بیت

ناشر

مکتبہ حیات گنج بخش روڈ
لاہور

مسکب امام ربانی	_____	نام کتاب
مولانا محمد سعید صاحب نقشبندی	_____	تصنیف
شاہ محمد قصوی غفرلہ	_____	کتابت
الکتاب پرنٹرز لاہور	_____	مطبع
محمد انوار الاسلام قادری	_____	ناشر
	_____	قیمت
۱۱۰۰ (گیارہ صد)	_____	تعداد

ترتیب مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۶	انتساب کتاب	۱
۱۰	(از اختر شاہ بھماپوری)	۲
۱۲۱	پیش لفظ	۳
۱۲۲	عرض حال	۴
۱۳۴	وجہ تالیف	۵
۱۳۶	مختصر سوانح حضرت امام ربانی قدس سرہ	۶
"	نسب شریف	۷
۱۳۸	ولادت باسعادت	۸
"	تحصیل علوم	۹
۱۳۹	آگرہ کا سفر	۱۰
۱۴۱	سلوک طریقت	۱۱
۱۴۲	حضرت خواجہ باقی باللہ کے حضور میں	۱۲
۱۴۳	محبوب و مراد مرشد	۱۳
۱۴۴	مجدد الف ثانی	۱۴
۱۴۶	تجدیدی کارنامے	۱۵
۱۴۹	تصانیف	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	مقام مکتوبات	۱۶
۱۵۳	لبعض خصائص و مراتب	۱۷
۱۵۶	کرامت	۱۸
۱۵۹	درستی عقائد	۱۹
	بد عقیدہ لوگوں کو دوست نہ بناؤ	۲۰
۱۶۵	محض علم ذریعہ ہدایت نہیں	۲۱
۱۶۶	اہل قبلہ سے مراد	۲۲
۱۶۶	مسئلہ نور و بشریت	۲۳
۱۹۲	وسیلہ دستداد	۲۷
۲۱۵	مسئلہ علم غیب	۲۵
۲۲۸	تصرفاتِ کاملین	۲۶
۲۲۹	عظمتِ اولیاءِ کرام	۲۷
۲۵۰	محبتِ اولیاءِ اللہ	۲۸
۲۵۵	مسئلہ امکانِ کذب	۲۹
۲۶۱	ثبوتِ عرس	۳۰
۲۸۱	تفسیرِ شیخ	۳۱
۲۸۱		
۲۹۵	حیاتِ انبیاءِ علیہم السلام بعد وصال	۳۲
	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جذبہ اطہر کا سایہ نہیں تھا	۳۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۹۸	مجلس میلاد شریف	۳۴
۳۰۳	ایصالِ ثواب اور فاتحہ مردجہ	۳۵
۳۲۰	احادیث مبارکہ متعلقہ ایصالِ ثواب	۳۶
۳۲۲	مسکب فقہائے کرام	۳۷
۳۲۶	مسند بدعت	۳۸
۳۳۹	افضلیتِ شیخین رضی اللہ عنہما	۳۹
۳۴۲	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی وجہ	۴۰
۳۵۷	خلاصہ اقتباسات	۴۱
۳۶۱	فضائلِ اہل بیت رضی اللہ عنہم	۴۲
۳۷۳	اہل بیت کی شان میں چند احادیث	۴۳
۳۷۸	خلاصہ اقتباسات	۴۴
۳۸۱	مقامِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۴۵
۳۹۰	ملک حسن علی شرف پوری کی تعلیماتِ مجددیہ "پرتبصرہ"	۴۶
۴۱۸	شجرہ طیبہ نقشبندیہ مجددیہ	۴۷
۴۲۳	قطرہ تاریخ طباعت از مولانا شریف احمد شرافت نوشاہی	۴۸

هدیہ درویش بے نوا

بَارِح طیبہ

عاشق یزدانی، شیر ربانی، قطب الاقطاب حضرت اعلیٰ میاں شیر محمد رضا شریقی

و

سراج السالکین شمس العارفین مرشدی حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری

قدّس اللہ تعالیٰ بیہما

گر قبول اُفتد ہے عز و شرف

اُمیدوار کرم

محمد سعید احمد عفی عنہ

مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ

فنا کا راز سمجھایا فنا فی اللہ فنا فی نے

دیادرس بقا، بامر باقی جاودانی نے

محمد مصطفیٰ کے دین کی تحب دید فرمائی

کرم ملت پہ فرمایا مجدد الف ثانی نے

جھکائی گردن میری وزیر کی وجہ ننجیری

فقیر با خدا کی سنت و توحید دانی نے

(مسلم)

طریق نقشبندی میں فیوض خواجہ باقی سے

بنا ہے سینہ گنجینہ محبت الف ثانی سے

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان
 اللہ نے بروقت کیا جس کو خیر گزار

پیش لفظ

مری انتہائے نگارش یہی ہے
ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز (المتوفی
۱۰۳۴ھ/۱۶۲۲ء) ان مخصوص بزرگانِ دین اور اولیائے کاملین میں سے ہیں جنہوں نے استہدائی
نامساعد حالات میں خدمتِ اسلام و حفاظتِ دین کا مقدس فریضہ ادا کیا اور بد مذہبی دہے دینی
کے پھرے ہوئے سیلاب کے سمنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوئے۔ ایسے بزرگوں کو اصطلاح
شرعاً میں مجدد کہا جاتا ہے فرمانِ رسالت ہے :-

ان اللہ یبعث لہذہ	بے شک ہر صدی کے سرے پر اللہ
الامۃ علی رأس	تعلے ایک مجدد ضرور بھیجتا رہے
کل مائۃ سنۃ من	گا جو امتِ محمدیہ کے لئے ان کا دین
یجدلہا امر	تازہ کر دیا کرے گا۔
دینہا۔	

علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق گذشتہ صدیوں میں جن بزرگوں نے کارِ تجدید سرانجام دیا
 کشتیِ ملتِ اسلامیہ کے ان ناصداؤں اور محسنوں میں سرفہرست یعنی پہلی صدیوں کے مجدد خلیفہ برحق،
 حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۱۰۱ھ) ہیں اور اس چودھویں صدی کے مجدد،
 اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ (المتوفی ۱۳۳۰ھ/۱۹۲۱ء) ہیں اس مقدس
 گروہ کی بعض ہستیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

- ۱- امام محمد بن ادریس شافعی (المتوفی ۲۰۴ھ)
- ۲- امام ابوالحسن اشعری (المتوفی ۳۳۰ھ)
- ۳- حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)
- ۴- امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۶۰۴ھ)
- ۵- خاتم الحفاظ امام جلال الدین السیوطی الشافعی (المتوفی ۹۱۱ھ)
- ۶- محدث کبیر مولانا علی القاری الحنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ)
- ۷- امام ربانی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (المتوفی ۱۰۳۴ھ)
- ۸- خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ) اور
- ۹- شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عمر یا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات

تا زبزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے اپنے دور میں جس انداز سے تجدیدی کارنامہ انجام
 دیا وہ معتبر کتب تاریخ اور خود آپ کے مکتوبات شرعیہ سے واضح ہے۔ آپ کی دیگر تصانیف اور

مکتوباتِ امام ربانی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ایک متبحر عالم، عظیم المرتبت شیخِ طریقت صاحبِ کشف و کرامت بزرگ اور بے باک مجاہد تھے جنہوں نے خدمتِ دین کے لئے اپنی پوری صلاحیتیں وقف رکھیں۔ اکبری دور میں جو بے دینی کا سیلاب اٹھ آیا تھا اور حکومت کی سرپرستی میں شعائرِ اسلام کو مٹا کر شعائرِ کفر کی ترویج کی جا رہی تھی، علماء کا ایک گروہ اس سلسلے میں حکومت کا ہاتھ بٹا رہا تھا اور اس کی بے دینی پر شریعت کی تصدیقی مہر ثبت کرتا رہتا تھا، غلط کارہو فیہ نے تصوف کو غیر اسلامی رنگ میں پیش کرنا اپنا شعار بنا رکھا تھا اور فیضِ علیحدہ اپنا رنگ دکھا رہے تھے، بدعات کے سیلاب نے پورے ملک کو اپنی ہمہ گیری کی پیٹ میں لیا ہوا تھا۔ ایسے نازک دور میں جبکہ حکومت، علمائے سور، اور غلط کارہو فیہ اس ساری خرابی کے ارکانِ ثلاثہ بلکہ علمبردار بنے ہوئے تھے۔ کشتیِ اسلام بے دینی کے سیلاب میں گھری ہوئی ہچکولے کھا رہی تھی، ساحلِ حدِ نگاہ سے دور، بادِ مخالف کا دور، ملت کی بے کسی پر کڑھنے والے تو بہت تھے لیکن کشتیِ ملت کی ناعدائی کا فریضہ انجام دینے، مردِ میدان بننے کی جرأت کوئی نہ کر سکتا تھا، اس کس پیرسی کے عالم میں سرہند سے محمدی کچھار کا ایک شیر گر جتا، اوندناتا اور بلبلاتا ہوا اٹھتا ہے، میدان کا رزار میں کودتا، خرابی کے ارکانِ ثلاثہ سے معرکہ آزار و پنجہ آزا ہوتا ہے، سننے والے حضرات نے سنا کہ اس مردِ میدان کی آمد کے وقت فضاؤں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے۔

توہِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خذہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آپ نے کارِ تجدید شروع کیا تو علمائے سور نے بادشاہ نور الدین جہانگیر کے کان بھرنے شروع کئے، نوبت بایں جا رسید کہ دورِ ابتلاء شروع ہو گیا اور اس ناعدائے کشتیِ ملتِ اسلامیہ

کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا، لیکن سرمایہ ملت کا یہ ننگمان برعالت میں خدمتِ دین اور خیر خواہیِ مسلمین کا کام کرتا رہا۔

آپ کی انتھک کوشش، مسلسل جہد و جدوجہد اور صداقت آخر کار رنگ لائی۔ وہی جہانگیر جو آپ کو گوالیار کے قلعہ میں محبوس رکھنا ضروری سمجھتا تھا، جب اس کی آنکھوں کے آگے سے پردہ ہٹا، صداقت و حقانیت نے اسے اپنا رنگ دکھایا تو مخالفت کو چھوڑ کر معتقد بن گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی شعائر کا احترام ہونے لگا۔ شعائرِ کفر بند ہونے لگے، علماءِ سواد اور فلفط کار صوفیہ نے راہِ راست اختیار کر لی اور بعض ملکِ عدم کو سدھار گئے۔ نرضیکہ گلشنِ اسلام میں پھر بہار آگئی۔ فرمانِ رسالت تعالیٰ جدد لہا اصر دینہا مجدد اس امت کے لئے اس کے دین کو تازہ کر دیا کریں گے۔ اکبری دور میں لوگ حیران و پریشان تھے کہ متحدہ ہندوستان کے اندر تو گلشنِ اسلام نہ صرف خزاں رسیدہ بلکہ پامال ہونے کے قریب جا پہنچا ہے، یہ کس طرح تازہ ہوگا؟ حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ نے اس خزاں رسیدہ گلشن کو بہاروں سے ہلکارا اور سدا بہار بنا کر دکھایا ہے

ابو رحمت ان کے مرقد پر گہری کرے

حشر میں شانِ کریمی تاز برداری کرے

جس سرہندی مجددِ قدس سرہ سے دستِ قدرت نے اپنی حکمتِ کاملہ سے ایسا اہم کام لیا انہیں مقبولیت بھی باری تعالیٰ شانہ نے اتنی عطا فرمائی کہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ مبتدعین بھی انہیں بزرگ مانتے، ان کے تجدیدی کارناموں کو تسلیم کرتے بلکہ سراہتے اور اپنے اپنے مسلک کو برطانوی دور کی پیداوار ہونے کے باوجود ان کی طرف فخریہ منسوب

کرنے میں مصروف رہتے ہیں جیسا کہ ان حضرات کی تصانیف سے ظاہر ہے اور اس امر کا تازہ ثبوت "تعلیماتِ مجددیہ" نامی کتاب بھی ہے جو ملک حسن علی شرقپوری صاحب کی تصنیف ہے چند روز ہوئے کہ مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے اپنی کتاب مسلکِ امام ربانی "کے جدید ایڈیشن کا مسودہ اور "تعلیماتِ مجددیہ" کتاب دیتے ہوئے اپنی تصنیف کا دیباچہ لکھنے کی فرمائش کی۔ راقم کو بھی چونکہ حضرت امام ربانی مجدد العین ثانی بشیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ کے غلاموں کی فہرست میں شامل ہونے کا شرف اور فخر حاصل ہے لہذا تمیلِ ارشاد کے لئے تیار ہو گیا۔ باری تعالیٰ شاء میرے ان ٹوٹے پھوٹے چند لفظوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

"تعلیماتِ مجددیہ" کتاب کا حضرت امام ربانی کی تعلیمات سے دراصل وہ تعلق ہرگز نہیں ہے جس کا ملک حسن علی صاحب تاثر دے رہے ہیں۔ حضرت مجدد العین ثانی رحمۃ اللہ علیہ اول و آخر سنی ہیں اور مذہبِ اہل سنت و جماعت ہی کو ناجی گرد قرار دیتے ہیں اور اس کے علاوہ باقی ہر فرقے کو خواہ وہ اسلام کے حقیقی ٹیکیدار اور حقانیت کے علمبردار ہونے کا کتنا ہی ڈھول کیوں نہ پیٹ رہا ہو، مگر ابوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود ملک صاحب اپنے جملہ دہائی ٹولوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جس راستے پر وہ چل رہے ہیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی تعلیمات بھی اسی سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے عقائد و نظریات وہابیوں کے عین مطابق تھے۔ یہی وہ مغالطہ ہے جس کی خاطر موصوف کو ۵۶۸ صفحات سیاہ کر لے پڑے۔

راقم الحروف "تعلیماتِ مجددیہ" کتاب کے بارے میں ایک لفظ بھی لکھنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن جناب ملک حسن علی صاحب کے دو بیانات ایسے نظر سے گزرے جنہوں نے راہِ وارِ قلم کا رخ ادھر سے ادھر پھیر لیا، چنانچہ موصوف نے ابتدائی عنوان "تصدیر" کے تحت

لکھا ہے :

”اگر اہل اسلام انصاف سے کام لے کر شیخ مجدد کی تعلیمات کو آویزہ گوش بنائیں تو مسلمانوں کی بہت سی تلخیاں دور ہو سکتی ہیں اور بہت سے خانہ برانداز جھگڑے نٹائے جاسکتے ہیں“۔ لہ

دوسرے مقام پر ملک صاحب نے اسی بات کو یوں دہرایا ہے :-

”آپ کی تصنیفات میں آپ کے مکتوبات کو آپ کا شاہکار ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ ان مکتوبات میں ہر دور اور ہر وقت کے لئے مناسب ہدایات موجود ہیں اس کتاب میں دورِ حاضر کے قریب قریب تمام تازہ مسائل کا حل پایا جاتا ہے۔ اگر وہ تمام جماعتیں جو اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت سمجھتی ہیں اور ائمہ سلف سے اپنی نسبت جوڑتی ہیں وراثتِ اربی سے اپنے اختلافی مسائل میں اس مجددِ اعظم کے مکتوبات کو اپنا حکم بنالیں تو انشاء اللہ اختلافات رفع ہو جائیں گے؟“ لکھ

ملک حسن علی صاحب کی تجویز ہمیں دل و جان سے منظور ہے، دوسرے حضرات جب چاہیں مکتوبات کو حکم مان کر اختلافی مسائل کا تصفیہ کر سکتے ہیں ہم ان سے ہاتھ پیر کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ ہمیں اپنے ہی ایک بزرگ کو حکم تسلیم کر لینے میں کیا جھجکاہٹ ہو سکتی ہے؟

لہ تعلیماتِ مجددیہ مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور بار اول ۱۹۶۵ء ص ۲۳، ۲۴، ۲۵ لکھ ملک صاحب کو اپنی

علیت کی لاکھ لکھتے ہوئے ”اہل سنت و جماعت یا اہل سنت والجماعت لکھنا چاہیے تھا۔ (اختر)

لکھ تعلیماتِ مجددیہ ص ۳۷ - ۱۲

اب دیکھنا یہ ہے کہ ملک صاحب فریق ثانی کو کب اور کس طرح نادہ کر کے ہیں اطلاع دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی احقر کو بعد افسوس یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ خود ملک صاحب نے تعلیمات مجددیہ کی تصنیف کے وقت اس اعلان کو قطعاً نظر نہیں رکھا بلکہ جہاں اپنی کتاب کو خوشنمایانات اور تالیفات تلوہ کے ساز و سامان سے لیس کیا ہے وہاں علمی خیانت، دھاندلی اور دیانت و انصاف کا خون کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔ شاید موصوف کو اسی طرز عمل میں دنیا و آخرت کی کوئی بہتری نظر آئی ہوگی ملک صاحب کے اعلان و دعاوی کے بارے میں آگے چل کر کچھ موصوف کیا جائے گا پہلے تعلیمات مجددیہ کے چند خوشنمایانات ملاحظہ ہوں کہ سلفان اہل سنت و جماعت کو کس طرز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مدح خوانی کر کے جہاں میں چھپانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مولانا محمد ناظم صاحب نے پیش لفظ "میں لکھا ہے :-

ایسے پر آشوب دور اور پر فتن عہد میں نارواتی خا زادہ کا ایک پاک پلن
 ڈرت نگاہ، عالم ربانی، اپنے وقت کا سب سے بڑا صوفی، حلقہ
 علماء میں جتید عالم اور مجاہدوں کی صف میں تہم حق نگاہ کی تیغ تراں لئے
 عزیز نارواتی کے ساتھ دہلی و سرہند میں نمودار ہوتا ہے۔ صوفیہ کی غلطیوں
 کی نشاندہی کرتا ہے، وحدت و کثرت کی تشریح کرتا ہے، اسلامی
 توحید کو قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبویہ سے مدلل بیان کرتا ہے
 تمام بدعات، منکرات اور الحاد و لادینیت کی جڑ پر ضرب لگاتا ہے
 وہ نہایت واضح، بین اور موثر اسلوب بیان اور دلآویز طریقہ ادا
 کے ساتھ اپنے دستوں، سرہندوں اور طالبان حق کو دینِ فطرت (اسلام)

کی نقوش اور صحیح تعلیمات کی دعوت دیتا ہے۔" لے

جامع الہدیت گوجرانوالہ کے خطیب و رجحیت الہدیت منزلی پاکستان کے سابق مرکزی میر

یعنی مولانا محمد اسماعیل صاحب نے دریاچہ میں "مکتوبات امام ربانی" کے بارے میں یوں اپنے

کلمات بیان کئے ہیں :-

"مکتوبات علم و حکمت کا اتنا مقدس ذخیرہ ہے جس کی نظیر ناسخیں

کی تصانیف میں نہیں مل سکتی۔" لے

پنجاب یونیورسٹی کے سابق ڈائریکٹر جناب علاؤ الدین صاحب نے "مکتوبات امام ربانی" کے

بارے میں "تقدیم" کے تحت اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے :-

"شیخ مجدد العتباتی رحمۃ اللہ علیہ کے موقوفات و مکتوبات مشاقان

حقیقت کے لئے ایک بے بہا ذخیرہ ہیں۔ گم گشتگان راہ ہدایت

کے لئے وسیلہ ہدایت اور سرچشمہ بصیرت ہیں۔" لے

خود ملک حسن علی صاحب کی مکتوبات شریف کے بارے میں رائے یہ ہے :-

"ان مکتوبات میں مسند توحید و سنت کو نہایت پسندیدہ

اسلوب اور بدیع طرز بیان سے سلجایا گیا ہے۔ حضرت شیخ احمد

سرہندی کا نظریہ توحید میں قرآنی حقائق کا آئینہ دار ہے۔ بدعات

کی شبہات میں حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے تنہا سنت و

ہدایت کی مشعل روشن کی، سلوک و تصوف کے اندر سپکڑوں کو

سے جو آلائشیں آگھسی نہیں، ان سب کو چھانٹ کر ایسا لوگ و

تصوف پیش کیا جن کی بنیاد کتاب و سنت پر تھی۔ لکھ

دوسرے مقام پر موصوف نے حضرت امام ربانی اور ان کے مکتوبات شریف کے بارے

میں یوں لکھا ہے :-

”حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی پروا نہ بہت بلند ہے، وہ

اشاروں اور نکتوں میں بڑے بڑے عالی مضامین کو سمجھا دیتے تھے

اس ملک پاک و ہند کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے وجود گرامی پر

ناز ہونا چاہئے۔ جس ملک کے اندر اس قسم کا عالی مقام بزرگ پیدا ہوا

جس نے از سر نو پیغام محمدی کی تجدید کی؟ لکھ

قارئین کرام !

یہ ہیں نام نہاد کشتی ”تعلیمات مجددیہ“ کے چاروں سواروں کے امام ربانی حضرت

مجدد العالی ثانی قدس سرہ اور آپ کے مکتوبات شریف کے بارے میں خیالات، اگر یہ چاروں

صاحبان اپنے بیانات و اعلانات میں مخلص ہیں اور ان سے کسی کو دھوکا دینا اور حال میں

پھنسانا مقصود نہیں ہے تو ہمیں ان حضرات سے یہ سوال کر لے کا حق ہے کہ صاحب بہادر!

حضرت مجدد العالی ثانی قدس سرہ تو پکے سنی اور فاضل حنفی تھے۔ مذہب اہل سنت و

جماعت ہی کو ناجی گروہ اور اس کے علاوہ باقی برپانی اور نئی جماعت کو گمراہ فرقہ شمار

کرتے تھے۔ مجدد صاحب کی تصریحات کے باوجود آپ حضرات ناجی گروہ، برحق جماعت

اور سوادِ اعظم کو چھوڑ کر ایک ایسی جماعت میں کیوں شامل ہیں جس کا سنگِ بنیاد بھی امام ربانی کے دو سو سال بعد برٹش گورنمنٹ نے دہلی میں رکھا تھا۔ مجدد صاحب قدس سرہ کو حقانیت کا علمبردار جہنتے اور ماننے ہوئے آپ حضرات کا ان کی جماعت سے علحدہ رہنا کس وجہ سے ہے؟ دریں حالات آپ چاروں حضرات کے مذکورہ بیانات کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

قربان جائیں اس فاروقی مجدد کی مومنانہ فراست پر جہاں آپ نے اس وقت کی خرابیوں کا مقابلہ کیا وہاں آنے والے فتنوں کے سبب باب کا اہتمام بھی فرماتے رہے مثلاً؛

۱- آپ نے داؤد ظاہری والے انکارِ تقلید کے فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جس کی آپ کے دور میں علامہ مبارک ناگوری (المتوفی ۱۱۰۱ھ/۱۵۹۳ء) اور اس کے دو تامل و وزیر صاحب زادے یعنی ابو الفضل عدلی (المتوفی ۱۱۱۱ھ/۱۶۰۲ء) اور ابو الفیض فیضی (المتوفی ۱۱۰۳ھ/۱۵۹۵ء) قیادت کر رہے تھے۔ حضرت مجدد العارف ثانی قدس سرہ نے اپنے کتنے ہی مکتوبات میں تقلیدِ ائمہ کو ضروری قرار دیا ہے، ایک عبارت ملاحظہ ہو :

اربابِ ولایتِ خاصہ یا عامہ مومنان	مجتہدین کی تقلید کرنے میں خاص
در تقلیدِ مجتہدان برابر اند، کشف	ادلیاتے کرام بھی عام مسلمانوں
الہاماتِ الیہاں را مزینت نمی بخشند	کے برابر ہیں۔ اس سلسلے میں انکے
دراز ریند تقلید سے برآرد، ذوالنون	مکاشفات و الہامات کی کوئی برتری
و بسطامی و جنید و شبلی با زید و عمرو	نہیں لہذا وہ تقلید سے آزاد نہیں
کرد غالباً کہ از جوام مومنان اند در تقلید	ہو سکتے، ذوالنون مصری، با زید
مجتہدان در احکام اجتہاد یہ مساوی	بسطامی، جنید بغدادی اور خواجہ
اند	ابو بکر شبلی بھی اجتہادی احکام میں

زید و عمر وغیرہ کی طرح مجتہدین کی تقلید

کے پابند ہیں۔

جائے غور ہے کہ حضرت ذوالنون مصری (المتوفی ۵۲۲۵ھ) ، حضرت بایزید بستانی (المتوفی ۵۲۶۰ھ) ، حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۵۲۸۷ھ) اور حضرت ابو بکر شبلی (المتوفی ۵۳۳۲ھ) جیسے اولیائے کرام بلکہ خود حضرت مجدد العثمانی قدس سرہ جیسا ابو نصر ملک حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ (المتوفی ۵۵۶۱ھ) جیسا سلام کے مایہ ناز سپوت تو بقول مجدد صاحب تقلید سے چھٹکارا نہ پاسکے لیکن بدعین زمانہ سے زید و عمر و بھی مجتہدین کی تقلید ائمہ سے آزاد ہو کر امت مرحومہ کے شیرازے کو منتشر کرتے پھر رہے ہیں اور حضرت مجدد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس روح کو تڑپا رہے ہیں اور اگلے حضرت شیخ مجدد کی عقیدت کے مدعی بن کر آپ کی رگ ناردقی کو حرکت میں لا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی فہمائش میں ملک حسن علی صاحب نے تعلیمات مجددیہ کے تحت ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اندریں حالات یہی تو سمجھا جائے گا کہ موصوف نے حضرت مجدد العثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہرگز پیش نہیں کیں بلکہ فتنہ خارجیت کی موجودہ شکل یعنی وہابیت پر مکتوبات شریف سے مہر تصدیق لگانے کی سعی فرمائی ہے اور خود مجدد صاحب کے سستی گردہ کو ان کے خلاف مڑانا چاہتا ہے۔

دیکھو تو دلفریبی اندازِ نقشِ پا

موجبِ خرامِ یار بھی کیسا گل کتر گئی

۲۔ مشہور دیوبندی عالم مولانا بدر عالم میرٹھی نے حدیث متعلقہ افتراق امت

کا تذکرہ یوں کیا ہے :-

امام ترمذی نے حدیث افتراق امت روایت کرنے والوں میں
چار صحابہ کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر
کی روایت تفصیل کے ساتھ پیش کی ہے اور حضرت سعد اور عوف
ابن مالک کا صرف حوالہ دے کر چھوڑ دیا ہے۔ پھر اول الذکر صحابی
کی حدیث پر صحت کا حکم لگایا ہے اور ثانی الذکر کی حدیث کو نزیب
قرار دیا ہے ۴

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ	ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں
صلی اللہ علیہ وسلم قال تفرقت	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
الیہود علی احدى وسبعین	نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہود
او ثنتین وسبعین فرقة و	اکثر یا بہتر فرقوں میں منقسم ہوئے
النصارى مثل ذلك وتفرقت	اور نصاریٰ بھی اتنے ہی فرقوں
امتی علی ثلاث وسبعین	میں بٹ گئے تھے اور میری
فرقة۔	امت تہتر فرقوں میں منقسم
	ہو جائے گی ۵

حافظ سخا دی نے بھی مقاصد حسنیہ میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور
شیخ محمد طاہر نے تذکرۃ الموضوعات میں اسے نقل فرما کر کوئی اختلاف رائے ظاہر نہیں کیا ،
امام شاطبی نے کتاب الاعتصام میں ابو ہریرہ کی روایت پر کئی جگہ صحت کا حکم لگایا ہے
دیکھو جلد ۲ ص ۱۶۳، ۱۷۰، ۱۷۶ اور الموانع جلد ۲ ص ۱۷۰، حاکم نے حدیث
مذکورہ کو دو جگہ روایت کیا ہے۔ مستدرک جلد ۱ ص ۱۲۸، ۶، ذہبی فرماتے ہیں "علی شرط

”مسلم“ یعنی یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے۔۔۔

تاریخ مفرا السعادة نے امام ترمذی کے پیش کردہ ناموں پر گیارہ صحابہ کا اور اضافہ کیا ہے : انس ، جابر ، ابوامامہ ، ابن مسعود ، علی ، عمرو بن عوف ، عومیر ، ابوذر ، ابو سعید ، ابن عمر ، داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس طرح اس حدیث کے رواۃ کی تعداد ۱۵ تک پہنچ جاتی ہے۔ ۱۵

مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے :-

ان بنی اسرائیل تفرقت	”بنی اسرائیل کے فرقوں میں
علی ثنتین وسبعین ملة و	بٹ گئے تھے۔ میری امت
تفرقت امتی علی ثلاث وسبعین	کے تہتر فرقے ہوں گے۔ ایک
ملة کلہم فی النار الا ملة	جماعت کے علاوہ باقی سب
واحدة قالوا من ہی یا	فرقے جہنمی ہوں گے ، عرض
رسول اللہ قال ما انا	کی گئی یا رسول اللہ! وہ نہایت
علیہ واصحابی۔ ۱۵	پانے والی ایک جماعت کوئی

ہے؟ فرمایا جس پر میں اور
میرے صحابہ ہیں۔“

۱۵ ترجمان السنۃ جلد اول مطبوعہ دہلی ، بار اول ، ۱۳۶۶/۱۹۴۸ء ص ۲۱ -

۱۶ مشکوٰۃ المصابیح مع مرآت جلد اول باب الاعتقاد ص ۱۶۹ ، ۱۷۰ ،

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ مدعیان اسلام کی مختلف جماعتوں میں سے ناجی گروہ صرف ایک ہے باقی سب گمراہ لڑے اور جہنم کا ایندھن ہیں۔ ملک حسن علی صاحب کی پیشکش کے مطابق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے فیصلہ کر دیتے ہیں کہ موجودہ گروہوں میں سے نجات پانے والی اور برحق جماعت ان کے نزدیک کونسی ہے؟ چنانچہ آپ اس سلسلے میں یوں فرماتے ہیں :-

پیغمبر فرمود علی آل الصلوٰۃ و	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
السلام بد رستی کہ نبی اسرائیل ہفتاد و	کہ نبی اسرائیل کے اکثر فرقے ہو گئے
یک فرقہ شدہ بودند کہ ہمہ در نارند	تھے، سوائے ایک کے سب جہنمی
مگر کیے از ایشان دزد و است کرامت	تھے۔ عنقریب میری امت تہتر
من بر ہفتاد و سہ فرقہ متفرق شوند کہ	فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے
ہمہ در آتش باشند مگر یک فرقہ ناجیہ	ایک ناجی گروہ کے باقی سب فرقے
پرسیند کہ آن فرقہ ناجیہ چہ کسانند	جہنمی ہوں گے۔ عرصہ کی گئی کہ
فرمود علی و علی آل الصلوٰۃ والسلام	یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آنانند کہ باشند برشل آنچہ من بر آنم	آلہ وسلم! وہ ناجی گروہ کن لوگوں
و اصحاب من بر آتہ علیہ و علی آل الصلوٰۃ	پر مشتمل ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ
والسلام و آل یک فرقہ ناجیہ	تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا وہ
اہل سنت و جماعت اند کہ ملتزم متابعیت	گروہ ان لوگوں کا ہوگا جو میری
آنسور دارند علیہ و علی آل الصلوٰۃ و	اور میرے صحابہ کی راہ پر چلیں گے
السلام و متابعت اصحاب آنسور	اس نجات پانے والے فرقے کا نام

علیہ وعلیہم الصلوٰت و التسلیٰم
 اللہم ثبتنا علی
 معتقدات اہل
 السنۃ و الجماعۃ
 و امتنا فی زمرتہم
 و احشرنا معہم۔
 لہ

اہل سنت و جماعت ہے کیونکہ یہی حضرت
 نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 آپ کے صحابہ کرام علیہم وعلیہم الصلوٰت
 والسلام کی تابعداری کا التزام کرتے
 ہیں۔ اے اللہ! ہمیں اہل سنت و جماعت
 کے معتقدات پر قائم رکھ اور انہی حضرات
 کے زمرہ میں ہمارا خاتمہ کر اور ان کے
 ساتھ ہی ہمارا حشر و نشر فرما۔ (آمین)

ملک صاحب! ارشادات نبوی کے تحت امتِ محمدیہ کے تہتر فرقوں میں سے نہایت پانچواں
 اور حقانیت کا علمبردار صرف ایک گروہ ہوگا۔ حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریحات کے
 مطابق وہ ناجی فرقہ "اہل سنت و جماعت" ہے۔ ساتھ ہی آنجناب نے مجدد صاحب کے دعائیہ
 الفاظ بھی ملاحظہ فرمائے ہوں گے۔

ان حالات میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ حضرات تعلیماتِ مجددیہ کی حقانیت پر یقین
 رکھتے ہیں اور آپ کی تعلیمات کو حکم تک بنانے کی دعوت دے رہے ہیں تو مجدد صاحب کے
 بتائے ہوئے ناجی گروہ سے باہر رہنے اور کسی (بموجبِ احادیث) جہنمی فرقے میں شامل ہونے
 کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟

مزید سنیے :-

حضرت بیٹے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و
 السلام بعد از نزول بذبیب امام ابی حنیفہ
 علی خواہد کرو یعنی اجتہاد حضرت روح
 اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود
 نہ الحکمہ تقلید اس مذہب خواہد کرد، علی
 نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام کہ شان او
 علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ازاں
 بند تراست کہ تقلید علمائے امت
 فرماید۔ بے شائبہ تکلف و تعصب
 گفتہ می شود کہ نورانیت اس مذہب
 حنفی بنظر کشفی در رنگ دریاے
 عظیم می نماید و سایر مذاہب در رنگ
 حیاض و جداول بنظر می در آیند و
 بہ ظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ می آید سواد
 اعظم ازاہل اسلام متابعان ابی حنیفہ
 اند علیہم الرضوان۔ و اس مذہب
 با وجود کثرت متابعان در اصول و
 فروع از سایر مذاہب متمیز است و

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
 و السلام کا اجتہاد امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا
 وہ اس مذہب کی تقلید نہیں کریں
 گے کیونکہ ان کی شان اس سے بلند
 ہے کہ علمائے امت کی تقلید کریں،
 علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام ،
 تکلف و تعصب کے بغیر کسنا پڑتا
 ہے کہ کشف کی نظر سے دیکھا جائے
 تو مذہب حنفی ایک دریاے عظیم نظر
 آتا ہے اور دیگر مذاہب حوض اور
 نہر کی مانند دکھائی دیتے ہیں، یہ
 حقیقت بظاہر بھی نظر آرہی ہے کہ
 مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت
 امام ابو حنیفہ کی پیروکار ہے۔ کثرت
 اتباع کے علاوہ یہ مذہب اصول و
 فروع میں بھی دوسرے مذاہب
 سے ممتاز ہے اور استنباط مسائل

در استنباط طریق علیحدہ دارد و این معنی
 کا طریقہ ان کے ہاں جدا ہے اور یہ
 حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ عجیب معاملہ
 حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ عجیب معاملہ
 است امام ابوحنیفہ در تقلید سنت از
 ہے کہ سنت کی پیروی میں امام ابوحنیفہ
 ہمہ پیش قدم است۔ لہ

مذہب حنفی کے بارے میں حضرت مجدد العرف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات تو یہ
 ہیں۔ اس کے باوجود ملک صاحب حنفی مذہب کو چھوڑ کر غیر مقلدین کے زمرے میں شامل ہیں
 شاید ملک صاحب مخالفت کو بھی عقیدت ہی سمجھتے ہوں گے اور اسے تعلیمات مجددیہ پر
 عمل کا ایک زالانگ قرار دیتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں موصوف نے اپنی تصنیف کے صفحہ ۲۸
 پر "شیخ مجدد کی امام ابوحنیفہ سے بے پناہ عقیدت" کی سرخی جما کر مکتوبات شریف کی عبارتیں
 پیش کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے :-

- ۱۔ فقہ کے بانی اور صاحب خانہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔
- ۲۔ فقہ سے تین چوتھائی حصہ آپ نے اور ایک چوتھائی دیگر فقہاء نے پایا ہے۔
- ۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام فقہاء امام ابوحنیفہ کی اولاد ہیں۔
- ۴۔ امام ابوحنیفہ نے ورع و تقویٰ اور سنت کی پیروی کے باعث اجتہاد و استنباط میں
 وہ مرتبہ حاصل کیا ہے جسے دوسرے حضرات سمجھ بھی نہیں سکتے۔
- ۵۔ حنفی مذہب سنت کی پیروی میں جملہ مذاہب سے آگے ہے۔
- ۶۔ امام ابوحنیفہ دین کے امام اور سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

لے مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، حصہ ہفتم مطبوعہ لاہور ص ۱۵

۷۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھیوں کو اصحاب الراۓی کہنے والے آپ کے فہم و فراست کو سمجھنے سے قاصر رہے۔

۸۔ آپ پر اعتراض کرنے والے جاہل یا زندیق ہیں، ان پر ہزار بار افسوس! مکتوبات شریف سے اس مفہوم کی عبارتیں نقل کرنے کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ملک صاحب کس مصلحت کے تحت غیر مقلد چلے آ رہے ہیں؟ اسے کہتے ہیں یقولون بافواہم مالیس فی قلوبہم یعنی ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم بن یا سنگ ہو جا

۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ تو نجات اخروی کو عقائد اہل سنت و جماعت اختیار کرنے پر موقوف بتاتے ہیں جیسا کہ آپ نے متعدد مکتوبات میں وضاحت فرمائی ہے مثلاً :-

خیالی مکشوفات اور مثالی صورتوں	زناہر بکشوفات خیالی و ظہور صورتوں
کے دیکھنے کی بنا پر اہل سنت و جماعت	مثالی اعتقادات مقررہ اہل سنت و
کے عقائد کو برگز نہیں چھوڑنا چاہئے	جماعت را شکر اللہ تعالیٰ سبحانہ و
(اللہ تعالیٰ بزرگان اہل سنت کی	نہیب و بخواب و خیالی خود غرہ نشوند
مساعی جمید کو قبول فرمائے) اور	کونجات بے متابعت اس فرقہ ناجیب
اپنے خواب و خیال پر نازاں نہ ہو	متصور نہیست، خوش طبعیہا را موقوف
کیونکہ اس فرقہ ناجیب کا اتباع کے	دہشتہ اگر آرزو ہے نجات دارند

بجان و دل در اتباع میں بزرگوار
 بغیر نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
 کوشند۔ لہ
 اگر نجات کے خواہشمند ہیں تو خوش
 فہمی کو چھوڑ کر بزرگانِ اہل سنت
 کے اتباع میں کوشاں رہیں۔

ملک صاحب! کیا عالیجناب نے شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے ان فرامین و تصریحات پر عمل کرتے ہوئے اجماعت، دیوبندی، انجیری اور جماعت اسلامی دسے رنگ برنگے دہا بی ٹولوں کو فمائش کی ہے کہ اسے ہمارے دینی اور یقینی بھائیو! حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی تعلیمات پر عمل کرو، اگر نجات کی ضرورت ہے تو جس اہلسنت و جماعت کے ناجی گروہ سے ہم یا ہمارے بڑے بوڑھے نکل کر بھاگے تھے اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی ٹیٹھڑ مسجد بنا کر اسے اپنی قدیمی جماعت کو بدنام کرنے کی غرض سے شرک اور بدعتی بتاتے آرہے ہیں، اب ان نازیبا حرکتوں، کونکوں کو چھوڑ کر اسی ناجی گروہ میں شامل ہو جانا چاہئے۔ ناجی گروہ کی جمعیت کو منتشر کرنے نے بجائے مجتمع کرنا چاہئے عاملہ ناصبہ تصلی نازا حامیۃ کے مصداق بننے میں آخر فائدہ ہی کیا ہے؟ کیا اہل سنت و جماعت سے بغاوت کر کے اپنی اپنی ڈفلی اد اپنا اپنا راگ الاپنے والوں کی فمائش میں آنجناب نے اپنی ضخیم کتاب کے اندر ایسا ایک لفظ بھی لکھا ہے؟ آخر نہ لکھنے کی کوئی معقول وجہ؟

دل میں سہاگنی ہیں قیامت کی شوخیاں
 دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

۴۔ جھوٹ بولنا ہر عاقل کے نزدیک عیب اور نقص ہے اور باری تعالیٰ شانہ ہر نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہے۔ خود حضرت مہدی علیہ السلام نے اس بارے میں واضح تقریحات فرمائی ہیں مثلاً :

جناب قدس خداوندی جل سلطانہ از
جناب باری تعالیٰ شانہ کو نقص
جمع صفات نقص و سمات تصور منزہ و
کی تمام صفات اور کمی کی تمام
میرا باید دانست ۔ لے
نشانیوں سے منزہ و میرا سمجھنا چاہئے

دوسرے مقام پر شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے اپنے دو صاحبزادوں یعنی خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۰ھ) اور عودۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۹ھ) کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے صفات باری تعالیٰ شانہ کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے :-

در صفات واجبہ جل شانہ از
اللہ جل شانہ کی صفات جو کہ واجب
اطلاق لفظ امکان تحشی باید نمود کہ
میں ان میں امکان کے لفظ سے
موجہ حدوث است و صفات اللہ
بچنا چاہئے کیونکہ اس سے صفات
قدیم اند ۔ لے
الہیہ کے حادث ہونے کا وہم گزرتا
ہے حالانکہ وہ قدیم ہیں ۔

ایک اور مقام پر خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے نام مکتوب گرامی لکھتے ہوئے

لے مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ، ص ۱۸۰
لے مکتوبات امام ربانی دفتر سوم حصہ ہشتم ، ص ۱۷۷

تلفیق فرماتے ہیں :-

از اطلاق لفظ امکان در صفات
قدیمہ تخیلی لازماً است کہ موہم حدوش
باری تعالیٰ شانہ کی صفات قدیم
میں ان میں امکان کا اطلاق کرنے
است و مناسب آنجا اطلاقِ وجوب
سے بچنا ضروری ہے کیونکہ اس سے
عادت ہونے کا شبہ گزرتا ہے ،
است ۔

یہاں وجوب کا اطلاق ہی مناسب

ہے ۔

ملک صاحب ! جب آپ تعلیماتِ مجددیہ پیش ہی کرنے نکلے تھے تو حضرت عبد
الف ثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی ان تصریحات کے پیش نظر ان لوگوں کو سمجھانے جو امکان کذبِ باری
کا ناپاک اور خلافِ اسلام عقیدہ رکھتے ہیں اور مکتوباتِ شریف کی روشنی میں انہیں یوں فہم
کرتے کہ بجایو !

اولاً :- آپ اللہ تعالیٰ کے لئے کذب (جھوٹ) کا امکان بتاتے ہیں جھوٹ تمام
عقلدار کے نزدیک عیب ہے جس کی صفت عیب اس کی ذات عیبی، اور عیبی خدا نہیں
ہو سکتا، لہذا آپ منکر الوہیت کیوں بنتے ہیں ؟

ثانیاً : جھوٹ نقص ہے، جب اس کی صفات میں نقص شامل ہے تو ذات ناقص

ہوئی اور ناقص، خدا نہیں ہو سکتا، اس طور پر عقیدہ انکار الوہیت کا پیش خیر بنتا ہے۔

ثالثاً : آپ کذبِ الہی کو ممکن بتاتے ہیں تو کذب اس کی ایک صفت ہوئی اور جب اس

کی صفت ممکن تو ذات بھی ممکن ہوئی۔ لیکن ہر ممکن عادت ہوتا ہے اور عادت خدا نہیں

ہو سکتا، یہ بھی الوہیت کا انکار ہے۔

رَابَعاً : جب آپ کے نزدیک کذب تحت قدرتِ الہی ہے تو یہ اس کی صفت ہوئی، دوسری

حالات باری تعالیٰ شانہ پر صدق کا اقرار لازم آئے گا کیونکہ اجتماعِ ضدین محال ہے۔ اس صورت میں کلامِ الہی اور شریعتِ مطہرہ کے سچا ہونے کی آپ لوگوں کے نزدیک کیا صورت ہوگی؟ کس مزے آپ ومن اصدق من اللہ قیلاً او ومن اصدق من اللہ حدیثاً پڑھیں گے؟

ملک صاحب! آپ ان لوگوں کو تعلیماتِ مجددیہ کے تحت اس طرح سمجھانے کی وجہ کتابیں امکانِ کذب کا سبق پڑھا رہی ہیں جیسے یکروز، براہین قاطعہ، تقدیس القدر، فتاویٰ رشیدیہ، الحمد للعل، نعتِ آسمانی، توضیح البیان، معرکہ اعظم، الشاہد الثابت، سیفِ یمانی اور چراغِ سنت وغیرہ، ان کے مصنفین یعنی مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۳۲۶ھ/۱۸۳۱ء)، مولانا رشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، مولانا غلیل احمد انبٹھوی (المتوفی ۱۳۳۵ھ/۱۹۲۶ء)، مولانا محمود الحسن چاند پوری (المتوفی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)، مولانا عبدالشکر لکھنوی، مولانا رضی حسن درجنگلی، مولانا حسین احمد ٹانڈوی (المتوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء)، مولانا منظور نعمانی اور مولانا فردوس علی قصوری کی عقیدت کا دم بھرنے والوں کو سمجھاتے کہ اسے کذبینِ باری تعالیٰ! یہ کیا بس بولتے ہو؟ کیوں ظاہری ایمان کی بھی لٹیا ڈبوتے ہو؟ مسلمان بنا چاہتے ہو تو تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں امکانِ کذب کے باطل عقیدے سے توبہ کر کے باری تعالیٰ کے لئے صدق کو واجب اور کذب کو محال مانو ورنہ توحید کا خالی ڈھول پیٹے ہوئے اس طرح تو منکرِ الوہیت ہونے کا ثبوت پیش کر رہے ہو۔

کیوں ملک صاحب! کیا آپ نے تعلیماتِ مجددیہ کے تحت ایسے لوگوں کو فہمائش کی! اگر نہیں تو کیوں؟ کیا یہ کوئی فروغی مسد ہے؟ کیا خدا کو سچا یا جھوٹا ماننا ایسی ہی سہل معاملہ ہے

جیسے کسی نے نماز میں اونچی آواز سے آمین کہہ لی اور دوسرے نے آہستہ! آخر قیامت ضرور آئے گی۔ باری تعالیٰ
شانہ کی بارگاہ میں پیش بھی ہونا پڑے گا کیا اس سلسلے میں باری تعالیٰ شانہ کوئی باز پرس نہیں کریگا؟

۵۔ جب برعکس رہے پڑھیں گے بلا کر سامنے

کیا جواب جرم دو گے تم خدا کے سامنے

۵۔ قارئین کرام! آپ نے امام ربانی حضرت مجدد العتباتی قدس سرہ کے مکتوبات شریف کی دو
عبارتیں ابھی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ نے ان میں صفات باری تعالیٰ کو واجب بتایا ہے۔ اہلسنت وجماعت
کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ ہے، اس کے برعکس مولانا محمد اسماعیل دہلوی نے یوں لکھا ہے :-

غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ
صاحب ہی شان ہے کسی نبی اور ولی کو، جن اور فرشتے کو، پیر اور شہید کو،
امام اور امام زادہ کو، بھوت اور پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت
نہیں بخشی۔ ۵۔

مذکورہ عبارت کے خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں۔ یعنی موصوف نے اللہ تعالیٰ کی یہ شان بتائی ہے
کہ غیب کا دریافت کر لینا اس کے اختیار میں ہے، جب چاہتا ہے دریافت کر لیتا ہے، اس سے
یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ مصنف تقویۃ الایمان صفات باری تعالیٰ کو واجب نہیں مانتے درند
”دریافت کر لینے کا کیا مقصد؟“

علاوہ بریں اس نے اس صفت باری تعالیٰ کو تحت قدرت اور مشیت پر موقوف بتایا ہے
گو یادہ چاہے تو معلوم کر لے مدد بے خبری بیٹھا رہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم)۔

حضرت مجدد صاحب اور علمائے اہلسنت کی تصریحات کے مطابق جو تحت قدرت ہے وہ حادث اور فانی ہے اور اس طرح صفات الہیہ کا فانی ہونا لازم آیا اور جس کی صفات فانی ہوں وہ خود فانی ہوگا اور جو فانی ہو وہ فنا نہیں ہو سکتا، گویا امکان کذب کی طرح یہ عقیدہ بھی انکار الوہیت کا پیش خیمہ ہے دوسرے مقام پر یہی توحید کے ڈھنڈے درجی یوں لکھتے ہیں :-

اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا، سوا اس عقیدے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیاء اور اولیاء سے رکھے، خواہ پیر اور شہید، خواہ امام اور امام زادے سے، خواہ بھوت اور پری سے، پھر خواہ یوں یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے ۱۷

موصوف نے اس عبارت میں کسی کو اپنی ذات سے علم مانا جائے یا اللہ کے دینے سے ؟ دونوں صورتوں کو اللہ کا سا علم اور شرک بتایا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک کیا خدا کا علم بھی کسی کا عطا کردہ ہے ؟ ورنہ جب کسی ہستی کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم مانا تو قطع نظر اس کے کہ وہ ثابت ہے یا نہیں، لیکن شرک کیسے ہو گیا ؟ اسی بات کو موصوف نے تصرف کے بارے میں یوں دہرایا ہے :

اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض مشرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی طاقت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ ۱۸

حک صاحب! آپ کو چاہئے تھا کہ "تعلیمات مجددیہ" میں اس موضوع پر بھی لکھتے اور صفات باری تعالیٰ شانہ کے واجب ہونے کی حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جن عبارتوں میں تصریح فرمائی ہے انہیں پیش کر کے مجدد صاحب کی مخالفت کرنے والے اور صفات الہیہ کو تحت قدرت اور عطائی ٹھہرانے والے مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۳۳۶ھ/۱۸۳۱ء) کی غیر اسلامی تعلیمات سے بچنے کی تلقین فرماتے لیکن معلوم نہیں کس مصلحت سے آپ کے قلم پر پہنچا دیا تھا کہ آپ ایک لفظ بھی اس موضوع پر نہ لکھ سکے۔

خیالِ خاطرِ اجاب چاہئے ہر دم
امیسِ ٹھیس نہ جائے آگنیوں کو

۶۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے صفات باری تعالیٰ شانہ کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے :-

اد تعالیٰ از صفات و لوازم جو	باری تعالیٰ شانہ جو ہر دو جسم و عرض
واجب و اعراض منزہ است ،	کی صفات و لوازم سے منزہ ہے
زمان و مکان و جهت را در حضرت	زمان و مکان و جهت کے لئے اس
اد تعالیٰ گنجائش نیست ، اینہما ہمہ	بمک رسائی کی گنجائش کہاں؟ یہ
مخلوق ادیند۔ بے خبر باشد کہ او را	سب اس کی مخلوق ہیں، بے خبر ہوگا
سجائے فوق العرش خواند و جهت	جو اسے عرش کے اوپر بتائے اور
فوق اثبات کند، عرش و ماسوائے	جهت فوق کا اثبات کرے، عرش
آں ہمہ حادث اند و مخلوق ادیند	اس کے ماسوا سب حادث اور اس
تعالیٰ ، مخلوق و حادث را چہ مجال	کی مخلوق ہیں، مخلوق اور حادث کی

کہ مکانِ خالقِ قدیم گردد و مقبرہ اشد شود
 کیا مجال کہ خالق اور قدیم کا مکان اور
 ذاتِ باری تعالیٰ شانہ کی قرار گاہ بن
 لے
 سکیں ؟

فان جهان کے نام اسی مکتوبِ گرامی میں عقائدِ اہل سنت و جماعت کی وضاحت کرتے ہوئے

مزید فرمایا :-

باری تعالیٰ شانہ نہ جسم و جسمانی ہے	اور تعالیٰ جسم و جسمانی نیست ، جو ہر عرض
نہ جوہر و عرض ہے ، نہ محدود و متناسبی	نیست ، محدود و متناسبی نیست ،
ہے ، نہ طویل و عرض ہے ، نہ دراز و	طویل و عرض نیست ، دراز و کوتاہ نیست
کوتاہ ہے ، نہ وسیع اور تنگ ہے بلکہ	پہن و تنگ نیست بلکہ واسع است نہ
وہ وسیع ہے لیکن ایسا وسیع نہیں جو کہ	بآں وسعت کہ لغیم مادر آید محیط است
ہم سمجھ سکیں ، محیط ہے لیکن اس کے	نہ بآں احاطہ کہ درک ما شود ، قریب
احاطے کا ہم ادراک نہیں کر سکتے ، قریب	است نہ بآں قرب کہ متعلق ما گردد ،
ہے لیکن اس کا قرب ہماری عقل میں	و بااست نہ بعیت متعارف ، ایمان
نہیں سما سکتا ، ہمارے ساتھ ہے لیکن	آریم کہ واسع است و محیط است و
ایسی معیت کے ساتھ نہیں جو ہم جانتے	قریب است و بااست ، انا کیفیت
ہیں ، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ واسع	ایں صفات را ندانیم کہ چسیت و ہرچہ
	قدیم کرتے رہند بیب مجرارو ۔ لے

لے کنزات الامم ربانی مطبوعہ لاہور ، دفتر دوم ، حصہ ہفتم ، ص ۲۶۔

لے کنزات الامم ربانی ، دفتر دوم ، حصہ ہفتم ، ص ۲۶ ، ۲۷۔

محیط، قریب اور ہمارے ساتھ ہے
 لیکن ان صفات کی کیفیت کیا ہے؟
 یہ ہم نہیں جانتے اور جو کچھ ہم جانتے
 ہیں وہ عقیدہ رکھیں تو یہ عجم فرستے
 میں قدم رکھنا ہے۔

اسی گرامی نامے میں آپ نے رویتِ باری تعالیٰ شانہ کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی

ہے :-

دیدن مومنوں مر حضرت حق سبحانہ	ہم مسلمانوں کا بہشت میں بے جہت
را در بہشت بے جہت و بے	بے مقابلہ، بے کیف اور بے احاط
مقابلہ و بے کیف و بے احاط حق	کے باری تعالیٰ شانہ کو دیکھنا برحق
است، ایمان آریم بایں رویت	ہے۔ ہم اس اخروی رویت پر
اخروی و بے کیفیت آن مشغول نشویم	ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت
زیرا کہ رویت او تعالیٰ بے چون آست	کے صحیحے نہیں پڑتے۔ رویتِ باری
و دریں نشاۃ حقیقت آن برابر باب	تعالیٰ کا عقیدہ تنگ و شہ سے بالاتر
چوں ظاہر نشود و غیر از ایمان نصیب	ہے۔ اس جہان میں چون در چہرا
ایمان نمود، وائے بر فلاسفہ و معتزلہ	کرنے والوں پر اس کی حقیقت ظاہر
و سایر فرق مبتدعہ کہ از حرمان و	نہیں جوئی اور ایمان کے بغیر ان کو
کوروی انکار رویت اخروی نمایند	اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب نہ ہوگا
و قیاس غائب بر شاہد کنند و بدولت	فلاسفہ، معتزلہ اور سارے گمراہ فرقوں

ایمان آں ہم مشرف نہ گردند" لہ
 پرافسوس ہے کہ حراما نصیبی اور
 کوحشتی سے اخروی رویت کا
 انکار کر دیتے ہیں اور غائب کو موجود
 پر قیاس کر کے ایمان کی دولت سے
 محروم رہ جاتے ہیں،

مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ان واضح تصریحات کے خلاف متحدہ ہندوستان میں وہابیت
 کا سنگ بنیاد رکھنے والے مولانا احمد اسماعیل دہلوی اپنے خاندانی اکابر اور مجدد صاحب کے خلاف
 یوں لکھتے ہیں :-

باید دانست کہ مسئلہ وحدت	جاننا چاہئے کہ وحدت وجود اور
وجود و شہود و مبحث تنزلات خمسہ	شہود کا مسئلہ اور تنزلات خمسہ کا ذکر
و صادر اول و تجدد امثال و کون	اول صادر کا ذکر اور تجدد امثال
بروز و امثال آں از مباحث تصوف	اور کون اور بروز کا ذکر اور امی طرح
بچنین مسئلہ تجدد واجب و بساطت	تصوف کی بحثیں اور اسی طرح حق
او تعالیٰ بحسب ذہن یعنی از زمانہ	تعالیٰ کے مجدد ہونے اور بساطت ہونے
مکان و جہت و ماہیت و ترکیب	کا مسئلہ اپنے ذہن کے موافق سمجھنا
عقلی و مبحث عینیہ و زیادت صفات	یعنی باہر سمجھنا اللہ تعالیٰ کو زمانہ ادا
و تاویل تشابہات و اثبات رویت	مکان اور طرف سے اور ماہیت

بلاہمت و محاذات ۔۔۔۔۔۔ ہمد از
 قبیل بدعات حقیقیہ است۔ اگر
 صاحب آں اعتقادات مذکورہ را
 از جنس عقائد دینی می شمارد۔ سہ
 اور ترکیب عقلی سے اور اس کی صفوں
 کو اس کا عین سمجھنا یا عین ذات
 پر زائد سمجھنا اور تشابہات کی تاویل
 کرنا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ثابت
 کرنا بلا طرت اور مقابلہ کے۔۔۔۔۔
 یہ کل حقیقی بدعتوں کی قسم سے
 ہے۔ اگر ان مذکورہ بالا عقیدوں
 کا رکھنے والا ان کو دین کے عقیدے
 ہی جانتا اور یقین کرتا ہو۔

ملک صاحب! گستاخی معاف، تعلیمات مجددیہ کے صفحہ ۸۸ پر آپ نے بھی مجدد صاحب
 کے نظریہ وحدت الشہود پر بحث کی ہے لیکن جناب کے امام الطائفہ تو اسے بھی بدعت حقیقیہ
 بتا رہے ہیں جب آنجناب تعلیمات مجددیہ کا درس دینے ہی نکلے تھے تو کھینچے پر پتھر رکھ کر
 مصنف "ایضاح الحق" جیسے امام ربانی قدس سرہ کے مخالف اور ان کے پیش کردہ عقائد و نظریات
 کو بدعت حقیقیہ ٹھہرانے والے کی نشاندہی تو فرما دیتے۔ ساتھ ہی قاضی ابوالعلیٰ (المتوفی ۱۰۴۵ھ)
 علامہ ابن حزم اندلسی (المتوفی ۴۵۶ھ)، علامہ ابن تیمیہ حرانی (المتوفی ۷۲۸ھ)، علامہ ابن قیم
 جوزی (المتوفی ۷۵۱ھ)، محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفی ۱۱۰۱ھ) اور مولانا محمد اسماعیل
 دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کے متبعین و معتقدین کو فہمائش کرتے کہ مجاہد! مذکورہ علماء تعلیمات مجددیہ

کے خلاف خوارج، مجسور اور معتزلہ کے ہمنوا بن کر، مذہبِ مہذبِ اہلسنت وجماعت سے بغاوت کر کے باری تعالیٰ شانہ کے لئے تجسیم و تشبیہ اور زمان و مکان و جہت کے مبلغ و قائل تھے اور روایتِ الہی کے منکر، لہذا بقول مجددِ صاحب "بدولتِ ایمان آں ہم مشرف نہ گردند؟" پس آپ کو چاہئے کہ ان حضرات کی موافقت و عقیدت سے کنارہ کش ہو کر اور ان کے بتائے ہوئے مسائلِ الہیات سے توبہ کر کے حضرت مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کو اپنائیں کیونکہ مجددِ صاحب نے فرمایا ہے :-

بقتضائے آراءے صاحبِ اہلسنت	نجات پانے والے گروہِ اہلسنت
جماعت کہ فرقہ ناجیہ اند، نجات	جماعت کے صاحبِ عقیدوں کے
بلے اتباعِ این بزرگواراں متصور	مطابق اپنے عقائد رکھنے چاہئیں،
نیت و اگر سرِ مو مخالفت است	بزرگانِ اہلسنت کا پیرد کار بنے بغیر
خطر در خطر است۔ این سخن بکشف	نجات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر
صحیح و الہام صریح نیز بیقین پیوستہ	ان کے عقائد سے بال برابر بھی اختلاف
است احتمال تخلف ندارد!	رکھا تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات
لہ	صحیح کشف اور صریح الہام سے بھی
	ثابت ہے اس کے خلاف واقع
	ہونے کا احتمال نہیں۔

کیوں ملک صاحب! عقائدِ اہلسنت اور مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے عقیدوں کی مخالفت کرنے والوں کو تعلیماتِ مجددیہ "میں فہمائش کرنی چاہئے تھی یا نہیں؟"

۱۰ مکتوباتِ امامِ ربانی و فتاویٰ و فتاویٰ حصہ دوم ص ۳۸۔

۵ مانو نہ مانو جان جاں اختیار ہے

ہم نیک و بد حضور کو سمجھا دیتے ہیں

۷۔ حضرت امام ربانی مجدد العہدِ ثانی قدس سرہ نے مسلمانوں کو گمراہوں اور گمراہ گردوں کے شر سے محفوظ رہنے کی خاطر بہترین درس دیتے ہوئے فرمایا ہے :-

از علومیکہ از کتاب و سنت استفاد

جو علوم و مطالب کتاب و سنت سے

اندھاں معتبراند کہ این بزرگواراں از

استفاد ہیں ان میں سے وہی باتیں

کتاب و سنت اخذ کردہ اند و فہمیہ

معتبر ہیں جو علمائے اہلسنت نے

ذیرا کہ ہر مبتدع و ضال عقائدِ فاسدہ

قرآن و حدیث سے اخذ کیں اور

خود را از کتاب و سنت اخذ

سمجھی ہیں، ورنہ لیلوں تو ہر مخالف

میکنید۔ پس ہر معنی از معانی مفہومہ

اہلسنت اور گمراہ بھی اپنے عقائد

ازینہا معتبر نباشد۔ ۷

فاسدہ کو کتاب و سنت سے اخذ

کرنا ہے لیکن مخالفین اہل سنت

کے سمجھے ہوئے مفہوم و مطالب ناقابل

اعتبار ہیں۔

حضرت مجدد العہدِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو عام مسلمانوں کو گمراہوں کے شر سے بچانے

کی خاطر انہیں اکابر اہلسنت پر اعتماد کرنے اور ان کی تحقیقاتِ عالیہ پر عمل کرنے کی تلقین فرمائی،

لیکن مجدد العہدِ ثانی کے باندھے ہوئے اس بند کو توڑنے کی تیرہویں صدی میں منظم کوشش کی گئی

اور اکابر اہلسنت سے بغاوت کرنے پر یوں آمادہ کیا گیا :-

اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں۔ کوئی پہلو

شکل نہیں لے

اسی سلسلے میں مولانا نے سورہ جمعہ کی آیت **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ**۔۔۔

۔۔۔ پیش کر کے لکھا ہے :-

”سو جو کوئی یہ آیت سن کر پھر لوں کہنے لگے کہ پیغمبر کی بات سوائے عالموں کے

کوئی نہیں سمجھ سکتا۔۔۔۔۔ اس نے اس آیت کا انکار کیا“ لے

موصوف نے آخر میں ”تعلیمات مجددیہ“ کو پامال کرنے ہوئے اپنا فیصلہ یوں صادر فرمایا :-

”سو ہر خاص و عام کو چاہئے کہ اللہ اور رسول ہی کے کلام کو تحقیق

کریں ، اسی کو سمجھیں ، اسی پر چلیں اور اسی کے موافق اپنے ایمان کو ٹھیک

کریں ۔ لے

ملک صاحب ! چاہئے تو یہ تھا کہ آپ ”تعلیمات مجددیہ“ میں مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے

قبضین کو سمجھاتے کہ صاحب بہادر ! کیوں امت کے شیرازے کو منتشر کرتے ، اپنی اپنی ڈنلی بجاتے

اور ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بناتے ہو؟ یہ دہموت عام کہ ہر اراغیرا ، متخو خیرا ، اللہ اور رسول کے

کلام کی خود تحقیق کرے ، یعنی جو اس کی کھوپڑی میں مطلب سمائے اس کو حرف آخر قرار دیتا پھرے ،

اس طوائف الملوکی کا نتیجہ ہی کچھ نکلتا تھا جو ڈیڑھ سو سال سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ اختلافات ،

فرد سازی اور بے دینی کا سیلاب اٹھ آیا ہے ، چاہئے تھا کہ اس بے راہ روی کے غلات آنکھیں

بند کر کے ، کلیچہ سنبھال کر دوچار لفظ تو لکھ ہی دیتے کیونکہ ساختہ محققین نے مسلمانوں کو کتنے ہی فرقوں

میں بانٹ کر رکھ دیا ہے ، اب تو یہ سلسلہ بند ہو جانا چاہئے لے

نگاہِ غور سے دیکھو تو عقدہ صاف کھل جائے
وفا کے بھیس میں بھی ہے کوئی بے وفا ہو کر

۸۔ حضرت مجددِ اہل ثانی قدس سرہ نے ایمان کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی ہے :-

ایمان تصدیقِ قلبی است و اقرار
ایمان دل سے تصدیق کرنے اور
لسانی ----- اعمالِ جوارح از
زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے ،
نفسِ ایمان خارج اند۔ لہ
اعمالِ جوارح نفسِ ایمان سے خارج

ہیں ۔

دوسرے مقام پر آپ نے فرنگپ کبار کے بارے میں اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یوں بیان کیا ہے :-

مومن ہا ارتکابِ کبیرہ از ایمان نہ
مومن کبیرہ گناہ کے ارتکاب کے

سے برآید و کفر نہ سے درآید لہ
باعث ایمان سے خارج نہیں ہوتا ،
اور کافر نہیں ہوتا۔

لیکن دیکھئے اپنے امام الطائف ، مصنفِ تقویۃ الایمان کی زالی چال ، جس نے ڈھول رکھنا نہ کھال ،
کہتے ہیں :-

سنا چاہئے کہ ایمان کے دو جز ہیں ، خدا کو خدا جاننا اور رسول کو رسول

خدا کو خدا سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کا شریک کسی کو نہ سمجھے اور رسول

کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے ۔ اس

پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف شرک دوسری بات کو

اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت - سو ہر کسی کو چاہئے

کہ توحید اور اتباع سنت کو خوب پکڑے اور شرک و بدعت سے بہت

بچے کہ یہ دو چیزیں اصل ایمان میں غلط ڈالتی ہیں :-

۱۔ صاحب ! مولانا محمد اسماعیل دہلوی تو معتزلہ سے بھی چار قدم آگے نکل گئے کہ اتباع سنت

کو جزو ایمان بنا رہے ہیں اور خلاف سنت واقع ہونے سے اصل ایمان میں غلط ٹھہرا رہے ہیں تعلیمات

مجددیہ میں اس اعتزال پسندی کے بارے میں کچھ تو ایشاد فرمانا چاہئے تھا، آخر اس پُر اسرار خاموشی

میں کیا راز پنہاں ہے ؟

۲۔ داسے ناکامی زاہد کہ جہیں پر اس کی

۳۔

دارخ سجدہ تو بنا دارخ محبت نہ بنا

۹۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ کے نام مکتوب گرامی لکھتے

ہوئے فرمایا :-

جاننا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

باید دانست کہ خلق محمدی در رنگ

و سلم کی پیدائش دوسرے انسانوں کی

خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ خلیق

پیدائش کی طرح نہیں ہے بلکہ مخلوق

پسچ فرد سے از افراد عالم مناسبت ندارد

میں سے افراد عالم کا کوئی فرد آپ

کہ او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوجود

سے مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ فخر

نساء عنصری از نور حق جل و علا مخلوق

دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جسم عنصری

گشتہ است کما قال علیہ

وَعَلَىٰ آلِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ رکھنے کے باوجود اللہ جل شانہ کے نور سے
 خَلَقْتُ مِنْ نُورِ اللَّهِ وَدِيكَرًا پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ سرورِ دو جہاں صلی
 رَا اِيں دَوْلَتِ مِيرُنَشَدَهٗ اسْتِ ۱۷ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ مجھ
 اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا
 ہے یہ سعادت دوسروں کو میر نہیں ۱۷

ملک صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مجدد صاحب کیا فرمائے گئے؟ ایسی تصریحات کی روشنی
 میں ان لوگوں کو مخاطب کرنا تو چاہئے تھا جو نبی اکرمؐ نور محمدؐ، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے
 خدا کے نور سے پیدا ہونے اور تخلیق میں آپ کے بے مثل ہونے کے منکر ہو کر محبوب پروردگار سے مشیت کا
 دعویٰ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے اسی باطل زلم میں ظاہری ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر بھائی چارہ تک
 گانٹنے لگتے ہیں۔

ایسے گستاخی کے سبب تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ اور سیفِ یمانی وغیرہ کتابوں
 نے پڑھائے ہیں۔ آپ لوگوں کو "تعلیمات مجددیہ" کے تحت سمجھاتے کہ اس قسم کی گستاخانہ کتابیں
 پڑھنے اور ان کے مصنفین کی محبت و عقیدت میں گرفتار ہونے سے بچیں درجہ مجدد العہد ثانی رحمۃ
 اللہ علیہ کے مخالفوں اور محبوب پروردگار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں نیز شانِ مصطفویٰ کے
 منکروں میں شمار ہوگا۔ بیشک انہیں مکتوبات شریف کی یہ عبارت بھی سنا دیتے کہ:

محبوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ
 جن دل کے اندھوں نے جناب محمد
 علیہ وآلہ وسلم را بشر گفتند در رنگ
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سائر بشر تصور نمودند تا چارمگر آمدند
 و صاحب دولتوں کو اور اعلیٰ الصلوٰۃ
 والسلام بعنوان رسالت و رحمت
 عالمیاں دانستند و از سائر ناس
 ممتاز دیدند بدولت ایمان مشرف
 گشتند و از اہل نجات آمدند۔ لہ
 کو بشر کہا اور آپ کو دوسرے انسانوں
 کی طرح تصور کیا وہ آپ کے منکر
 ہو گئے لیکن جن خوش نصیب حضرات
 نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کو رسول اللہ اور رحمت للعالمین مان کر
 تمام انسانوں سے ممتاز دیکھا وہ دولت
 ایمان سے مشرف ہوئے اور نجات
 پانے والوں میں سے ہو گئے۔ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

معلوم نہیں کس مصلحت کے تحت "تعلیمات مجددیہ" کے ۵۶۸ صفحات میں سے ایک
 صفحہ بھی مکرین شان رسالت کی فہمائش کے لئے جناب نے مخصوص نہ فرمایا بلکہ اس موضوع پر
 قلم اٹھانے کی توفیق ہی نہ پائی، گویا تعظیم شان رسالت آپ حضرات کے دین میں داخل ہی نہیں
 ہے، یا اگر داخل ہے تو اتنی معمولی اور سہل بات ہے جس پر کسی گستاخ رسول کو سمجھانے بھجانے
 کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔

کیوں کسی غیر میں نیکوہ بے سبب ادکروں
 لطف تب ہے کہ تمہی سے تری فریاد کروں

۱۰- حضرت مجدد العہد ثانی قدس سرہ نے شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ کے نام مکتوب گرامی

کہتے ہوئے وضاحت فرمائی :-

چوں وجوداً سرور علیہ وعلیٰ آرا الصلوٰۃ و
 السلام در عالم مکانات نباشد بلکہ فوق این
 عالم شہادت سایہ شخص از شخص لطیف تر
 است وچوں لطیف تر از دوسے در
 عالم نباشد اور اسایہ چه صورت داد
 علیہ وعلیٰ آرا الصلوٰۃ والتسلیمات۔ لے

چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 عالم مکانات میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ
 کا جہان اس عالم سے بلند و بالا ہے ،
 اسی لئے آپ کا سایہ نہیں تھا۔ دوسری
 وجہ یہ ہے کہ عالم شہادت میں آدمی کا سایہ
 اس سے لطیف ہوتا ہے لیکن فخر و عالم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ لطیف
 کوئی چیز اس عالم امکان میں موجود نہیں
 ہے ، دریں حالات آپ کا سایہ کیسے
 ہوتا ؟

مک صاحب ! تعلیماتِ مجددیہ کے تحت ایسی عبارتیں پیش کر کے ذرا ان ہائے مسلمانوں کو
 بھانا تو تھا جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مکم بنانے کے لئے تیار میں اور آپ کی تعلیمات کو
 سرچشمہ نور بصیرت بتاتے نیز آپ کے مکتوبات کو علم و حکمت کا مقدس ذخیرہ کہتے اور متاخرین کی تصانیف
 میں سب سے ممتاز ٹھہراتے ہیں لیکن یہ باتیں کہ صوفیوں کے کھالے والے دانت ہیں اور کھالے والے دانت
 وہ ہیں کہ سردیوں کوں دمکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہزار جہنم سے سایہ ثابت کرنے میں خاص لطف و
 لذت محسوس کرتے ہیں۔ پوچھتے تو سہی کہ ان حضرات کی یہ کاوش بھی توحید کا ایک حصہ ہے یا محبت رسول
 کی تعاضل ہے ؟

لے مکتوبات امام ربانی و نثر سوم جلد نم ص ۹۲

کنے کو ان سے کہ رہا ہوں حالِ دل مگر

ڈرے کر شانِ ناز پر شکوہ گراں نہ ہو

۱۱۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے عالم باکان دمایکون صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھا پاک کے متعلق

لکھا ہے :-

مدیت تنام عینامی و	مدیت تنام عینامی و
لا یینام قلبی جو تحریر فرمائی ہے	لا یینام قلبی جو تحریر یافتہ بود اشارت
اس میں دوام آگاہی کا اشارہ نہیں	بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبار امت
بلکہ یہ اس بات کی خبر ہے کہ آنحضرت	از عدم غفلت از جریان احوال خویش
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اور	دامت خویش لهذا نوم در حق آن سرور
امت کے احوال سے کسی وقت بھی	علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقض طہارت
بے خبر نہیں ہیں اس لئے تو نمیند	نگشت و چون نبی در رنگِ شان امت
آپ کے حق میں ناقض و منقضی	در محافظت امت خود غفلت شایان
چونکہ نبی نگران کے رنگ میں ہوتا ہے	منصب نبوت ادنیٰ باشد۔ لہ
اس لئے اپنی امت کی محافظت	
سے کسی وقت بھی فائل رہتا آپ	
کے منصب نبوت کے بشایانِ شان	
نہیں ہے۔	

ملک صاحب ! حضرت امام ربانی تو فخرِ دُعا عالمِ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بحالتِ خواب
 بھی امت کے احوال سے غافل نہیں مانتے بلکہ خبردار سوار ہے ہی لیکن آج کل ایسے بھی مسلمان
 کھلانے والے اور مجدد صاحب کی عقیدت کا دم بھرنے والے مل جاتے ہیں جو سرورِ کون و مکان
 صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس دیوار کے حالات سے بے خبر بتاتے رہتے ہیں۔

سوچئے تو سہی کہ بعض منافقینِ مدینہ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
 متعلق کہا تھا قِ مَآ سِئِدْرِيْہِ بِالْغَيْبِ یعنی محمد کو غیب کی کیا خبر؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
 سلم)۔ اسی دھرم پر جینے مرنے والے آج کل بھی علی الاعلان کہہ رہے ہیں کہ "غیب کی بات اللہ
 ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟" مجدد صاحب کی طرح جو مسلمان بظلماتِ الٰہی حضراتِ انبیائے
 کرام کے لئے علمِ غیب مانتا ہے اس پر کفر و شرک کی توپ داغنی شروع کر دیتے ہیں۔ کیا ایسے
 لوگوں کو منافقینِ مدینہ کی مریخ کفر میں تقلید کرنے سے روکنے اور تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں اسلامی
 عقیدے کی تلقین کرنے میں کیا کوئی دینی یا دنیاوی نقصان تھا؟ افسوس !

۵۔ متابعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
 یہ کس کا فراد اکا غرۃ خوزیر ہے ساقی

۱۲۔ ملک صاحب نے صفحہ ۷۸ پر سورۃ اعراف کی آیت ۱۹۴ نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں

تقویۃ الایمانی مرد میں کیا ہے :

وَاقْصِ نَدَاکُمْ وَاصْبِرْ لِحُجْرٰتِہٖمْ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ
 مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادًا مِّثْلَکُمْ
 واقعہ خدا کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو
 وہ بھی تم جیسے بندے ہیں۔

الآیۃ

موصوف نے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی عبادت سے بھرپور جو کر مسلمانوں کو بھی

اسی رنگ میں رنگنے کی خاطر مذکورہ آیت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے !

"قرآن پاک میں اس مقام پر اس امر کی صاف تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو دفعِ مضرت اور طلبِ منفعت کے لئے پکارا کرتے تھے اسی لئے ان کو کہا گیا کہ جن کو تم اعداد کے لئے پکارتے ہو وہ بھی تمہاری مانند بندے ہیں۔ بعض اصنام و اوثان پر عباد کا اطلاق نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اور پھر اَمْثَالُكُمْ کا لفظ اس سے اِبار کرتا ہے" ۱۔

۱۔ قتلِ عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا

پرتیرے عہد کے آگے تو یہ دستور نہ تھا

اولاً ہماری گزارش یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ **يَدْعُونَ** نہیں بلکہ **تَدْعُونَ** ہے۔
ثانیاً ملک صاحب نے اس لفظ **تَدْعُونَ** کا ترجمہ "تم پکارتے ہو" کیا ہے جس کے بارے میں عرض ہے کہ :-

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "ہر آمینہ کسانیک

عبادت میکنید بجز خدا"

(۲) دیوبندیوں کے حکیم الامت جناب تھانوی صاحب یوں ترجمہ کرتے ہیں "واقعی تم خدا

کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو"

یہاں ملک صاحب سے ہم صرف اتنی وضاحت کے طلب کار ہیں کہ ایک طرف آپ میں اور دوسری جانب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور مولانا اشرف علی تھانوی، آپ اس لفظ کا ترجمہ "پکارنا" بنا رہے ہیں اور دونوں مذکورہ حضرات کے نزدیک "عبادت کرنا" اس کا ترجمہ ہے، اتنا بنا دینا لازمی ہے کہ فریقین میں سے کس نے آیت قرآنی کا صحیح ترجمہ کیا اور کس فریق نے ترجمے کی آہ میں قرآنی مفہوم کے اندر تخریف کر کے یہود و نصاریٰ کی سنت پر عمل کیا ہے؟ فریقین میں سے جسے آپ چاہیں محرف قرآن قرار دے دیں لیکن اتنا ضرور کرنا کہ تخریف کرنے والے فریق کے معتقدین کو ارشادِ خداوندی إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُغْلِبُونَ ادر فرماںِ مصطفوی مَنْ فَتَسَرَ الْقُرْآنَ سِرًّا أَوْ بَعْدًا فَقَدْ كَفَرَ سنادینا۔ لیکن یہ دیکھنا ہے کہ دونوں فریق کچھ ہرگز نہیں ہو سکے کیونکہ اجتماعِ ضدین محال ہے۔

ثالثاً جناب کا یہ لکھنا کہ "قرآن پاک میں اس امر کی صاف تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو دفعِ مغزت اور جلبِ منفعت کے لئے پکارا کرتے تھے" اگر خوفِ خدا اور خطرہ روزِ جزاء سے ملک صاحب بالکل عاری نہیں ہو گئے ہیں تو خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس آیت میں واقع وہ صاف تصریح و دوسروں کو جی دکھا دی جائے کہ مشرکین اللہ کے سوا انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کو پکارا کرتے تھے؟ اگر آپ نہ دکھائیں اور ہم بفضلِ تعالیٰ کہہ دیتے ہیں کہ آپ ایسی تصریح اس آیت میں قیامت تک نہ دکھائیں گے تَوْفَاتُ النَّفْسِ وَالْمَنَارِ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَابَةُ

۵ میں اس عارِ نادانِ قہا بل کے صدقے

ہر اک دل کو چھیدا مراد دل سمجھ کے

رابعاً مفسرین نے اس آیت میں آپ کی تصریح کے خلاف اصنام ہی مراد لئے ہیں اور مجدد صاحب کی تلقین یہی ہے کہ علمائے اہل سنت کی ادنیٰ خلاف دزدی بھی کم قابل کاست ہے۔ یہ تعلیمات مجددیہ پر عمل ہے آپ کا؟

خامساً اسی آیت کریمہ اور اگلی آیت کے ذریعہ الفاظ بغور ملاحظہ فرمائے ہوتے!

انہیں پکارو، پھر وہ تمہیں جواب	فَاذْعُوهُمْ فَلَيْسَتْ جِيبُوا
دیں اگر تم بچے ہو۔ کیا ان کے پاؤں	لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں	اَلَهُمْ اَنْ جُلَّ يَمْشُونَ
جن سے گرفت کریں، یا ان کی آنکھیں	بِهَآءِ اَمْ لَهُمْ اَبْدٍ
ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں	يَبْطِشُونَ بِهَآءِ اَمْ
جن سے سنیں؟ محبوب تم فرما دو کہ	لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُونَ
اپنے شہکیوں کو پکارو اور مجھ پر	بِهَآءِ اَمْ لَهُمْ اِذَانٌ
داؤ چلو اور مجھے نملت نہ دو،	يَسْمَعُونَ بِهَآءِ قُلِ
	ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ كَمَا كُنْتُمْ
	كِيْدُونَ فَلَا تُنظِرُونَهُ

باری تعالیٰ شانہ لے یہاں "مِنْ دُونِ اللّٰهِ" یعنی ان بستیوں کی جنہیں مشرکین اپنے

معبود قرار دیتے تھے، پانچ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جو ساتھ ہی مذکور ہوئیں یعنی :-

۱۔ اگر کوئی انہیں پکارے تو وہ جواب دینے سے مجبور ہیں۔

۲۔ وہ چلنے کے لئے پر نہیں رکھتے۔

۳۔ پکڑنے کے لئے ان کے ہاتھ نہیں ہیں۔

۴۔ وہ آنکھیں نہیں رکھتے جن سے دیکھ سکیں۔

۵۔ وہ کان نہیں رکھتے جن سے کسی کی بات سن سکیں۔

ملک صاحب! اگر مفسرین کی نہیں مانتے، مجدد صاحب کو بھی نظر انداز کر گئے جنہوں نے فرمایا تھا کہ علمائے اہل سنت کی ذرا سی مخالفت بھی ستم قاتل ہے۔ اپنے تقانوی صاحب کو بھی ٹھکرا گئے جو مہودانِ باطل کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، شاہِ دلی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن بھی جھٹک دیا گیا کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مراد وہ ہیں جن کی مشرکین پوجا کرتے ہیں چلئے سب کو تو چھوڑ دیا لیکن ملک صاحب کو چاہئے کہ خدا کی تو مان جائیں جس نے من دون اللہ کی پانچ ایسی نشانیاں اسی جگہ بیان فرمادیں جو بتوں کے علاوہ اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

سادساً ملک صاحب اگر برا زمانہ تو اپنے ہی قبیلے کے مولانا عبدالماجد دریا بادی کی آواز سماعت فرمائیں :

”تَدْعُونَ فِي دَعَا، سے مراد ان بتوں کو مہود و قرار دینا اور فَاذْعُوهُمْ

میں دعا سے مراد ان سے طلبِ نفع و دفعِ ضرر چاہنا ہے۔“ لے

سے یوں نظر دوڑے نہ بوجھی تان کر

اپنے بیگانے ذرا پہچان کر

معلوم نہیں مولانا عبدالماجد دریا بادی سے لے کر باری تعالیٰ شانہ تک سب پر ہی ملک صاحب زور زبان و بیان سے الزامات عائد کرتے چلے جائیں گے، سب کو شرک پسند ٹھہراتے چلے جائیں گے یا کسی کا لحاظ بھی کریں گے؟ قرآنِ کریم میں موصوف کی تعریف پسندی کا نمونہ

دکھانے کی غرض سے ان کی پیش کردہ ایک آیت سے آنجناب کی کارگزاری دکھائی ہے۔ معلوم نہیں ملک صاحب اس سے کوئی اچھا اثر لے کر اپنی روش پر نظر ثانی کرنے میں بہتری سمجھیں گے یا اس خیر خواہی پر اٹھے اس احقر کو مورد الزام اور نشانہ طعن و تشنیع بنائیں گے، حالانکہ

۵ من آنچه شرط بلاغ است با تومی گویم :

تو خواه از سخنم پسند گیر و خواه ملال

۱۳۔ حضرت مجدد العہد ثانی قدس سرہ کی تصانیف اور خصوصاً آپ کے مکتوبات شریفہ

کا مطالعہ کرنے والوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مجدد صاحب نے کتنے ہی مقامات پر اپنے کشف کا ذکر فرمایا ہے بلکہ اسے یقین کا درجہ دیا ہے اور مقام استدلال میں تبعا ان کا تذکرہ کیا ہے۔ خود ملک صاحب نے تعلیمات مجددیہ میں ایسی کسی عبارتیں نقل کی ہیں لیکن اس کے برعکس مولانا محمد اسماعیل دہلوی یوں فتوے صادر فرماتے ہیں :

”اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے

ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا

ہے، کوئی تقویم اور پزنا نکالتا ہے، کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے،

کوئی نانہ لے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے اور دغا باز، ان کے

جال میں ہرگز نہ پھنسا جائے۔“ ۱

کاش تعلیمات مجددیہ میں خود ملک صاحب ہی یہ فیصلہ فرمادیتے کہ فریقین میں سے

کون جھوٹا اور دغا باز ہے۔ دہلوی صاحب کا ساتھ دیتے تو مجدد صاحب کو جھوٹا اور دغا باز ماننا

پڑتا، اگر مجدد صاحب کو سچا مانتے تو دہلوی صاحب کو حضرت مجدد العہد ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا
مخالف ماننا پڑ جاتا۔ اگر ملک صاحب اب بھی یہ فیصلہ فرمادیں تو بہتوں کا بھلا ہو گا۔

دیکھئے اس بجر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا

گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

ملک صاحب سے یہ بھی گزارش ہے کہ تعلیمات مجددیہ کے صفحہ ۴۰۱ پر امام ابو الحسن عسکریؒ کا
ہے اور صفحہ ۴۵۱ پر حضرت مجدد العہد ثانی قدس سرہ کا سن وفات ۶۳۲ھ اور مولانا جلال الدین رومی
رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲۷۳ھ مندرج ہے۔ ایسی چھوٹی موٹی کتنی ہی غلطیاں ہیں اگر ان کی طرف بھی توجہ
فرمائی جائے تو حرج کوئی نہیں۔ نیز غلط حوالوں سے پرہیز کیا جائے تو اچھا ہے۔ بخوبی طوالت
صرف اشارے پر اکتفا کر رہا ہوں ورنہ کئی صفحات میں یہی امور سماتے۔

موصوف نے تعلیمات مجددیہ کو اپنے رنگ میں پیش کر کے دہابیت سے اس کی منطقت
ثابت کرنی چاہی تھی لیکن مذہب اہل سنت و جماعت اور خارجیت کا ایک ثابت ہو جانا ناممکن
ہے جیسا کہ مندرجہ بالا مطور سے کسی قدر واضح کر دیا گیا ہے۔ باقی جو حضرات خانہ ساز فیکٹری میں
آیات و احادیث کے من مانے مفہوم مطالب تیار کرتے رہتے ہیں اگر وہ مکتوبات امام ربانی پر
یہی عمل جراحی کر کے دکھائیں تو کونسی جائے تعجب ہے؟

اب سے ہم موصوف کے دوسرے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے موجودہ
اہل سنت و جماعت اور حضرت مجدد العہد ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تضاد ثابت کرنے
کی مشق فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں ملک صاحب کے الزامات کے جوابات دے کر ہم خود کوئی
فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ قارئین کرام انصاف کے طلب گار ہیں کہ بغیر کسی رعایت کے وہ خود
فیصلہ فرمائیں، وباللہ التوفیق!

ملک صاحب نے لکھا ہے :-

” مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حج بریلوی حضرات کے نزدیک دورِ حاضر کے مجدد ہیں اور جنہیں حضور پر نور، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، عظیم البرکت، مجددِ مائتہ حاضرہ، کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس بدعات کی خوب تقیین کی، بلکہ بدعات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف رکھی۔“

بے شک مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱م) چودھویں صدی کے مجدد، اہل سنت و جماعت کے برحق امام اور بندگانِ دین میں سے ایک مایہ ناز ہستی ہیں، ان کے بارے میں ملک حسن علی صاحب کا نظم و غصہ اور ان سے قلبی غیظ رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)، امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ) اور امام ربانی حضرت مجددِ ملت ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے بزرگوں سے بغض و عداوت رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں معمولی سی تعداد دروافض کی تھی اور باقی تمام مسلمان وہی تھے جو اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے پرفتن دور میں چونکہ مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا ضروری سمجھا گیا، لہذا حکومتِ وقت نے اپنے مقصد کے مطابق جب دستار پیدائے، ان سے نئے نئے فرقے کھڑے کر دئے، یوں مسلمانانِ پاک و ہند میں

افزاق و انتشار پیدا کر کے ان کی قوت کو توڑا گیا ، اجمدیت ، دیوبندی ، نیچری ، مرزائی ،
 منکرین حدیث ، فاکس پارٹی اور جماعت اسلامی وغیرہ مختلف ٹولے اسی منحوس دور کی
 زندہ یادگار ہیں ۔ جلد بعد میں اپنے روز اول ہی سے بل سنت و جماعت سے انگریزوں
 کی ہدایت کے مطابق برسرِ پیکار چلے آ رہے ہیں در انہیں مشرک و بدعتی بتاتے نیز بریلوی
 فرقہ ٹھراتے رہتے ہیں ، اپنی جماعت کے نو پیدا اور سراہہ بدعت سیہ ہونے کی طرف سے
 مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی خاطر اہل سنت و جماعت کو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ
 اللہ علیہ کا جاری کردہ فرقہ بتاتے رہتے ہیں اور خود مجددیائے حاضرہ قدس سرہ کے خلاف
 الزامات و بہتانات کا نہ ختم ہونوالا سلسلہ شروع کر کے ایسی طوفانِ بدتمیزی کا مظاہرہ
 کیا جو اسے کہ شرافت و دیانت اپنا سرپیٹ کر رہ جاتی ہے ۔

ملک صاحب کا تعلق بھی چونکہ غیر مقلد پارٹی سے ہے لہذا اپنے بڑوں کی تقلید میں
 اور ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے موصوف بھلا اہل سنت و جماعت کے اس مایہ ناز بزرگ
 کے خلاف کیوں زبانِ طعن دراز نہ کرتے ؟ اعلیٰ حضرت کو مورد الزام یہ حضرات کیوں ٹھہرائیں
 جبکہ ان کے بڑوں کا مجدد العتہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
 بھی ناطقہ بند کر کے رکھ دیا تھا ۔ دلائلِ باہرہ و براہینِ قاہرہ کے ذریعے سارے برطانوی
 اور گاندھوی علماء کو ساکت و صامت کیا ۔ بلند علین میں علم و فضل کے تمام تر دعویٰ کے
 باوجود آپ کے سامنے بوسنے اور اپنے گھڑے ہوئے عقائد و نظریات کی صحت ثبات کرنے
 کی مجال نہ رہی بلکہ اپنے صریح مجز پر سکوت کی مہر بھی ثبت فرماتے ہے ۔ فریقین کی تصانیف
 آج بھی اس امر کی واضح شہادت دے رہی ہیں ، جو مصنف مزاج فیصلے تک پہنچنا چاہے
 وہ فریقین کی تصانیف کا مقابلہ کر کے اسی مقام پر نہ پہنچے تو ہمارا ذمہ ۔

یہ طرف تماشہ ہے کہ حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے اپنے دور کے اکبری علماء اور جاہل صوفیہ کا تعاقب کر کے ان کے شرک و دغ کیا تو انہیں آج کی جلد پارٹیاں بھی مجدد ہی تسلیم کرتی ہیں، لیکن چودھویں صدی میں امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے اپنے دور کے ابوالفضل اور فیضی کی یاد تازہ کرنے والے جلد برطانوی اور گاندھیوں کا تعاقب کر کے ان کے شرک و دغ کیا تو بعض حضرات اٹھے آپ ہی کو مطعون کرتے رہتے ہیں گویا ایسے حضرات کو چڑھویں صدی کے ابوالفضل اور فیضی ہی محبوب ہیں، آخر یہ خوفِ خدا و خطرہٴ روزِ جزا سے عاری ہو کر انعام اور دین و دیانت کا خون تباہ کئے؟

تعلیماتِ مجددیہ میں یہ تو لکھ دیا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بدعات کی نشرو اشاعت کے لئے اپنی ساری زندگی وقف رکھی لیکن حق کی حقانیت اور میت تو ملاحظہ ہو کہ موصوف کسی ایک بدعت کی نشاندہی نہ کر سکے جس کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نشرو اشاعت کی ہو، ملک صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مذہبِ اہل سنت و جماعت اور تعلیماتِ مجددیہ کی روشنی میں ہمیں مطلع فرمائیں کہ مجددیہ حائے حاضرہ قدس سرہ نے کونسی بدعت کی اشاعت کی تھی! ہم بفضلہ تعالیٰ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ملک صاحب اپنی بقیہ زندگی میں ایسی ایک بدعت کی نشاندہی بھی نہ کر سکیں گے: **هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ**۔

کھنے کو ان سے کہہ رہا ہوں حالِ دل مگر

ڈر ہے شانِ ناد پر شکوہ گراں نہ ہو

موصوف نے "تعلیماتِ مجددیہ" میں اہل سنت و جماعت کو مطعون کرنے اور مورد الزام

ٹھہرانے کی خاطر یوں الزام تراشی کی ہے :-

”بریلوی حضرات مذہبی امور میں باوجود حنفی المذہب ہونے کے
ادعا کے مولانا احمد رضا خان صاحب کی تکمیل و تفسیر اور توجیہ و تاویل
کو حربِ آخر مانتے ہیں اور ان کے مقابلے میں کسی دوسرے امام و
محدث و مفسر و فقیہ کو ترجیح دینے پر آمادہ نہیں ہیں“ لے

ملک صاحب! آخر قیامت ضرور آئے گی اور ہم سب نے اس روز بارگاہِ خداوندی میں یقیناً
پیش ہونا ہے، وہاں آنجناب سے اسی گپ کے بارے میں پوچھا گیا تو کیا آپ علمائے اہل سنت
و جماعت یعنی اپنے اصطلاحی بریلویوں میں سے کسی ایک بھی ذمہ دار عالم کی نشاندہی کر سکیں گے
جو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تکمیل و تفسیر و فیروہ کو حربِ آخر قرار دیتا اور ان کے
مقابلے میں کسی امام، مفسر، محدث اور فقیہ کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے!
ملک صاحب! یقیناً جانئے کہ آپ اس بلند بانگ جھوٹ شریف کے ثبوت میں ایک
بھی دلیل پیش کرنے سے قاصر رہیں گے، آنجناب کا سیاسی مقصد صرف اتنا ہے کہ اہنت
و جماعت کو بریلوی فرقہ ٹھرایا جائے اور اس کا جاری کر لے والا مولانا احمد رضا خان بریلوی کو
بتایا جائے اور بس! کاش! آپ اتنا سوچنے کی زحمت گوارا فرمائیے کہ زبان زورری سخن پروری
الزام تراشی اور دھاندلی سے حقائق بدل نہیں جایا کرتے، مانا کہ اس دنیائے دنی میں ادھیر ہے
لیکن صحیح قیامت میں کیا دیر ہے! **إِنَّ مَوْعِدَكُمْ لَلصُّبْحِمْ وَأَنْتُمْ بِقَرِيبٍ**
لے احباب کی یہ شانِ حلیفانہ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہر اگلتے نہیں دیکھا

دیوبندی، بریلوی اختلافات کے بارے میں موصوف نے اپنے تاثرات یوں قلم بند

فرمائے ہیں :-

سمندر مستلاطم ہے، ہوا مخالف ہے، ہم سب ایک ہی نادر
میں سوار ہیں، ہم نے پاکستان کا دفاع کرنا ہے اور اسلام کی
بھی حفاظت کرنی ہے، ہماری گردنوں پر نہایت اہم ذمہ داریاں
ہیں، میرا دوسرے سخن دیوبندی بریلوی مناقشت کی طرف ہے، اس
مناقشت کی تہمید بریلی گورنمنٹ برطانیہ نے کی۔ یہ فقہ پھولا اور خوب بڑھا
گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کے رخصت ہونے پر یہ فقہ خود بخود
فرد ہو جاتا مگر اس کے برعکس اس فقہ نے نہایت خطرناک صورت
اختیار کر لی۔ ایک محاذ پر توجہ ہونا درکنار، ایک مجلس میں بھی جمع نہیں
ہو سکتے۔ یہ دونوں جماعتیں بنیادی لحاظ سے اہل سنت والجماعت ہیں

۷

اس سلسلے میں موصوف نے مزید وضاحت کی طرز سے اہل اسلام سے یوں اپیل بھی

کی ہے :-

”جمہور اہل اسلام اور علمائے کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ حالات بدل
چکے ہیں، گورنمنٹ برطانیہ اپنا بستر بویا اٹھا کر رخصت ہو چکی ہے۔ یہ سب

۸۔ ملک صاحب کو چاہئے تھا کہ اہل سنت و جماعت لکھتے یا اہل سنت والجماعت (۱۱) اعتراض

۹۔ تعلیمات مجددیہ ص ۳۲۹-۳۳۰

کرشمے اسی گورنمنٹ برطانیہ کے تھے ، ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے بہت کھیل کھیلے ، یہ سب ایک طویل اور دردناک داستان ہے ، ہمارے بھولے بھالے بھائی اس جال میں شکار ہوتے رہے ۔ اب حکومت اہل اسلام کی ہے ، ان غلط درغلط فتووں سے بچو ، یہی تقاضا ہے اسلام کا ، اس وقت ہمارے ملک کا ، خدا تعالیٰ نے تم کو بھائی بھائی بنایا ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا ، خدا کا فرمان ہے گردہ گردہ نہ بنو ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اہل اسلام سب کے سب مل کر اللہ کی مہذب رسی کو تقامو ،

ملک صاحب کے ان بیانات سے ان کا اپنا مقصد تو حاصل ہو رہا ہے ، جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے اشاروں ، کنایوں میں سب کچھ کہ گئے ، ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل باتیں مبہم ہیں جن کی وضاحت فرمادینی چاہئے تھی :-

- ۱- دیوبندی رریلوی اختلافات میں گورنمنٹ برطانیہ نے کس طرح حصہ لیا ؟
- ۲- اصل بیان کرتے کہ کون سی جماعت گورنمنٹ کی پیدا کردہ اور سراسر بدعت کا پلندہ ہے ۔
- ۳- دیوبندی جماعت کے اہل سنت ہونے کا کوئی ثبوت ہے یا محض زبانی دعوئے ہی کافی ہوا کرتا ہے ؟
- ۴- اختلاف کی طویل اور دردناک داستان تاریخ کی روشنی میں ، جمالی طور پر تو بیان کرتے

یا تذکرہ ہی نہیں کرنا تھا ؟

۵۔ غلط درغلط فتوے کس نے جاری کئے تھے ؟ ایک آدھ فتویٰ نقل کر کے اس کی غلطیاں نکالنی تھیں !

۶۔ اللہ تعالیٰ نے تو واقعی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے ، اللہ تعالیٰ کے آخری رسول نے یقیناً مسلمانوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے لیکن اپنی خاد سار اصطلاحیں دیکھ کر بتانا تو سہی کہ کیا موجد مشرک کو بھی خدا نے بھائی بھائی بنایا ہے ؟ کیا فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے توحید پرستوں اور مشرکوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے ؟

۷۔ عوام کون سے غلط درغلط فتوے سے بچیں ؟

۸۔ اللہ تعالیٰ نے تو واقعی فرمایا ہے کہ گردہ گردہ نہ بنو لیکن وضاحت فرماتے کہ اس حکم کے خلاف ورزی کرنے والے کون تھے ؟ انہوں نے کب اور کیوں اس حکم کی خلاف ورزی کی ؟ کیا اس وضاحت کے نام سے کلیجہ دھڑکتا ہے ؟

۹۔ اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو یہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

شاید مذکورہ امور کی وضاحت کرنے سے ملک صاحب شرماتے اور چھپکھپاتے ہوں گے ، دریں

حالات یہ دردناک فریضہ ادا کرنے کی مساعداً رقم الخروف حاصل کر لیتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان

میں فرقہ سازی اور گردہ بندی کا سنگ بنیاد انگریزوں نے مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ/

۱۸۳۱ء) سے رکھوایا۔ موصوف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء)

کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کے پوتے تھے ،

اس خاندانِ عالی شان کی متحدہ ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک بھی شہرت تھی ۔ موصوف چونکہ

منجیل، جدت پسند، آزادمنش اور مطلق العنان تھے لہذا برٹش گورنمنٹ کی نظر انتخاب پر پڑ گئی اور "من تو شدم تو من شدی" والا معاملہ ہو گیا۔ مولوی عبدالحی دہلوی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۸۳۸ء) میرٹھ میں کپنی کے ملازم تھے، معاملہ ان کی معرفت پایہ تکمیل کو پہنچا ہوگا۔ حکومت کی طرف فرمائش تھی کہ اپنا خاندانی مذہب چھوڑ کر اگر محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۲ھ / ۱۷۸۷ء) کا مذہب اصلاح کے نام پر مسلمانوں میں رائج کر دئے تو مذہب مانگی مراد پاؤ گے۔ اہل سنت کے مشہور و معروف گھرانے کا ایک نوجوان عالم جب خارجیت و نجدیت کا دماغ کھینے لگا تو پہلے مچی، پھر میگوئیاں ہونے لگیں، دوستوں رفیقوں نے ٹوکا، استادوں اور بزرگوں نے سمجھایا تو کہیں خاموشی، کہیں ٹال مٹول، بیچوں کا کنا سر ماتھے، لیکن پر تار وہیں رکھا کیونکہ اندرون خانہ مسلمانانِ پاک و ہند سے علیحدہ اپنا "محمدی گروہ" بنایا جا رہا تھا، مرزا حیرت دہلوی کا حیرت انگیز انکشاف ملاحظہ فرمائیے۔

"آپ نے پہلے چند بڑے بڑے ہمساشوں کے سرغٹوں کو اپنی جادو

بھری تقریر سنا کے مرید کیا اور انہیں اپنا یسا معتقد بنایا کہ وہ اپنی جان

قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مصلحت اس کی متقاضی تھی کہ یہ کارروائی کی

جائے کیونکہ دن بدن مخالفت کی لگ بھڑکتی جاتی تھی" لے

یہ تھی مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے "محمدی گروہ" کی خشیتِ اول، اور یہ تھے موصوف کے

ایمان و انصار،

سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہِ دل اللہ اور شاہِ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہما کے لاکھوں مرید اور

خاندان والے کیوں مولانا کی مدد نہیں کر رہے تھے کہ انہیں ہمساشوں کے سرغٹوں سے مدد دینی

پڑی۔ گھرا درباہر کی تائید و حمایت سے محمدی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ خاندانی مذہب چھوڑ کر خاریجیت کے مبلغ بنے تھے، اسی سلسلے کی اگلی کڑی ملاحظہ ہو :-

”اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ کئی برس تک پیارے شہید کے متعقدین اتنے کم رہے جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا، مگر اس نکامی سے کسی قسم کی دل شکنی مولانا شہید کو حاصل نہ تھی“ :-

اگر موصوف اپنے خاندانی مذہب پر جوتے تو اس خاندان اور اس کی عقیدت کا دم پھرنے والے تو عدد شمار سے باہر تھے لیکن مولانا اسماعیل کے متعقدین کا انگلیوں پر گنا جانا یہی ظاہر کرتا ہے کہ اپنے خاندان اور خاندان کے متعقدین سے اپنی رابطہ ٹوٹ چکا تھا، اس لئے اگلی کڑی ملاحظہ ہو :-

”جب اس قسم کے دفعہ ہونے لگے تو دو چار جگہ لاطنی بھی چل گئی کیونکہ

اب محمدیوں کا گردہ بھی بڑھتا جاتا تھا“ :-

”محمدی گرد“ کے بارے میں موصوف کے عاشق زار دسوانچ نگار مرزا حیرت دہلوی مزید

یوں لکھتے ہیں :-

”پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ ہم محمدی ہیں، چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اس ضلع میں اتنے محمدی آباد ہیں اور اس ضلع میں اتنی تعداد مسلمانوں کی ہے“ :-

۷

۷۹ ایضاً ص ۹۹

۷۷ ایضاً ص ۷۷

۷۸ ایضاً ص ۷۸

موصوف اپنے فائدان سے مخالفت کے بارے میں مولانا اعتراف علی تقانوی (المتوفی

۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) لکھتے ہیں :-

”مولانا اسماعیل شہید موجد تھے، چونکہ محقق تھے چند مسائل میں

اختلاف کیا اور مسلک پران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پر انکار

فرمایا“ لہ

اس مخالفت کی کہانی تقانوی صاحب کی زبانی مزید سنئے اور خود قیہم افذ کیجئے :-

شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی محمد اسماعیل

صاحب سے کہہ دیا تھا کہ تم دفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ

فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی محمد اسماعیل

صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال

کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے من تسلک

بسنتی عند فساد اہتی فلا احبر ماۃ

شہید کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا، عوام میں

غزدر شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے عبدالقادر صاحب

سے اس کا جواب بیان کیا، اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب

نے فرمایا بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو

ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ

موصوف اپنے فائدہ ان سے مخالفت کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی (الموتوی

۱۳۶۲/۱۹۴۳ء) لکھتے ہیں :-

”مولانا اسماعیل شہید موجد تھے، چونکہ محقق تھے چند مسائل میں

اختلاف کیا اور مسلک پران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پرانکار

فرمایا“ لے

اسی مخالفت کی کہانی تھانوی صاحب کی زبانی مزید سنئے اور خود قیہمہ اخذ کیجئے :-

شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی محمد اسماعیل

صاحب سے کہہ دیا تھا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ

فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی محمد اسماعیل

صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر علوام کے فتنہ کا خیال

کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے من تسلك

بسنتی عند فساد اہتی فلہ اجر مائتہ

شہید کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا، علوام میں

مزدور شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے عبدالقادر صاحب

سے اس کا جواب بیان کیا، اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب

نے فرمایا بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو

ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ

دکھانے کی غرض سے ان کی پیش کردہ ایک آیت سے آنجناب کی کارگزاری دکھائی ہے۔ معلوم نہیں ملک صاحب اس سے کوئی اچھا اثر لے کر اپنی روش پر نظر ثانی کرنے میں بہتری سمجھیں گے یا اس خیر خواہی پر اٹھے اس احقر کو مورد الزام اور نشانہ طعن و تشنیع بنائیں گے، حالانکہ

س من آنچه شرطِ بلاغ است با تومی گویم !

تو خواہ از سخنم پسند گیر و خواہ طالع

۱۳۔ حضرت مجدد العرفانی قدس سرہ کی تصانیف اور خصوصاً آپ کے مکتوبات شریف

کا مطالعہ کرنے والوں پر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مجدد صاحب نے کتنے ہی مقامات پر اپنے کشف کا ذکر فرمایا ہے بلکہ اسے یقین کا درجہ دیا ہے اور مقام استدلال میں تبعا ان کا تذکرہ کیا ہے۔ خود ملک صاحب نے تعلیمات مجددیہ میں ایسی کسی عبارتیں نقل کی ہیں لیکن اس کے برعکس مولانا محمد اسماعیل دہلوی یوں فتوے صادر فرماتے ہیں :

”اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے

ہیں، کوئی کشف کا دعویٰ رکھتا ہے، کوئی استخارہ کے عمل سکھاتا

ہے، کوئی تقویم اور پتر نکالتا ہے، کوئی رمل اور قرعہ پھینکتا ہے،

کوئی فال نامہ لئے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے اور دغا باز، ان کے

جال میں ہرگز نہ پھنسا چاہئے“

کاش تعلیمات مجددیہ میں خود ملک صاحب ہی یہ فیصلہ فرما دیتے کہ فریقین میں سے

کون جھوٹا اور دغا باز ہے۔ دہلوی صاحب کا ساتھ دیتے تو مجدد صاحب کو جھوٹا اور دغا باز ماننا

پڑتا ، اگر مجدد صاحب کو سچا مانتے تو دہلوی صاحب کو حضرت مجدد العتباتی رحمۃ اللہ علیہ کا
مخالفت ماننا پڑ جاتا ۔ اگر ملک صاحب اب بھی یہ فیصلہ فرمادیں تو بہتوں کا بھلا ہوگا ۔

دیکھئے اس بجر کی تہ سے اچھلتا ہے کیا

گنبد نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا

ملک صاحب سے یہ بھی گزارش ہے کہ تعلیمات مجددیہ کے صفحہ ۴۰۱ پر امام ابو الحسن عشریؒ لکھا
ہے اور صفحہ ۴۵۱ پر حضرت مجدد العتباتیؒ قدس سرہ کا سن وفات ۶۳۲ھ اور مولانا عبداللہ دین رومی
رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲۷۳ھ مندرج ہے ، ایسی چھوٹی موٹی کتنی ہی غلطیاں ہیں اگر ان کی طرف بھی توجہ
فرمائی جائے تو حرج کوئی نہیں ۔ نیز غلط حوالوں سے پرہیز کیا جائے تو اچھا ہے ۔ بخوبی طرالت
صرف اشارے پر اکتفا کر رہا ہوں ورنہ کسی صفحات میں یہی امور سماتے ۔

موصوف نے تعلیمات مجددیہ کو اپنے رنگ میں پیش کر کے دہابیت سے اس کی منطقت
ثابت کرنی چاہی تھی لیکن مذہب اہل سنت و جماعت اور خارجیت کا ایک ثابت ہو جانا ناممکن
ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور سے کسی قدر واضح کر دیا گیا ہے ۔ باقی جو حضرات خانہ ساز فیکٹری میں
آیات و احادیث کے من مائے مفہوم مطالب تیار کرتے رہتے ہیں اگر وہ مکتوبات امام ربانی پر
یہی عمل جراحی کر کے دکھائیں تو کونسی جائے تعجب ہے ؟

ابے ہم موصوف کے دوسرے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انہوں نے موجودہ
اہل سنت و جماعت اور حضرت مجدد العتباتیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں تضاد ثابت کرنے
کی مشق فرمائی ہے ۔ اس سلسلے میں ملک صاحب کے الزامات کے جوابات دے کر ہم خود کوئی
فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ قارئین کرام انصاف کے طلب گار ہیں کہ بغیر کسی رعایت کے وہ خود
فیصلہ فرمائیں ، واللہ التوفیق !

ملک صاحب نے لکھا ہے :-

” مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے حج بریلوی حضرات کے نزدیک دورِ حاضر کے مجدد ہیں اور جنہیں حضور پر نور، اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، عظیم البرکت، مجددِ مائتہ حاضرہ، کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے برعکس بدعات کی خوب تلقین کی، بلکہ بدعات کی نشر و اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف رکھی۔“

رکھی۔“

بے شک مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ (المتوفی ۱۳۳۰ھ/۱۹۲۱ء) چودھویں صدی

کے مجدد، اہل سنت و جماعت کے برحق امام اور بزرگانِ دین میں سے ایک مایہ ناز ہستی ہیں، ان کے بارے میں ملک حسن علی صاحب کائنم و غصہ اور ان سے قلبی غیظ رکھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی عجمۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)، امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (المتوفی ۶۰۶ھ) اور امام ربانی حضرت مجدد العیش ثانی (المتوفی ۱۰۳۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے بزرگوں سے بغض و عداوت رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کی آمد سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں معمولی سی تعداد روحانیت کی تھی اور باقی تمام مسلمان وہی تھے جو اہل سنت و جماعت کہلاتے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کے پُر فتن دور میں چونکہ مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا ضروری سمجھا گیا، لہذا حکومت وقت نے اپنے مقصد کے مطابق جبہ و دستار پیدا کئے، ان سے نئے نئے فرقے کھڑے کر دئے، یوں مسلمانانِ پاک و ہند میں

افتراق و انتشار پیدا کر کے ان کی قوت کو توڑا گیا ، اجمہدیت ، دیوبندی ، نیچری ، مرزائی ،
 مکرین حدیث ، خاکسار پارٹی اور جماعت اسلامی وغیرہ مختلف ٹولے اسی منحوس دور کی
 زندہ یادگار ہیں۔ جملہ مبتدعین اپنے روز اول ہی سے اہل سنت و جماعت سے انگریزوں
 کی ہدایت کے مطابق برسہا برس پیکار چلے آ رہے ہیں در انہیں مشرک و بدعتی بتاتے نیز بریلوی
 فرقہ ٹھراتے رہتے ہیں ، اپنی جماعت کے نو پیدا اور سراسر بدعت سیہ ہونے کی طرف سے
 مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی خاطر اہل سنت و جماعت کو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ
 اللہ علیہ کا جاری کردہ فرقہ بتاتے رہتے ہیں اور خود مجددیائے حاضرہ قدس سرہ کے خلاف
 الزامات و بہتانات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر کے ایسی طوفان بد تمیزی کا مظاہرہ
 کیا جو اسے کہ شرافت و دیانت اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

ملک صاحب کا تعلق بھی چونکہ غیر مقلد پارٹی سے ہے لہذا اپنے بڑوں کی تقلید میں
 ادران کی سنت پر عمل کرتے ہوئے موصوف بھلا اہل سنت و جماعت کے اس مایہ ناز بزرگ
 کے خلاف کیوں زبانِ حق دراز نہ کرتے؟ اعلیٰ حضرت کو مورد الزام یہ حضرات کیوں ٹھہرائیں
 جبکہ ان کے بڑوں کا مجدد العتباتی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
 بھی نا طعہ بند کر کے رکھ دیا تھا۔ دلائل باہرہ و براہین قاہرہ کے ذریعے سارے برطانوی
 اور گاندھیوی علماء کو ساکت و صامت کیا۔ مبتدعین میں علم و فضل کے تمام تردد عادی کے
 باوجود آپ کے سامنے بوسنے اور اپنے گھڑے ہوئے عقائد و نظریات کی صحت ثابت کرنے
 کی مجال نہ رہی بلکہ اپنے صریح مجز پر سکوت کی مہر و حیثیت فرماتے رہے۔ فریقین کی تصانیف
 آج بھی اس امر کی واضح شہادت دے رہی ہیں ، جو منصف مزاج فیصلے تک پہنچنا چاہے
 وہ فریقین کی تصانیف کا مقابلہ کر کے اسی مقام پر نہ پہنچے تو ہمارا ذمہ ۔

یہ طرف تماشہ ہے کہ حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ نے اپنے دور کے اہل
 علماء اور جاہل صوفیہ کا تعاقب کر کے ان کے شرک و دفع کیا تو انہیں آج کی جہد پارٹیاں بھی
 مجدد ہی تسلیم کرتی ہیں، لیکن چودھویں صدی میں امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے
 اپنے دور کے ابوالفضل اور فیضی کی یاد تازہ کرنے والے جہد برطانوی اور گاندھیوی علماء کا
 تعاقب کر کے ان کے شرک و دفع کیا تو بعض حضرات اٹھے آپ ہی کو مطعون کرتے رہتے
 ہیں گویا ایسے حضرات کو چڑھویں صدی کے ابوالفضل اور فیضی ہی محبوب ہیں، آخر یہ
 خوفِ خدا و خطرہ روزِ جزا سے عاری ہو کر انصاف اور دین و دیانت کا خون تباہ کئے؟
 تعلیماتِ مجددیہ میں یہ تو لکھ دیا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے بدعات کی نشر و اشاعت
 کے لئے اپنی ساری زندگی وقف رکھی لیکن حق کی حقانیت اور حقیقت کو ملاحظہ ہو کہ موصوف
 کسی ایک بدعت کی نشاندہی نہ کر سکے جس کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے نشر و اشاعت کی ہو، ملک
 صاحب کی خدمت میں اتنا س ہے کہ وہ مذہبِ اہل سنت و جماعت اور تعلیماتِ مجددیہ کی
 روشنی میں ہمیں مطلع فرمائیں کہ مجددِ عالمہ حاضرہ قدس سرہ نے کونسی بدعت کی اشاعت کی تھی!
 ہم بفضلِ تعالیٰ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ملک صاحب اپنی بقیہ زندگی میں ایسی ایک بدعت کی
 نشاندہی بھی نہ کر سکیں گے: **هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ**
صَادِقِينَ۔

کہنے کو ان سے کہ رہا ہوں حالِ دل مگر

دڑ ہے شانِ ناد پر شکوہ گراں نہ ہو

موصوف نے تعلیماتِ مجددیہ میں اہل سنت و جماعت کو مطعون کرنے اور مورد الزام

ٹھہرانے کی خاطر یوں الزام تراشی کی ہے :-

”بریلوی حضرات مذہبی امور میں باوجود حسنی المذہب ہونے کے
ادعا کے مولانا احمد رضا خان صاحب کی تکمیل و تفسیر اور توجیہ و تاویل
کو حربِ آخر مانتے ہیں اور ان کے مقابلے میں کسی دوسرے امام و
محدث و مفسر و فقیہ کو ترجیح دینے پر آمادہ نہیں ہیں“ ۱/ ۱۷

ملک صاحب! آخر قیامت ضرور آئے گی اور ہم سب نے اس روز بارگاہِ خداوندی میں یقیناً
پیش ہونا ہے، وہاں آنجناب سے اسی گپ کے بارے میں پوچھا گیا تو کیا آپ علمائے اہل سنت
و جماعت یعنی اپنے اصطلاحی بریلویوں میں سے کسی ایک بھی ذمہ دار عالم کی نشاندہی کر سکیں گے
جو مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تکمیل و تفسیر وغیرہ کو حربِ آخر قرار دیتا اور ان کے
مقابلے میں کسی امام، مفسر، محدث اور فقیہ کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے؟
ملک صاحب! یقین جانئے کہ آپ اس بلند بانگ جھوٹ شریف کے ثبوت میں ایک
بھی دلیل پیش کرنے سے قاصر رہیں گے، آنجناب کا سیاسی مقصد صرف اتنا ہے کہ اہلسنت
و جماعت کو بریلوی فرقہ ٹھہرایا جائے اور اس کا جاری کرنے والا مولانا احمد رضا خان بریلوی کو
بنایا جائے اور بس! کاش! آپ اتنا سوچنے کی زحمت گوارا فرمائیے کہ زبان زد درمی سخن پروری
الزام تراشی اور دھاندلی سے حقائق بدل نہیں جایا کرتے، مانا کہ اس دنیائے دنی میں اندھیرے
لیکن صبحِ قیامت میں کیا دیر ہے! إِنَّ مَوْعِدَكُمْ لَلصُّبْحِ مَا أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِبَعِيدٍ
۱/ ۱۷ احباب کی یہ شانِ حلیۃ سلامت
دشمن کو بھی یوں زہرا گلے نہیں دیکھا

دیوبندی، بریلوی اختلافات کے بارے میں موصوف نے اپنے تاثرات یوں تسلیم بند

فرمائے ہیں :-

سمندر مستلاطم ہے، ہوا مخالف ہے، ہم سب ایک ہی نادہ
میں سوار ہیں، ہم نے پاکستان کا دفاع کرنا ہے اور اسلام کی
بھی حفاظت کرنی ہے، ہماری گردنوں پر نہایت اہم ذمہ داریاں
سنبھالیں، میرا دوسرے سخن دیوبندی بریلوی مناقشت کی طرف ہے، اس
سلسلہ افتد کی تحم ویزمی گورنمنٹ برطانیہ نے کی۔ یہ فتنہ پھولا اور خوب بڑھا
کس چاہئے تو یہ تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کے رخصت ہونے پر یہ فتنہ خود بخود
فرد ہو جاتا مگر اس کے برعکس اس فتنے نے نہایت خطرناک صورت
اختیار کر لی۔ ایک محاذ پر توجع ہونا درکنار، ایک مجلس میں بھی جمع نہیں
ہو سکتے۔ یہ دونوں جماعتیں بنیادی لحاظ سے اہل سنت والجماعت ہیں

۵

اس سلسلے میں موصوف نے مزید وضاحت کی غرض سے اہل اسلام سے یوں اپیل بھی

کی ہے :-

”جمہور اہل اسلام اور علمائے کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ حالات بدل
چکے ہیں، گورنمنٹ برطانیہ اپنا بستر لوریا اٹھا کر رخصت ہو چکی ہے۔ یہ سب

۵۔ ملک صاحب کو پاپے تھا کہ اہل سنت و جماعت کھتے یا اہل سنت والجماعت (اخترا)

۵۔ تعلیمات مجددیہ ص ۳۲۹، ۳۳۰ -

کرشمے اسی گورنمنٹ برطانیہ کے تھے ، ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے بہت کھیل کھیلے ، یہ سب ایک طویل اور دردناک داستان ہے ، ہمارے بھولے بھالے بھائی اس جال میں شکار ہوتے رہے ، اب حکومت اہل اسلام کی ہے ، ان غلط و درغلط فتوؤں سے بچو ، یہی تقاضا ہے اسلام کا ، اس وقت ہمارے ملک کا ، خدا تعالیٰ نے تم کو بھائی بھائی بنایا ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا ، خدا کا فرمان ہے گردہ گردہ نہ بنو ، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اہل اسلام سب کے سب مل کر اللہ کی مفسیٹو دسی کو تھا مورا' لے

ملک صاحب کے ان بیانات سے ان کا اپنا مقصد تو عا میل ہو رہا ہے ، جو کچھ وہ کہنا چاہتے تھے اشاروں ، کنایوں میں سب کچھ کہ گئے ، ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل باتیں مبہم ہیں جن کی وضاحت فرمادینی چاہئے تھی :-

- ۱- دیوبندی رریومی اختلافات میں گورنمنٹ برطانیہ نے کس طرح حصہ لیا ؟
- ۲- اصل بیان کرتے کہ کون سی جماعت گورنمنٹ کی پیدا کردہ اور سراسر بدعت کا پلندہ ہے۔
- ۳- دیوبندی جماعت کے اہل سنت ہونے کا کوئی ثبوت ہے یا محض زبانی دعوے ہی کافی ہو کرتا ہے ؟
- ۴- اختلاف کی طویل اور دردناک داستان تاریخ کی روشنی میں اجمالی طور پر تو بیان کرتے

یا تذکرہ ہی نہیں کرنا تھا ؟

۵۔ غلط درغلط فتوے کس نے جاری کئے تھے ؟ ایک آدھ فتویٰ نقل کر کے اس کی غلطیاں

نکالنی تھیں !

۶۔ اللہ تعالیٰ نے تو واقعی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے ، اللہ تعالیٰ کے آخری رسول نے

یقیناً مسلمانوں کو ایک ہی لڑی میں پر دیا ہے لیکن اپنی غلط سارا اصطلاحیں دیکھ کر بتانا تو

سہی کہ کیا موجد مشرک کو بھی خدا نے بھائی بھائی بنایا ہے ؟ کیا خردو عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے توحید پرستوں اور مشرکوں کو ایک ہی لڑی میں پر دیا ہے ؟

۷۔ عوام کونسے غلط درغلط فتوے سے بچیں ؟

۸۔ اللہ تعالیٰ نے تو واقعی فرمایا ہے کہ گردہ گردہ نہ بنو لیکن وضاحت فرماتے کہ اس حکم کے

خلاف درزی کرنے والے کون تھے ؟ انہوں نے کب اور کیوں اس حکم کی خلاف ورزی

کی ؟ کیا اس وضاحت کے نام سے کلیجہ دھڑکتا ہے ؟

۹۔ اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی

یہ گھر جو یہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

شاید مذکورہ امور کی وضاحت کرنے سے ملک صاحب شرماتے اور ہچکچاتے ہوں گے ، اور یہ

حالات یہ دردناک فریضہ ادا کرنے کی مساعرا تم الحروف حاصل کر لیتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان

میں فرقہ سازی اور گردہ بندی کا سنگ بنیاد انگریزوں نے مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ /

۱۸۳۱ء) سے رکھوایا ۔ موصوف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء)

کے بھتیجے اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء) کے پوتے تھے ،

اس خاندان عالی شان کی متحدہ ہندوستان میں بلکہ بیرون ملک بھی شہرت تھی ۔ موصوف چونکہ

نچلے ، جدت پسند ، آزادمنش اور مطلق العنان تھے لہذا برٹش گورنمنٹ کی نظر انتخاب پڑھی اور "من تو شدم تو من شدی" والا معاملہ ہو گیا۔ مولوی عبدالحی دہلوی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۸۳۸ء) میرٹھ میں کپنی کے ملازم تھے ، معاملہ ان کی معرفت پایہ تکمیل کو پہنچا ہوگا۔ حکومت کی طرف سے فرمائش تھی کہ اپنا فائدانی مذہب چھوڑ کر اگر محمد بن عبد الوہاب نجدی (المتوفی ۱۳۰۲ھ / ۱۷۸۷ء) کا مذہب اصلاح کے نام پر مسلمانوں میں رائج کر دگے تو منہ مانگی مراد پاؤ گے۔ اہل سنت کے مشہور و معروف گھرانے کا ایک نوجوان عالم جب خارجیت و نجدیت کا وعظ کہنے لگا تو پہل پھی ، چڑھی گئیاں ہونے لگیں ، دوستوں رفیقوں نے ٹوکا ، استادوں اور بزرگوں نے سمجھایا تو کہیں خاموشی ، کہیں ٹال مٹول ، بچیوں کا کنٹرا سمرا تھے ، لیکن پر تالہ وہیں رکھا کیونکہ اذرنک خانہ مسلمانان پاک و ہند سے علیحدہ اپنا "محمدی گروہ" بنایا جا رہا تھا ، مرزا حیرت دہلوی کا حیرت انگیز انکشاف ملاحظہ فرمائیے :-

"آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بہ صاحبوں کے مرغیوں کو اپنی جادو

بھری تقریر سنا کے مرید کیا اور انہیں اپنا یسا معتقد بنایا کہ وہ اپنی جان

قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ مصلحت اس کی تقاضی تھی کہ یہ کارروائی کی

جائے کیونکہ دن بدن مخالفت کی لگ بھڑکتی جاتی تھی" ۱

یہ تھی مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے "محمدی گروہ" کی خشیت اول ، اور یہ تھے موصوف کے

ایمان و انصار ۲

سوال پوچھا جاتا ہے کہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہما کے لاکھوں مرید اور

فائدان والے کیوں مولانا کی مدد نہیں کر رہے تھے کہ انہیں بہ صاحبوں کے مرغیوں سے مدد لینا

پڑی۔ گھرا درباہر کی تائید و حمایت سے محمدی کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ خاندانی مذہب چھوڑ کر غایت کے مبلغ بنے تھے، اسی سلسلے کی اگلی کڑی ملاحظہ ہو :-

” اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ کئی برس تک پیارے شہید کے

معتقدین اتنے کم رہے جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا، مگر اس

کامی سے کسی قسم کی دل شکنی مولانا شہید کو حاصل نہ تھی“ :-

اگر موصوف اپنے خاندانی مذہب پر ہوتے تو اس خاندان اور اس کی عقیدت کا دم پھرنے

والے تو عدد و شمار سے باہر تھے لیکن مولانا اسماعیل کے معتقدین کا انگلیوں پر گنا جانا یہی ظاہر کرتا ہے

کہ اپنے خاندان اور خاندان کے معتقدین سے دینی رابطہ ٹوٹ چکا تھا، اس لئے اگلی کڑی

ملاحظہ ہو :-

” جب اس قسم کے وقفہ ہونے لگے تو دو چار جگہ لائٹ بھی چل گئی کیونکہ

اب محمدیوں کا گردہ بھی بڑھتا جاتا تھا“ :-

” محمدی گردہ“ کے بارے میں موصوف کے عاشق زار دسوانج نگار مرزا حیرت دہلوی مزید

یوں لکھتے ہیں :-

” پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ ہم

محمدی ہیں، چاروں طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اس ضلع

میں اتنے محمدی آباد ہیں اور اس ضلع میں اتنی تعداد مسلمانوں کی ہے“ :-

۳

موصوف اپنے خاندان سے مخالفت کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفی

۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) لکھتے ہیں :-

”مولانا اسماعیل شہید موجد تھے، چونکہ محقق تھے چند مسائل میں

اختلاف کیا اور مسلک پران خود مثل شیخ ولی اللہ وغیرہ پرانکار

فرمایا“ لہ

اس مخالفت کی کہانی تھانوی صاحب کی زبانی مزید سنئے اور خود نتیجہ اخذ کیجئے :-

شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کی معرفت مولوی محمد اسماعیل

صاحب سے کہہ دیا تھا کہ تم رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ

فتنہ ہوگا۔ جب مولوی محمد یعقوب صاحب نے مولوی محمد اسماعیل

صاحب سے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنے کا خیال

کیا جائے تو پھر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے من تسک

بسنتی عند فساد اہتی فله اجر مائة

شہید کیونکہ جو کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا، عوام میں

مزدور شورش ہوگی۔ مولوی محمد یعقوب صاحب نے عبدالقادر صاحب

سے اس کا جواب بیان کیا، اس کو سن کر شاہ عبدالقادر صاحب

نے فرمایا بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو

ایک حدیث کے معنی بھی نہیں سمجھتا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ

سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور یا ٹخنُ فیہ میں سنت کا مقابل

خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے ۱۱۱

مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے بھائی شاہ منصور اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۳ھ /

۱۸۵۶ء) ابن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء)

نے تقویۃ الایمان کے رد میں "معید الایمان" کتاب لکھی اور ان کے برادر حقیقی شاہ محمد سرے

رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "حجۃ العمل فی البطل الجمل" نامی کتاب لکھ کر تقویۃ الایمانی جمالتوں

کی تردید فرمائی اور اپنے خاندانی بزرگوں کی تصانیف سے مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے معتقدات

کارو کیا۔

اس سے پیشتر یہ دونوں بھائی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ /

۱۸۲۲ء) سے فیض یافتہ علماء کرام نے ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۳۰ھ کو جامع مسجد دہلی میں مولانا

محمد اسماعیل و مولانا عبدالرحمن کے خلاف مجلس مناظرہ منعقد کی، یہ پاک دہند کا پہلا سنی و دہلی

مناظرہ تھا۔

جب مولانا محمد اسماعیل دہلوی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ کے اندر رکھیت

رہے تو وہاں بیت نیم جان ہو کر رہ گئی۔ شاہ محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۵ء) کو جانشین

خاندان دہلی ہونے کی بنا پر باقی ماندہ جماعت کا سرگروہ بنایا گیا لیکن موصوف خاموش طبیعت اور

صلح کل تھے، وہاں بیت کی بدنامی کا اعلانیہ دھبہ لگانے سے پرہیز کیا لہذا ایک بورڈ مقرر

کر کے سر زمین حجاز کی طرف ہجرت فرما گئے۔

مذکورہ بورڈ کے صدر مولانا مملوک علی نانوتوی ۱ المتوفی ۱۳۶۷ھ / ۱۸۵۱ء) بنائے گئے جو
 دہلی کالج میں شیعہ عربی کے صدر مدرس تھے، موصوف کی زیر نگرانی برٹش گورنمنٹ نے بڑی رازداری
 کے ساتھ اینگلو انڈین علماء کی کھپ تیار کر دالی اور انہیں جلدی جلدی نئے نظام تعلیم میں منسلک
 کر دیا گیا تاکہ مسلم قوم کو حکومت اپنی منشا کے مطابق ڈھال سکے، اس سلسلے میں پروفیسر محمد ایوب
 قادری یوں رقمطراز ہیں :-

”ان حضرات کے سرکاری اداروں میں تقرر کے لئے دہلی کالج میں تعلیم
 حاصل کرنے کو بھی ایک قسم کی سند خیال کیا گیا اور یہ سمجھایا گیا ہوگا کہ یہ
 حضرات دہلی کالج کے ذریعے طریقہ تعلیم وغیرہ سے واقف ہو چکے ہیں،
 دین اتنی آسانی سے قدیم طرز کے فارغ التحصیل علماء کو گورنمنٹ، سرکاری
 سکولوں، کالجوں اور محکمہ تعلیم کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر نہیں کر سکتی
 تھی“ :-

دہلی کالج کے تربیت یافتہ حضرات کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری نے یوں وضاحت
 فرمائی ہے :-

”مولانا مملوک علی کے صدر مدرس ہونے کی وجہ سے دہلی کالج کی
 تعلیمی سرگرمیاں یقینی آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ایک ایسی کھپ تیار
 ہوئی جس نے نظام تعلیم میں منسلک ہو کر فاطر خواہ خدمات انجام دیں
 مولانا محمد مظہر (مدرس آگرہ کالج)، مولانا محمد منیر (مدرس بریلی کالج)

مولانا محمد احسن (مدرس بنارس و دہلی کالج) ، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی
 (مدرس بریلی کالج و ڈپٹی انسپکٹر مدارس) ، مولانا فضل الرحمن دیوبندی
 (ڈپٹی انسپکٹر مدارس) ، تو خاص ان (مولانا ملک علی) کے اعزہ
 اقارب ہیں۔

”ان کے علاوہ شمس العلماء ڈپٹی شیخ ضیاء الدین ایل۔ ایل۔ ڈی ،
 شمس العلماء مولوی ذکار اللہ ، شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد (ف ۱۹۱۲) ،
 شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰) ، پیرزادہ محمد حسین ،
 (سیشن جج) ، خواجہ محمد شفیع (جج) ، خان بہادر میرناسر علی (ف ۱۹۵۲) ،
 مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹) ، مولوی جعفر علی
 (ف ۱۳۱۲) وغیرہ بہت سے ایسے حضرات ہیں جو اسی دہلی کالج کے
 فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں اور کم و بیش ان تمام حضرات نے نئے
 تعلیمی نظام میں شلک جو کر نمایاں خدمات انجام دیں اور گورنمنٹ نے
 بھی ان کی خدمات کو سراہا اور حسن معاملہ سے نوازا۔“

جب دہلی کالج سے برٹش گورنمنٹ کی مطلوبہ کھیپ تیار ہو گئی تو اس کے کام کو دست دے
 کی غرض سے ایک مرکز کے اسکولی اور دینی تسلیم کے علیحدہ علیحدہ دو مرکز قائم کر دئے جاتے ہیں ،
 مشورہ دیوبندی عالم ، مولانا عبید اللہ سندھی (المتوفی ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء) اس سلسلے میں یوں
 رقمطراز ہیں :-

۱۔ مولانا محمد احسن نانوتوی مطبوعہ کراچی ص ۱۷۷۔

۱۸۵۷ء میں اس جماعت کی مرکزی قوت میں سلطان دہلی کی طرفداری

اور غیر جانبداری کی بنا پر ایک اختلاف رونما ہوا اور یہ جماعت دو حصوں

میں تقسیم ہو گئی۔ مولانا محمد قاسم دہلی کالج کے سزبی حصہ کو دیوبند لے گئے اور سر

سید احمد خان نے کالج کے انگریزی حصہ کو علی گڑھ پہنچا دیا؛ ۱۸۵۷ء

مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبدالخالق قدوسی نے ان دونوں مراکز کی انگریزی دوستی کے بارے میں یہ

دعا فرمائی ہے :-

”دل کا مال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر علی گڑھ ذریعہ اور دیوبند ذریعہ

جماعت گورنمنٹ کے معاملہ میں قدم سے قدم ملاتے نظر آتے ہیں، دونوں

کا مقصد ملی میدان میں مسلمان قوم کو آگے بڑھانا ہے حصول مقصد کے لئے

انگریزوں سے کمال وفاداری کو دونوں ہی ذریعہ سمجھتے ہیں“ ۱۸۵۷ء

مدرسہ دیوبند کے معاونین و اراکین کے بارے میں دارالعلوم دیوبند کے مستم قاری محمد طیب صاحب

یوں دعا فرمائی ہے :-

”اس بنا میں خصوصیت سے حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب قدس سرہ اور مولانا فضل الرحمن صاحب

قدس سرہ قابل ذکر ہیں جن کا ہاتھ ابتدا ہی سے تاسیس مدرسہ میں تھا۔ یہ

حضرات خصوصیت سے حضرت نانوتوی صاحب قدس سرہ کے دست و بازو

۱۸۵۷ء شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۱۱۲۔

۱۸۵۷ء ہفت روزہ الاعتقاد، مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۶۔

رہے ہیں اور بنام بعد بھی اس کی ذمہ دار مجلس کے رکن رکن کی حیثیت سے
مدرسہ کے تمام امور میں ملا شریک رہے ہیں۔" ۱۱

بانیان مدرسہ میں سے مولانا محمد دالحسن (المتوفی ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کے والد مولانا ذوالفقار علی
دیوبندی (المتوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) پہلے بریلی کالج میں مدرس تھے۔ اس کے بعد ڈپٹی انسپکٹر مدرس رہے
اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

دوسرے بانی مولانا شبیر احمد عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء) کے والد مولانا فضل الرحمن دیوبندی
ہیں۔ یہ بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدرس تھے اور اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے۔ اہل ملک ان دونوں
ڈپٹی انسپکٹر مدارس کو "کالا پادری" کہا کرتے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے پر ان دونوں حضرات
کو الہام کیا گیا جو گا کہ ایک اسلامی مدرسہ قائم کرو۔ ان حضرات کے بارے میں مولانا عبدالخالق قادری
لکھتے ہیں :-

یہ میں چند ایسے حضرات میدان میں آئے جن کی پوری تربیت
گورنمنٹ کے قسیمی اداروں میں ہوئی تھی اور سرکاری ملازمت میں رہ کر
وہ اپنے آپ کو گورنمنٹ کے وفادار ثابت کر چکے تھے۔ انہوں نے دیوبند
میں ایک عربی دینی مدرسہ دارالعلوم کی بنیاد رکھ دی۔

ادھر کے بیان کردہ پس منظر میں دیکھا جائے تو دینی تسلیم کا یہ اہتمام
گورنمنٹ انگریزی کی منشا اور پالیسی کے مطابق تھا اور چونکہ اس پہلے دینی
مدرسہ کے بانی اور صدر مدرس دہلی کالج کے تربیت یافتہ اور سرکاری ملازم

میں رہ کر گورنمنٹ کا مکمل اعتماد حاصل کر چکے تھے۔ بڑیہ حضرات ڈپٹی انسپکٹر
مدارس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے اس لئے قدرتا انگریزی گورنمنٹ
نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ بلکہ انگریزی ڈپلومیسی کی روشنی میں دیکھا جائے
تو کوئی بعید نہیں کہ اس مدرسہ کے قیام میں اس حکومت، کا کسی طرح
کا ایثار شامل ہو۔" ۱

دارالعلوم دیوبند کا سب سے پہلا صدر مدرس جس شخص کو بنایا گیا وہ مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی
۱۳۲۶ھ / ۱۸۵۱ء) کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی (المتوفی ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) تھے، پروفیسر
محمد ایوب قادری یوں وضاحت کرتے ہیں۔ ۱

"جب ۱۵ محرم ۱۳۰۳ھ کو مدرسہ اسلامیہ دیوبند قائم ہوا تو مولانا
محمد یعقوب صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس وقت مولانا محمد یعقوب
سرکاری ملازمت سے بیکدوش ہو چکے تھے۔" ۲

صدر دیوبند کے پہلے صدر مدرس برٹش گورنمنٹ میں کیا خدمات انجام دیتے تھے ملاحظہ
فرمائیں۔ ۱

"مولانا مملوک علی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی
اجیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر بنارس، بریلی اور سہارنپور میں
ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔" ۲

۱۔ "تذکرہ اہل مقام" لاہور، بابت ۲۳، اکتوبر ۱۹۷۰ء، ص ۶۔

۲۔ مولانا محمد حسن نانوتوی مطبوعہ کراچی، ص ۱۹۲۔ ۳۔ ایضاً ص ۳۸۔

دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے بارے میں مولانا عبدالخالق

قدوسی یوں لکھتے ہیں :-

” قیام مدرسہ کے بعد سب سے پہلے صدر مدرس کی حیثیت سے جس شخص کا تقرر ہوا وہ مولانا مملوک العلی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ بزرگ بھی ۱۸۵۷ء کے وقت اسی عمدہ پرفائز تھے۔“

۷ داہرن خضرہ کی قابضین کو

رہنابن گئے دیکھتے دیکھتے

برٹش گورنمنٹ نے جب اپنے پروردہ علامہ یعنی ڈپٹی انسپکٹروں سے یہ مدرسہ قائم کروایا تو چند سال بعد اس کا خفیہ معائنہ کر دیا گیا تاکہ دیکھا جائے کہ جس مقصد کی خاطر اس کا قیام عمل میں آیا تھا وہ حاصل بھی ہو رہا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں:

” اس مدرسہ نے یوں ما فیہ ترقی کی۔ ۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز کیشنبہ

لعینٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسے پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا

تو اس نے نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے معائنہ کی چند سطحوں

درج ذیل ہیں :-

جو کام بڑے کاجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے

وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ یہ مدرسہ غلاب سرکار نہیں بلکہ

تعمیر و ترمیم ہو رہی ہے۔ یہاں کے تعمیراتی کاموں کے لیے آٹھ اور ٹیک ہیں
 اعظمی علی ایچ کی ایک دوسرے سے کچھ سلاٹیں، کوئی فن عرصی ایسا
 نہیں جو یہاں تعمیر نہ ہوتا ہو۔ صاحب، مسٹرز، کے لئے تو اس سے
 بہتر کوئی تعمیر اور تعمیر گاہ نہیں ہو سکتی۔ ہمیں جہاں بھی ملتا ہے وہاں
 بھی یہاں تعمیر پاد سے ترقیاتی لٹ سے نہیں۔ اسے صاحب، بنا کرتے
 تھے کہ وہ بیت انگلستان میں انڈیا کا مدرسہ ہے، یہاں انھوں نے
 دیکھا کہ وہاں سے تقریباً تیس سال کی تعلیم کے دست پر ایسی ثابت کرتے
 ہیں کہ باید شاید؟ سے

گورنر کے خفیہ مستند کا معائنہ کرنا آخر کیوں؟ انگریز افسر نے مدرسہ دیوبند، وہاں کی تعمیر اور معقولوں
 کی تعریف کیا اس وجہ سے کی تھی کہ یہاں اسلام کی خدمت کی ہماری تھی؟ کیا انگریز خدمت اسلام سے
 خوش تھے یا اس کے اتصال سے سکون قلب کا سامان پاتے تھے؟ تعریف تو اسی وجہ سے کی گئی ہوگی
 کہ پرنس گورنمنٹ کی جڑیں پیمان تک پہنچانے کے لئے جو کام علی گڑھ، قادیان، ادلی اور لاہور میں ہو
 رہا تھا، یہ مدرسہ بھی کمان رازداری کے ساتھ وہی کام انجام دینے میں مصروف ہے، اسی مقصد کی خاطر
 گورنر نے معائنہ کر دیا جو گاؤں کمان ایک اسلامی مدرسہ اور کمان حکومت کی طرف سے اس کی
 کارکردگی کا جائزہ؟ خود پامر کا یہ اعتراف کہ "یہ مدرسہ غلاب سرکار نہیں بلکہ مجدد و معاون سرکار
 ہے"۔ یار لوگوں کی تمام پادروہ اتادیوں کی جڑیں کاٹ دیتا ہے۔ مولانا عبدالحق قذوسی نے
 اس بار سے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے۔

۱۸۶۵ء میں بننے والے اس دینی مدرسے نے جذبہ جہاد کو سر د کرنے کے لئے اہم کردار ادا کیا اور ہماری لائے ہی وہ خدمت جلیلہ ہے جسے مسٹر پامرا اپنے الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ "دوسرے محمد و معادنِ سرکار ہے؟"

۷

۵ دل کے بھپو لے جل لٹھرنے کے دانے سے

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اسی طرح رجب ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۴ء میں "مظاہر العلوم" کے نام سے مدرسہ دیوبند کے چھ ماہ بعد سہارنپور میں دوسرا دینی مدرسہ قائم کیا گیا۔ اس کے پہلے شیخ الحدیث مولانا محمد مظہر نانوتوی (المتوفی ۱۲۰۲ھ / ۱۸۸۵ء) تھے۔ موصوف مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۳۶۴ھ / ۱۸۵۱ء) کے شاگرد و عزیز شاگرد اور دہلی کالج کے تربیت یافتہ تھے۔ آگرہ کالج میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ ریٹائر ہونے پر انہیں بھی شاید دینی مدرسہ قائم کرنے کا اہتمام ہو گیا ہوگا۔ موصوف کے دست راست ان کے برادر خورد مولانا محمد منیر نانوتوی تھے جو دہلی کالج کے تعلیم یافتہ اور مولانا مملوک علی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے بریلی کالج میں تعلیمی خدمات سر انجام دیں اور ریٹائر ہو کر دو سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے، قیسر بھائی مولانا محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۲ء) تھے۔ یہ بھی دہلی کالج کے پروردہ تھے جو بنارس کالج اور بریلی کالج میں تعلیمی فرائض ادا کرتے رہے۔ یہ سب مدرسہ دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے قیام اور قائم کرنے والوں کی مختصر تاریخی کھمائی خود ان کی زبانی۔ اب ذرا اپنے دینی اور تعلیمی بزرگوں کے برٹش گورنمنٹ کے بارے میں چند بیانات اپنوں

کی دہائی ہی ملاحظہ فرمائیے۔

۱۲۳۱ء تک سید احمد صاحب امیر خان کی ملازمت میں رہے مگر ایک ناموری کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خان کی صلح کرادی اور آپ ہی کے ذریعہ سے جو شہر بعد ازاں دئے گئے اور جن پر آج تک امیر خان کی اولاد حکمرانی کرتی ہے، دینے کے پائے تھے۔ لارڈ ہیشنگ سید احمد صاحب کے بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا، دونوں لشکروں کے ہجے میں ایک خیر کھڑا کیا گیا اور اس تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خان لارڈ ہیشنگ اور سید احمد صاحب، سید احمد صاحب نے امیر خان کو بڑی شکل سے شیش میں اتارا۔" ۱۔

سید احمد صاحب سے جہاد کی تیاری کے موقع پر کسی نے پوچھا کہ آپ اتنی دور رسکوں سے گزرنے تو جہاد ہے ہیں لیکن انگریزوں سے گھر بیٹھے کیوں نہیں لڑتے؟ جب کہ انہوں نے ہماری آزادی سلب کی ہوئی ہے، موصوف نے اس کا طولانی جواب دیا جس کا آخری حصہ مولانا محمد جعفر نقانیرسی کے لفظوں میں یوں ہے۔

"انگریزی سرکار کو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرائض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں علانیہ دغظ کئے اور ترویج مذہب کرتے ہیں، وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی بلکہ ہم پر اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اس کو مزادینے کو تیار ہیں۔ ہمارا اصل

کام اشاعت توحید النہی اور احیائے سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بارودک
 ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے
 جہاد کریں اور اصول مذہب کے خلاف بلاوجہ طرفین کا خون گرا دیں؟ لہ
 تقابیری صاحب اسی سلسلے میں مزیدیوں وضاحت بھی فرمائی ہوئی ہے :-

” اس سونخ اور مکتوبات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ

سید صاحب کا انگریزی سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا، وہ اس آغا
 علمداری کو اپنی ہی علمداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر انگریزی
 سرکار اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید
 صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچی مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی
 تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔“ لہ

برصغیر پاک و ہند میں وہابیت کا سنگ بنیاد رکھ کر اہل سنت و جماعت کی جمعیت کو پارہ پارہ

کرنے والے مولانا محمد اسماعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۳۶ھ / ۱۸۳۱ء) کے نظریہ جہاد کے بارے میں
 سرسید احمد صاحب یوں اپنی معلومات قلمبند کرتے ہیں :-

” ایک مرتبہ وہ کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کا وعظ فرما رہے تھے

اشائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا کہ تم انگریزوں پر

جہاد کا وعظ کیوں نہیں کرتے؟ وہ بھی تو کافر ہیں! اس کے جواب میں

لہ حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۱۔

لہ ایضاً ص ۱۷۱۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں " ۱۱

مرزا حیرت دہلوی نے اسی واقعہ کو اپنے لفظوں میں یوں بیان کیا ہے :-

" کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے ، تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتوے کیوں نہیں دیتے ؟ آپ نے جواب دیا ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے ایک تو ان کی رعیت ہیں ، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے ، ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے ، بلکہ ان پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آٹھ نہ آنے میں " ۱۲

آج کل کے بعض نام نہاد دہلوی مورخین سید احمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کی تحریک جہاد کا رخ انگریزوں کی طرف بغیر کسی ثبوت کے پھیر کر اپنے تاریخ چور اور انصاف کش ہونے کا ثبوت پیش کرتے رہتے ہیں ۔ ان کے بارے میں مولانا محمد اسماعیل پانی پتی نے یوں

وضاحت کی ہے :-

” سرسید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید، انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا بلکہ سرسید کے اس بیان کی تائید بعد کے متعدد مورخوں نے بھی کی ہے چنانچہ نواب صدیق حسن نے ترجمانِ دہلیہ مطبوعہ امرت سر کے صفحہ ۲۱، ۸۸ پر، نیز سوانح احمدی مؤلفہ محمد جعفر تھانیسری میں بیس مقامات پر، اسی طرح حضرت شاہ اسماعیل کے سوانح موسوم حیاتِ طیبہ کے صفحہ ۱۸۹، ۲۹۲، ۲۹۳ پر اس خیال کو پیش کیا گیا ہے مگر حال میں بعض اصحاب نے ان حقائق کے برخلاف یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل کا اصل مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے حضرات کا یہ بیان واقعات کے مطابق نہیں اور نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے “ لے

ملک صاحب! بہتر معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب کے بیان ” اس فتنہ کی تخم ریزی گورنمنٹ برطانیہ نے کی “ اور ” یہ سب کرشمے گورنمنٹ برطانیہ کے تھے “ کی تائید و تصدیق میں چند اور خوشنما چہروں سے نقاب کشائی کا دیانت داری کے ساتھ فریضہ ادا کروں تاکہ آج انصاف پسندا و متلاشیانِ حق کو، جو حق و باطل اور کفر سے کھوٹے کا امتیاز کرنے میں دقت پیش آرہی ہے اس کا ازالہ ہو سکے۔

۱۱ جو حضرات اپنے علماء کو اذبا باآتمن دون اللہ بنا کر نہ صرف ان کے عقیدت مند بلکہ بجا رہی بنے بیٹھے ہیں اور غصا پرستی کے نام پر فرقہ پرستی ہی کو اپنا دین و ایمان بنائے رکھنے پر مصر ہیں، ان کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں اور نہ ہم ان سے مخاطب ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوے جاری کیا۔ اکثر علماء اہل سنت نے آپ کے فتوے کی تائید و تصدیق کی اور یہ حضرات انگریزوں کے خلاف اپنی پوری صلاحیتیں وقف کئے ہوئے تھے اس وقت سید احمد صاحب کے ایک مرید اور ان کی تحریکِ جہاد کے سرگرم کارکن یعنی مولانا محبوب علی نے کیا پارٹ ادا کیا؟ یہ مرید احمد خان صاحب کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے:-

• شاید اس مضمون کے بڑھنے والے اس عجیب بات کے سننے سے

بھی خوش ہوں۔ گنہ مولوی محبوب علی صاحب وہی شخص تھے جن کو ۱۸۵۷ء

میں باغیوں کے سرفراز بخت خان نے مین ہنگامہ غدار میں طلب کیا اور

ان سے یہ درخواست کی کہ آپ اس زمانے میں انگریزوں پر جہاد کرنے

کی نسبت ایک فتوے اپنے دستخط کریں مگر مولوی محبوب علی صاف انکار

کیا اور بخت خان سے کہا ہم مسلمان گورنمنٹ انگریزی کی رعایا ہیں۔ ہم

اپنے مذہب کی رو سے اپنے مالکوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور طرہ

بریں یہ ہوا کہ جو ایذا بخت خان اور اس کے بیوقوفوں نے انگریزوں کی میموں

کو دی تھی اس کی بابت بخت خان کو سخت لعنت ملامت کی " لہ

سید احمد صاحب کے ایک اور مرید و خلیفہ یعنی مولانا کلیمت علی جون پوری نے انگریزوں کی حمایت اور مجاہدین آزادی کے خلاف جو فتوے جاری کیا تھا اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مشہور انگریز مورخ ولیم ہنٹر نے لکھا ہے :-

”یہ بڑا ہی مبارک واقعہ ہے کہ جس ضلع (جون پور) سے ہندوستان کے سب سے بڑے مسلمان بادشاہ (اکبر) کے خلاف بغاوت کا فتویٰ شائع ہوا تھا، اس نے ایک ایسا عالم بھی پیدا کر دیا جس کا فتوے انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کو سختی سے منع کرتا ہے“ لے

شاہ محمد اسحق دہلوی (المتوفی ۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء) کے بعد مولانا مملوک علی نانوتوی (المتوفی ۱۳۲۲ھ/۱۸۵۱ء) پر اصرار دہا بی بیڑے کے امیر البحر بنے۔ یہ دہلی کا رہا جس میں شہر عربی کے صدر اور برٹش گورنمنٹ کے لئے مطلوبہ علماء کی کھپ تیار کرنے پر متین تھے۔ موصوف کے بارے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں :-

”دہلی کاؤچ کے تمام انگریز پرنسپلوں کے وہ معتمد تھے۔ کلچ کی پورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز پرنسپل مولانا مملوک علی پر بہت اعتماد کرتے تھے اور ہر سال لاہور پورٹ میں ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے ، ایک موقع پر گورنر جنرل بہادر نے مولانا مملوک علی کو انعام سے بھی نوازا۔ صورت یہ ہوئی کہ ۵ آگست ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل بہادر نے دہلی میں دربار کیا۔ ۱۷ نومبر کے دربار میں ۲۷ حضرات کو انعام د

اکرام سے نوازا۔ مولانا ملوک العلی مدس اول کو خلعت سے پارچہ ہمت

ہوا۔ ۱۹۱۰ء

دہلی کانج سکے پر درود اور مولانا ملوک العلی کے شاگرد مولانا سمیع اللہ دہلوی کے بارے میں
پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں :-

۱۶ دسمبر ۱۸۸۴ء کو مولوی سمیع اللہ مصر میں انگریزوں کے

اقتدار کو مضبوط کرنے کی غرض سے پرنٹنگ مشین پر مصر گئے اور وہاں

انہوں نے جمال الدین افغانی کی تحریک کو نقصان پہنچایا۔ ان خدمات

کے صلے میں ان کو سی۔ ایم جی کا خطاب ملا، ۱۹۱۰ء

مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلوی بھی دہلی کانج کے تربیت یافتہ اور مولانا ملوک علی کے شاگرد

تھے۔ موصوف کے سوانح نگار یعنی افتخار عالم بگرامی نے ان کا ایک بیان یوں نقل ہوا :-

”شکر ہے کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسوں کی، جن کی مملداری میں

ہم کو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہے“ ۱۹۱۰ء

مولانا محمد احسن نانوتوی (المتوفی ۱۳۱۲ھ) بھی دہلی کانج کے فیض یافتہ نیز مولانا ملوک علی کے

شاگرد اور عزیز تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ بریلی کانج میں تدریسی خدمات انجام دے

رہے تھے۔ موصوف کی شریعت میں انگریزوں کی فلاحی سے نجات پانے کی کوشش کرنا ناجائز تھی

اس سلسلے میں پروفیسر محمد ایوب قادری یوں وضاحت فرماتے ہیں :-

۱۹۱۰ء مولانا محمد احسن نانوتوی مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء ص ۱۰۶۔ ۱۹۱۰ء ایضاً ص ۱۸۳۔

۱۹۱۰ء مولانا محمد احسن نانوتوی مطبوعہ شمس پریس دہلی ص ۱۳۷۔

” ۲۳ مئی ۱۸۵۷ء کو نادر احمد کے بعد مولانا محمد احسن صاحب نے

بریلی کی مسجد نو محمد میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا

کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔ نواب بہادر خان کاشغر

بریلی مسٹر ایگزیکٹو کے بظاہر مددگار تھے اور نواب صاحب پر کاشغر بریلی

کو پورا اعتماد تھا۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز مورخ رقمطراز ہے :-

پچھلے صدی کے ...۔ محافظ (محافظ رحمت علی) کے پوتے خان بہادر

نے کاشغر بریلی کی کوشش کی پوری پوری تائید کی اور کالج (بریلی کالج) سے

منسلک ایک مولوی (مولانا محمد احسن نانوتوی) نے مسجد میں تقریر کی

اور اس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف شرع ہے۔ ” لے

بریلی کے غیر مسلمانوں پر اس تقریر کا جواثر ہوا وہ بھی پروفیسر محمد ایوب قادری کے لفظوں

میں ^{حفظ} ملتا ہے :-

” اس تقریر نے بریلی میں آگ لگا دی اور تمام مسلمانوں نے مولانا محمد احسن

نانوتوی کے خلاف ہو گئے۔ اگر کو تو الی شہر شیخ بدر الدین کی فحاشی

پر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ” لے

غیر مقلدین کے وکیل مولانا محمد حسین بٹالوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) نے انگریز کے خلاف جہاد

کو خلاف شرع بتاتے ہوئے ایک فتویٰ رسالے کی شکل میں شائع کیا۔ اس پر تمام غیر مقلد علماء کی سربراہی

کروائی گئی اور اس کو پورے پاک و ہند میں مشترک کیا گیا۔ موصوف کی اس کارگزاری کا حال نواب

لے مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۵۰ - کے ایضاً ص ۵۱ -

صدیق حسن خان بھوپالی رئیس الوداعیہ کی زبانی ملاحظہ ہو :-

” ۱۸۷۵ء میں مولوی محمد حسین سرگودہ موصدین لاہور پنجاب و سوال
 و سدا اور اس فتوے کے آیا بمقابلہ گورنمنٹ ہند ، مسلمانان ہند کو جہاد
 کرنا اور اپنی مذہبی تقلید میں ہتھیار اٹھانے چاہئے یا نہیں ؟ یہ جواب
 دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ جہاد جنگ مذہبی بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا
 بمقابلہ اس حاکم کے کہ جس نے آزادی مذہبی دے رکھی ہے اور از روئے
 شریعت اسلام علما و فلاں و ممنوع ہے اور وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش
 گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے کہ جس نے آزادی مذہب دی
 ہے ، ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ کل ایسے
 لوگ باغی ہیں اور مستحق سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔“

پوری اہل حدیث جماعت نے اس فتوے کی جس طرح تصدیق و تائید کی وہ نواب صاحب کی

زبانی ملاحظہ ہو :-

” پھر مولوی محمد حسین نے اپنے اس دعوے اور جواب کی تصدیق
 میں کل علماء ملک پنجاب و اطراف ہند کے پاس اپنے جوابی فتوے
 جوابی کو بھیج دیا اور اچھی طرح سے مشورہ کیا اور کل علماء ہند و ملک پنجاب
 سے اس بات کی تصدیق میں اقرار مہری اور دستخطی کرا لیا کہ علما مسلمانان
 ہند کو ہتھیار اٹھانا اور جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کرنا خلاف سنت
 سنت و ایمان موصدین ہے اور نیز کل علماء ملک پنجاب دہند نے
 تائید قول مولوی محمد حسین کی کی ہے اور اپنے اپنے دستخط و مہر کر کے

مولوی محمد حسین کو اس فتوے میں بہت سچا اور پکا کہا ہے اور سب نے
 اپنی اپنی رفنائے اسلامی و ایمانی سے اس فتوے کو قبول کیا ہے اور
 جانا اور مانا ہے کہ بمقابلہ گورنمنٹ ہند فرقہ ہنودین کو ہتھیار اٹھانا فلاح
 ایمان و اسلام کے ہے۔ پھر مولوی محمد حسین نے اس بات کی استدعا
 کی تھی کہ دہا بیان ملک ہزارہ کے نزدیک ایک عالم اپنی بذریعہ مسلمانان
 ہند کے بھیجا جاوے اور وہ مع اس فتوے کے جا کر اس نا سمجھ کردہ کو
 مطلع کر دے کہ جہاد بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند کے ممنوع ہے اور نیز
 ان کو آگاہ کر دے کہ ان کی اس نافرمانی کے خوئیزی و قتال و جہاد پر
 سخت گناہ ثابت ہے اور سب کا گناہ ان کے سر پر دار و شرعی ہے
 اور جو کہ از روئے شریعت اسلام برٹش گورنمنٹ ہند سے جہاد کرنا
 خلاف طریقہ اسلام و شریعت حقہ کے ہے۔ اس لئے ان کو خیر خواہ
 گورنمنٹ ہند میں برابر مستعد رہنا چاہئے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء) کے مذکورہ فتوے کے بارے میں پروفیسر

محمد ایوب قادری یوں رقمطراز ہیں :-

”مولوی محمد حسین بٹالوی نے سرکار برطانیہ کی وفاداری میں جہاد

کی غسوفی پر ایک مستقل رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ ۱۲۹۲ھ

میں لکھا۔ انگریزی اور عربی زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔ یہ رسالہ

سرچارلس ایچ سن اور سر جیمس لائل گورنران پنجاب کے ۴۴ مضمون کیا گیا۔ مولوی
محمد حسین نے اپنی جماعت کے علماء سے رائے لینے کے بعد ۱۲۹۶ھ میں رسالہ
اشاد السنۃ کی جلد دوم شمارہ گیارہ میں بطور منہجہ شائع کیا، پھر مرتبہ مشورہ
اور تحقیق کے بعد ۱۳۰۶ھ میں باضابطہ کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔
۱۔

مشورہ غیر مقلد عالم مولانا مسعود عالم ندوی نے اس سلسلے میں یہ انکشاف بھی کیا ہے۔
نمبر اول رتقہ رالیوں کا بیان ہے کہ اس کے معارضے میں سرکار
انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔ ۱۔

مولانا محمد حسین بٹاوی (المتوفی ۱۳۳۸ھ) کو اپنے اس فتوے پر بڑا ناز تھا۔ وہ ۱۵ سے اپنا
عظیم النیتر کارنامہ شمار کیا کرتے تھے یعنی ان سے بڑھ کر گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی کا حق کسی ہندی
عالم سے انجام نہیں دیا جاسکا تھا۔ اس امر کی وضاحت پروفیسر محمد ایوب قادری نے یوں فرمائی
ہے۔ ۱۔

اگرچہ اس مضمون (منسوخی جہاد) کے رسائل گورنمنٹ اور ملک کے
خیر خواہوں نے بھی لکھے ہیں لیکن جو ایک خصوصیت اس رسالے میں ہے
وہ آج تک کسی تالیف میں پائی نہیں جاتی وہ یہ ہے کہ رسالہ صرف مؤلف
کا خیال نہیں رہا۔ اس گروہ (غیر مقلدین) کے عوام و خواص نے۔۔۔۔۔
اس کو پسند کیا اور اگلے اپنے آراء کا توافق ظاہر کیا۔ اس توافق رائے حاصل

کرنے کے لئے مولف نے عظیم آباد پڑھنے تک ایک سفر کیا تھا جس میں مولف کو
 کو یہ رسالہ سن کر اتفاق حاصل کیا اور جہاں خود نہیں پہنچا وہاں اس رسالے
 کی متعدد کاپیاں ارسال کر کے توافق حاصل کیا ۵

مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۹۰۸ء) سے پہلے سید احمد خان تازاں تھے کہ برٹش گورنمنٹ کی
 خیر خواہی میں انہیں پشاور سے اس کماری تک اپنا کوئی حریف نظر نہیں آتا تھا لکن مولانا محمد حسین
 بٹالوی نہ صرف ان کے مد مقابل بن سکے بلکہ ایک لحاظ سے گوئے بوقت لے گئے۔ مولانا اور ان کی
 جماعت کو خود اس بات کا احساس تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری نے موصوف کا ایک ایسا ہی
 فخریہ، معنی خیز اور قابل غور بیان ان کے اشاعت السنہ لاہور کی جلد ۸، شمارہ ۹ کے صفحہ ۲۶۲ سے
 یوں نقل کیا ہے :-

”اس گروہ اہل حدیث کے خیر خواہ و وفادار رعایا برٹش گورنمنٹ
 ہونے کی ایک بڑی اور روشن اور قوی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ
 کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بترجیح
 ہیں اور اس امر کو اپنے قوی دلیل، اشاعت السنہ کے ذریعہ سے جس کے
 نمبر ۱ جلد ۴ میں اس امر کا بیان ہوا ہے (اور وہ نمبر ہر ایک کوکل گورنمنٹ
 اور گورنمنٹ آف انڈیا میں پہنچ چکا ہے) گورنمنٹ پر بخوبی ظاہر اور مدلل
 کر چکے ہیں جو آج تک کسی اسلامی فرقہ رعایا گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کیا اور
 نہ آئندہ کسی سکے اس کے ظاہر ہونے کی امید ہو سکتی ہے“ ۵

۵ محمد ایوب قادری مقدمہ حیات سید احمد شہید مطبوعہ نقیض اکیڈمی کراچی ص ۲۵

یہ تو شاید ملک حسن علی صاحب ہی بتا سکتے ہیں کہ مولانا محمد حسین جالوی کے بیان " یہ لوگ (غیر مقلدین) برٹش گورنمنٹ کے ذریعہ حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں " کی شہ میں کیا نظر آ رہا ہے؟ شاید یہاں کوئی الہام باقی رہ گیا ہو لہذا موصوف کا اس سے بھی صاف اور صریح بیان ملاحظہ فرمائیے :-

" یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو فاصلہ حاصل کر اس سلطنت میں حاصل ہے بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں " لہ

ملک صاحب! جب ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو انگریزوں نے بوریالستر گول کیا اور پاکستان کے نام سے ایک نئی اسلامی حکومت منموہستی پر نمایاں ہوئی تو مولانا محمد حسین جالوی اور یہاں نذیر حسین دہلوی کی جماعت کے دلوں پر کیا گزری ہوگی؟ شاید اسی وجہ سے گورنمنٹ برطانیہ کے قائم کردہ فرقے قیام پاکستان کی رکاوٹ کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے مٹھے اور جب پاکستان بن گیا تو یہی گوشش رہی کہ کسی طرح حقیقت میں یہ اسلامی مملکت نہ بن جائے ورنہ ہمیں جعفر بنگال و صادق دکن کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا۔

ملک صاحب! اس فرقہ بازی کا پاک و ہند میں سنگ بنیاد رکھنے والے مولانا محمد اسماعیل

دہلوی ہیں جنہوں نے اپنی نوزائیدہ جماعت کا نام "محمدی گروہ" رکھا اور اس میں سب سے پہلے بدعاشوں کے سرغٹوں کو حصول برکت کی خاطر شامل کیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ اس وقت مسلمانانِ پاک و ہند نے کتنا شروع کر دیا کہ واقعی یہ لوگ "محمدی" ہیں کیونکہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں۔ تنگ آکر ان لوگوں نے خود کو "موحدین" کتنا شروع کر دیا۔ منکرینِ شانِ رسالت ہونے کی بنا پر مسلمانوں نے کہا کہ حقیقتاً یہ بیچارے بھی واقعی سکھوں کی طرح بڑے موحد ہیں۔ آخر مولانا محمد حسین بٹالوی نے برٹش گورنمنٹ سے اس جماعت کا نام "اہل حدیث" منظور و مستر کر دیا اور انہیں "دہابی" کہنے سے ممانعت کر دی گئی۔ یوں ۱۸۸۸ء میں "اہل حدیث" کا نام اختیار کرنے والی جماعت کو حدیث کی طرح مسلمانوں کی قدیمی اور اصلی جماعت منوانے کے لئے چور دروازے کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ بہر حال اس نام کے بارے میں پروفیسر محمد الیوب قادری یوں تصریح کرتے ہیں :-

"انہوں (مولوی محمد حسین بٹالوی) نے ارکانِ جماعت اہل حدیث کی ایک دستخطی درخواست لفٹیننٹ گورنر پنجاب کے ذریعہ سے دائر کی۔ ہند کی خدمت میں روانہ کی۔ اس درخواست پر سر فرسٹ شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی۔ وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آگئی کہ آئندہ "دہابی" کے بجائے "اہل حدیث" کا لفظ استعمال کیا جائے۔ لفٹیننٹ گورنر پنجاب نے اس کی باقاعدہ اطلاع مولوی محمد حسین کو دی۔ اس طرح گورنمنٹ مدارس کی طرف سے ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ خط نمبر ۱۲، گورنمنٹ بنگال کی طرف سے

۳۱۸۹۰ کو بذریعہ خط نمبر ۱۵۶، اور گورنمنٹ یو پی کی طرف سے ۲۰ جولائی

۱۸۸۸ کو بذریعہ خط نمبر ۳۸۶، گورنمنٹ سی۔ پی کی طرف سے ۱۲ جولائی ۱۸۸۸ء

کو بذریعہ خط نمبر ۴۰، اور گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے ۱۳ اگست ۱۸۸۸ء کو بذریعہ

خط نمبر ۳۲، اس امر کی اطلاع مولوی محمد حسین بٹالوی کو ملی ہے۔

اب ذرا اپنے بڑے میاں یعنی شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی (المتوفی ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء) کا حال

ملاحظہ فرمائیے :-

مولوی محمد حسین بٹالوی کی پوری پالیسی میں شمس العلماء شیخ الکل میاں نذیر حسین

مدد و معاونت جگہ سرپرست دسر خیل رہے اور صادق پور کے بجائے مرکز قیادت

دہلی اور لاہور منتقل ہو گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جو کچھ کہہ رہے تھے وہ میاں نذیر حسین دہلوی کی قیادت اور ان

کی ہدایات کے تحت کیا جا رہا تھا لہذا اس حوالے کے بعد میاں صاحب کے بارے میں مزید کچھ لکھنے اور

تاریخی ثبوت پیش کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں لیکن ملک صاحب کے بیان کی چونکہ ہمیں پوری طرح تصدیق

و تائید کرنی ہے لہذا قارئین کی مزید تضحیح کے لئے علیحدہ میاں صاحب کے بارے میں کچھ عرض کر دیا جاتا

ہے۔ موصوف کے سوانح نگار رقمطراز ہیں :-

"اسی کے ساتھ یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ

انگلش کے کیسے دفن دار تھے۔ زمانہ قدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ دہلی کے بعض مقتدر

اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتوے دیا تو میاں صاحب

نے ناس پر دستخط کیا نہ مہر، وہ خود فرماتے تھے کہ میاں وہ ہڑتھی
 بہادر شاہی نہ تھی، وہ بے چارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا۔۔۔۔۔
 بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں
 ہے مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کھٹ پتی ہو رہے تھے، کرتے تو
 کیا کرتے؟ " سہ

۱۸۶۲ء کے مقدمہ بغاوت میں میاں صاحب بھی ماخوذ ہوئے، نتیجہ کیا نکلا؟ ملاحظہ

فرمائیے :

" وہ جس طرح ۱۸۵۷ء میں منرلسینس کی جان بچانے سے دفاعاً
 ثابت ہوئے تھے اسی طرح ۶۵ - ۱۸۶۲ء کے مقدمہ بغاوت میں بھی
 بے لگاؤ ٹھہرے " سہ

میاں صاحب ۱۳۰۰ھ میں حج بیت اللہ کے لئے جانا چاہتے تھے لیکن جسم میں باکربانہ
 بھی بے خوف ہو جاتے ہیں میاں صاحب کو دہاں زبردست خطرہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ حجاز مقدس
 کی حکومت جہدین کا اس وقت تک محاسبہ کیا کرتی تھی۔ میاں صاحب۔ برٹش گورنمنٹ سے پروانہ
 امن حاصل کر کے فائدہ فدا کی طرف عازم ہو سکے چنانچہ اسی واقعے کو ان کے سوانح نگار نے یوں
 بیان فرمایا ہے :-

" ۱۳۰۰ھ میں جب میاں صاحب نے حج کا ارادہ کر لیا تو اس خیال

سہ الحیات بعدالمات معنی مولانا فضل حسین باری مطبعہ کراچی ۱۹۵۹ء ص ۱۲۵

سہ ایضاً ص ۱۳۷

سے کہ مخالفین ایسا رسائی میں کچھ کم ہر نہیں لیں گے اور یہ موقع ان کے لئے اوقاتِ معتبرہ سے ثابت ہوگا۔ آپ نے کسٹرو دہلی سے طاقات کر کے حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ طیبہ و روضہ مطہرہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارادہ ظاہر کیا۔ کسٹرو دہلی نے آپ کو ایک چھٹی مورخہ ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء دی جس کی بجائے نقل مع ترجمہ اردو و ہندی ناظرین ہے، ”

دہلی کے سرور کسٹرو سپرٹنڈنٹ مسٹر جے۔ ڈی ٹریلیٹ بنگال کی چھٹی کا اردو ترجمہ سوانح نگار کے لفظوں میں یہ ہے :-

” مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرضِ زیارتِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں، ”

حج بیت اللہ کی خاطر جانے سے پیشتر موصوف نے دوسری چھٹی مسٹر لیسنس سے حاصل کی جس کی بیوی کی جان آپ نے ۱۸۵۰ء کی جنگِ آزادی کے دوران بچائی تھی۔ اس چھٹی کے بارے میں سوانح نگاریوں و نظریات میں :-

” دوسری چھٹی مسٹر لیسنس نے بنام کونسلِ مقیمِ ہندو کے دی جس میں آپ کی خیر خواہی زمانہ فدر کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتا دیا تھا

کہ ان کے مخالفین بھی بہت ہیں اور ان میں سے بعض مکرر منظر میں یہاں
 سے بھاگ کر منیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیسنس نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ
 برٹش گورنمنٹ کا نسل کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے شر و
 فساد سے بچاتے ہیں۔

مکرر میں جب میاں صاحب کا شدید مواخذہ ہوا تو گورنر کے سامنے آپ نے جو بیان دیا
 اس کا یہ حصہ قابلِ غور ہے :-

”ہندوستان میں اس وقت انگریزی حکومت ہے۔ وہاں ہر
 مذہب والا آزادی کے ساتھ اپنے شعائر مذہب کے ادا کرنے کا مجاز ہے
 کوئی مسلمان نہ جہد سے روکا جاتا ہے نہ جماعت سے اور یہاں اسلامی
 مرزین اور مسلمانوں کی حکومت میں ہم لوگ طوائف کعبہ اور جہد و جماعت
 سے مجبور ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ کہنے سے معذور سمجھے جائیں کہ انگریزی
 گورنمنٹ ہندوستان میں ہم مسلمانوں (دہائیوں) کے لئے خدا کی رحمت ہے؟“

۷

کاش! میاں صاحب اور ان کے متبعین یہ سوچ لیتے کہ اسلامی حکومت ان کا مواخذہ کیوں
 کر رہی ہے؟ مسلمانوں کی نظروں میں غار بن کر کھٹکنا منظور رہا لیکن برٹش گورنمنٹ کی نظر غایت
 کے مستحق ہی بنے رہے اور شمس العلماء بھی بن گئے مثلاً :-
 ”شمس العلماء کا خطاب گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۴ء

مطابق ۲۱ محرم ۱۳۱۵ھ بروز شنبہ کو ط ۱۰ ۵

اب اپنے غیر مقلدین بڑے کے سرکاری ناف، عابجناب مولانا نواب صدیق حسن خان قنوجی
بھوپالی (المتوفی ۱۳۰۴/۱۸۸۹ء) کے نوابی فتوے میں آخراً کیا حرج ہے؟ جنگ
آزادی ۱۸۵۷ء کے بارے میں موصوف فرماتے ہیں:

” آج کل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ نہیں بلکہ اکثر ارباب دُلوں
د حکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں سے اور ایمان کی باتوں سے بالکل مقنیت
نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں، وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں
تھا“ گے

موصوف نے اس سلسلے میں پنا عندیہ اس الفاظ میں بھی دہرایا ہے۔

” جس کا جی پا پا، اس کو د سہ سہ سڑادی نے گھیرا وہی سرکار
سے بانگی ہو کر لڑنے کو کھڑا ہوگا اور اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا جائے
وہ جہاد نہ تھا، سراسر فتنہ تھا“ گے

نواب صاحب تو یہ فرما رہے ہیں، ان کی معنوی ذریت یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتی کہ، ۱۸۵۷ء
میں اور اس کے بعد بھی انگریزوں کے فطانت جہاد ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ موجودہ وہابی حضرات
خواہ مخواہ اپنے بزرگوں کو مفسد اور فتنہ پرور ٹھہرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ لیجئے! موصوف کی زبانی
ہی سن لیجئے کہ وہ بانسی کون تھے!

” جتنے لوگوں نے غلہ میں ہٹروفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسرِ عناد

ہوئے وہ سب کے سب تظہان مذہبِ حنفی تھے نہ قبعاں منتِ نبویؐ لے

شاید کسی کو یشبہ ہو جائے کہ وہ دیوبندی حضرات نہ ہوں حالانکہ اس وقت دیوبندی حضرات کا برصغیر پاک و ہند میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ خود مدبر دیوبند کا اس جنگِ آزادی کے دس سال بعد سنگِ بنیاد رکھا گیا تھا۔ خیر اب ان اپنے اصطلاحی باغیوں کا حکم بھی موصوف کی زبانی سن ہی لینا چاہئے، آپ فرماتے ہیں :-

” وہ لوگ جو بمقابلہ برٹش گورنمنٹ ہند یا کسی اس بادشاہ کے جس نے

آزادگی مذہب دی ہے ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مذہبی جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ کل ایسے

لوگ باغی ہیں اور ستم سزا کے مثل باغیوں کے شمار ہوتے ہیں۔“ لے

اب موصوف کی زبانی برٹش گورنمنٹ کی تصدیق خوانی ملاحظہ فرمائیے تاکہ سندر ہے اور بوقت

مزدورت کام آئے :-

” عرض ان (قاضی شوکانی) کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ دستِ ملک

اور صفائی راہ اور رتاقہ علوم اور امنِ خلائق اور اللہ مخلوق اور راحتِ رسانی

رعیت اور آرامِ دہی بریت میں حکایمِ زنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں

بلکہ اکثر اوقات میں ہرگز نہیں اگرچہ ہر وقت کے ملا اور مفتی خوشامد کی راہ

سے باتیں بناتے ہیں اور ہر کسی کو اچھا بتاتے ہیں مگر میری نظر میں جو راج

اور صحیح معلوم ہوا وہ لکھ دیا، قبولِ دہریت اللہ کے ہاتھ ہے“ لے

لے ایضاً ص ۱۲۰۔

لے ترجمان دہلیہ ص ۴۷۔

لے ایضاً ص ۳۴۔

اپنی گورنمنٹ کے شکر گزار اور ثنا خوان رہیں۔" لے

سرزمینِ پاک و ہند پر انگریزوں نے کس طرح قبضہ کیا! تاریخ سے معمولی واقفیت رکھنے والے پر بھی یہ امر بالکل واضح ہے لیکن اس حقیقت کے برعکس موصوف کی فرمائے تھے یہ ان کے سوانح نگار یعنی مولانا حالی کی زبانی سنئے :-

" وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو ہندوستان کی حکومت کرنے میں انگریزوں کو متعدد لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں مگر درحقیقت نہ انہوں نے یہاں کی حکومت بزدل حاصل کی اور نہ مکر و فریب سے ، بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اصلی معنوں میں ضرورت تھی ، سوامی ضرورت نے ہندوستان کو ان کا محکوم بنا دیا " لے

دہلیوں کے حق میں برٹش گورنمنٹ کا قیام درست کام کیسا ہے ، اس سلسلے میں موصوف کا نظریہ وہی ہے جو مولانا محمد حسین بانوی ، میاں نذیر حسین دہلوی اور مولانا نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا تھا چنانچہ وضاحت فرماتے ہیں :-

" دہلی جس آزادی مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت

میں رہتے ہیں ، دوسری جگہ ان کو میسر نہیں ہے ۔ ہندوستان ان

دہلیوں کے لئے آرامن ہے " لے

مسلمانوں کی حکومت موصوف کی نظر میں کیسی تھی ، اس امر کا تذکرہ یوں فرمایا تھا :-

" انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں خود اس فرقہ کے لئے جو دہلی

مقابلہ کیا ، یہ موصوف کے مرید اور مشہور دیوبندی عالم مولانا عاشق الہی میرٹھی کی زبانی سنئے :-

• ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی دکنگوی صاحب

اپنے رفیقِ جانی مولانا قاسم العلوم (یعنی مولانا محمد قاسم نانوتوی) ، اور

طیب ردحالی اعلیٰ حضرت عاتق صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے

ہمراہ تھے اور بندہ دچیوں سے مقابلہ ہو گیا یہ برد آزما جتنا اپنی سرکار کے

مخالف باغیوں کے سامنے سے جا گئے والا یا ہٹ جانے والا نہ

تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جا کر ڈٹ گیا اور سرکار پر

جانثاری کے لئے تیار ہو گیا ، اللہ سے شجاعت و جوانمردی کہ جس

ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب

ہو جائے وہاں چند فقیرانہ تھوں میں تلواریں لئے جم غیر بندہ دچیوں

کے سامنے ایسے جے رہے گو با زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ

آپ اگنگوی صاحب پر خیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب

رحمۃ اللہ علیہ زیر نائف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے " لے

کما جاتا ہے کہ گنگوی صاحب پر بھی بناوٹ کا الزام لگا چنانچہ یہی موصوف کے سوانح نگار صاحب

دقطن ازہیں :-

• شروع ۱۲۶۷ ہجری / ۱۸۷۹ء سال تھا جس میں حضرت امام

ربانی قدس سرہ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا " لکھ

موصوف کو گرفتار کر کے رازداری سے جیل میں رکھا گیا ، چھان بین ہوئی تو رہا کر دئے گئے

رہائی کی وجہ ملاحظہ ہو۔

” جیسا کہ آپ حضرات اپنی سربران سرکار کے دلی خیر خواہ تھے ،

تازیت خیر خواہ ہی ثابت رہے “ لے

بہر حال یہ شہادت خود ان کے نامور مرید کی سہی لیکن ذاتی بیان کے برابر اہمیت کہاں ؟

یہجے مولانا کشید احمد گنگوہی (المتوفی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) کا اپنا بیان پیش کیا جاتا ہے جس کے

خلافت کسی کو رائے دینے کی گنجائش نہیں۔ معتقدین حضرات کان کھول کر سن لیں کہ گنگوہی صاحب بفسر فرما رہے ہیں :-

” میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے الزام

سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے ،

اسے اختیار ہے جو چاہے کرے “ لے

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور حریت پسندوں کے بارے میں دیوبندی حضرات کی

رائے قیام پاکستان تک یہ تھی :-

” جن کے مردوں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و

عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے

سامنے بغاوت کا علم قائم کیا “ لے

ملک صاحب ! عبارت کے تیور تو ملاحظہ ہوں : کمپنی کے امن و عافیت

کا زمانہ — اپنی گورنمنٹ — ہم دل گورنمنٹ — ، ان الفاظ کی کنٹیکسٹ اور جذبات کی داد، کن لفظوں میں دی جائے؟ کیا یہ ناقدری کا زمانہ نہیں ہے کہ قدر دانوں کے چلے جانے کے بعد ان حضرات کو اپنی ہم دل گورنمنٹ کے ہانیوں میں نام لکھوانا پڑ رہا ہے :-

دیوبندی حضرات کے عمدۃ الخلف ، بقیۃ السلف ، جامع المجدین ، حکیم الامت ، مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی حکومت ہو جائے تو انگریزوں سے کیا برتاؤ کیا جائے گا ، جواب ملاحظہ ہو :-

” ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ اگر تمہاری حکومت

ہو جائے تو انگریزوں سے کیسا تہ کیا برتاؤ کرو گے؟ میں نے کہا

مہکوم بنا کر رکھیں گے کیونکہ جب خدا نے حکومت دی تو مہکوم بنا کر ہی

رکھیں گے ، مگر ساتھ ہی اس کے نہایت راحت و آرام سے رکھا جائے

گا ، اس لئے انہوں نے ہمیں آرام پہنچایا ہے ” لہ

برٹش گورنمنٹ نے تھانوی صاحب کو جو آرام پہنچایا تھا اس کی ، دسمبر ۱۹۴۵ء کو علامہ

شبیر احمد عثمانی دیوبندی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) نے اکابر علمائے دیوبند کے سامنے ایک

جھلک پیش کی تھی اور اس کی تردید کوئی نہ کر سکا ، جھلک ملاحظہ ہو :-

” دیکھئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے

اور آپ کے مسلم بزرگ و پیشوا تھے ، ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ

کہتے ہوئے سنا گیا کہ ان کو چھ سو روپے ہوا حکومت کی جانب سے دئے

جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ
 علیہ کو اس کا علم تھا کہ روپیہ حکومت دیتی ہے مگر حکومت ایسے عنوان سے
 دیتی تھی کہ ان کو اس کا شبہ بھی نہ گزرتا تھا، لہ

سے پھیلنے ڈھیل پائی ہے تھے پتہ دہے
 صیاد مصلحت ہے کہ کانسٹنٹ نکل گئی

تمام علمائے دیوبند کا ندھی کی آندھی میں اڑ کر کانگریس کی ہمنوائی کر رہے تھے لیکن علامہ شبیر احمد
 عثمانی (المتوفی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) اپنی ساری جماعت کے برخلاف مسلم لیگ کے ہمنوا اور قیام پاکستان
 کی حمایت کر رہے تھے۔ انہوں نے کانگریس کی شاخ یعنی "جمعیتہ العلماء ہند" سے کٹ کر "جمعیتہ
 العلماء اسلام" قائم کر لی تھی، یہ کیوں قائم کی؟ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی (المتوفی ۱۹۶۲ء)
 نے ۲۰ دسمبر ۱۹۴۵ء کی میٹنگ میں اکابر دیوبند کی موجودگی میں عثمانی صاحب کے دو برویوں وضاحت
 کی :-

"مولانا حفظ الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں،

جمعیتہ العلماء اسلام، حکومت کی مالی امداد اور اس کے ایما سے
 قائم ہوئی ہے۔ مولانا آزاد سبمانی جمعیتہ العلماء کے سلسلہ میں دہلی آئے
 اور حکیم دبر حسن صاحب کے یہاں قیام کیا جن کی نسبت عام طور پر لوگوں کو
 معلوم ہے کہ وہ سرکاری آدمی ہیں۔ مولانا آزاد سبمانی صاحب اسی قیام
 کے دوران میں پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایک مسلمان

اعلیٰ عمدیدار سے طے جن کا نام بھی قدرے شبہ کے ساتھ بتلایا گیا اور مولانا آزاد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہم "جمعیتہ العلماء ہند" کے اقتدار کو توڑنے کے لئے ایک علماء کی جمعیت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ گفتگو کے بعد طے ہوا کہ گورنمنٹ ان کو کافی امداد اس مقصد کے لئے دے گی۔ چنانچہ ایک بیش قرار رقم اس کے لئے منظور کر لی گئی اور اس کی ایک قسط مولانا آزاد سبحانی صاحب کے حوالہ بھی کر دی گئی۔ اس سبب سے کلکتہ میں کام شروع کیا گیا۔ مولوی حفیظ الرحمن صاحب نے کہا کہ یہ اس قدر یقینی روایت ہے کہ اگر آپ اطمینان فرمانا چاہیں تو ہم اطمینان کراکتے ہیں" لے

اسی سینگ میں مولانا حفیظ الرحمن سیوہاروی (المتوفی ۱۹۶۲ء) نے مولانا محمد ایاس کاندھلوی (المتوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء) بانی تبلیغی جماعت کے بارے میں یہ وضاحت بھی فرمائی۔

"اسی ضمن میں مولانا حفیظ الرحمن صاحب نے کہا کہ مولانا ایاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت کی طرف سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا، پھر بند ہو گیا" لے

مرزا غلام احمد قادیانی (المتوفی ۱۹۰۸ء) کے بارے میں یہاں لکھنا تحصیل حاصل ہے کیونکہ ان کا برٹش گورنمنٹ کے جملہ وفاداروں سے بازی لے جانا فریقین کے نزدیک مسلم ہے

ملک صاحب نے تعلیمات مجددیہ کے صفحہ ۳۳ پر فرمایا ہے کہ ۱۔

”ہندوستان میں پھوٹ ڈالنے کے لئے گورنمنٹ برطانیہ نے

بہت کھیل کھیلے۔ یہ ایک بڑی طویل اور دردناک داستان ہے؟

مصحوف تو شاید شرما کر جھبک گئے کہ اس داستان کے بارے میں ایک لفظ بھی ثبوت کے نام سے پیش نہ کیا لیکن وہ طویل اور دردناک داستان ہم نے اختصار کے ساتھ یہاں بیان کر کے ملک صاحب کی مشکل حل کر دی۔ ہم ملک صاحب اور جلد قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ خوفِ خدا اور خطرہٴ روزِ جزاء کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ فرمائیں۔ حق تعالیٰ کو قبول اور باطل سے عدول کریں۔ اگر آج کسی سے ناحق عقیدت یا نفرت رکھنے کی بنا پر فیصلہ کیا تو کل بروز قیامت کون افسوس منے کے سوا اور کیا پاتھ آئے گا؟ کیونکہ وہاں یقیناً سارے فیصلے ہو کر رہیں گے۔

ہم نے یہاں برٹش نوازوں اور گورنمنٹ برطانیہ کے کارندوں کی مختصر سی کہانی خود ان کی زبانی پیش کر دی ہے۔ اس دردناک داستان کی تفصیلات کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ”معارفِ رضا“ کا مطالعہ کریں جس میں اس امر کا تاریخی طور پر شافی اور عدیم النظیر بیان ہے اس میں دو باہلی علماء و مورخین کی یاد دہانی اور حقائق اور مناطے بھی تاریخی حکوت کی طرح کمزور نظر آئیں گے، واللہ اعلم بالصواب۔

ملک صاحب نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ غلط درغلط فتوؤں سے بچیں لہذا یہاں چند خطرناک ترین فتوؤں کی نشاندہی کرتے ہیں اور ان پر عمل کرنے والوں کا اظہارِ کفرناہزوری سمجھتے ہیں تاکہ بے خبر مسلمان کچھ تو مسلمین و مفسدین میں تمیز کر سکیں۔ سید احمد صاحب اور مولانا محمد اسماعیل دہلوی نے برٹش گورنمنٹ کی مدد کو وسیع کرنے کی خاطر یعنی اپنی ہی علمداری کو بڑھانے کی غرض سے جہاد کے نام سے تحریک چلائی، نواحِ پشاور میں لاد لشکر لے کر گئے اور جن مسلمانوں نے ساتھ نہ دیا یا متفق ہونے کے بعد ان کی گمراہی پر مطلع ہو کر کٹا ہر کسی اختیار کی انہیں منافق، کافر اور مرتد قرار دیا گیا۔ انہیں مستحل الدم

قرار دیا۔ ان کے ننگ و ناموس پر ناپاک ہاتھ ڈالے ، ان کے مال کو مالِ نصیبت شمار کیا گیا۔ درانیوں

کے بارے میں تحریک جہاد کے سرگرم کارکن مولانا محبوب علی صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو :-

” مکھوں سے زیادہ ان کلمہ گو کافروں پر جہاد فرض ہے “ لے

مسلمانوں کے بارے میں مولانا محمد اسماعیل دہلوی کا مفسدانہ اور سنی خیز فتوے بھی دیکھنے

سے تعلق رکھتا ہے :-

” اس موقع پر ذرا تامل سے کام لینا چاہئے کیونکہ یہاں دو معاملے

درپیش ہیں ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا ،

اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار

دینا اس بات سے قطع نظر کہ وہ ان کے ارتداد پر یا ان کی بغاوت

پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے

جبکہ بعض اشخاص کے مقابلہ میں ان کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور

بعض کے متعلق بغاوت یا اس کا کوئی سبب ! اگرچہ کہ پہلا طریقہ ہمارے

پاس وہی یعنی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے کیونکہ ہم ان فتنہ پردازوں کوئی

الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب

کے مثل جانتے ہیں “ لے

اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی سے مغلوب ہو کر موصوف نے اس سے بھی مفسدانہ فتویٰ یوں جاری

کیا جسے مولانا ابوالحسن لدوی کے ادیبانہ لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے :-

” پس آپ (سید احمد صاحب) کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی۔ جو آپ کی امامت مرے سے تسلیم ہی نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کر دے وہ باغی مستحل الدم ہے اور اس کا قتل کفار کے قتل کی طرح میں جہاد اور اس کی بے عزتی تمام اہل فساد کی طرح خدا کی عین مرضی ہے اس لئے کہ ایسے لوگ بحکمِ اعدیث متواترہ، کلاب النار اور ملعونین اشرار ہیں۔ اس مسئلے میں اس ضعیف کا یہی مذہب ہے اور معتزین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے نہ کہ تحریر و تقریر“

۱۰

اب ذرا سید احمد کی سن لیجئے۔ امیر قلات خان خانان غلجائی کے نام خط لکھتے ہوئے اسے مسلمانوں کا قتل عام کرنے اور بزدل شمشیر انہیں مطیع کرنے کی یوں ہدایت کی ہے :-

” اپنی فوج اور قبیلہ کو جمع کر کے جناب والا خود غرنی کے نواح میں چھاپے مارنا شروع کر دیں اور اپنے ساتھیوں میں سے بعض کو قبائل اور فوج کی کثیر تعداد کے ساتھ کابل کے اطراف مقرر فرمائیں تاکہ یہ بھی منافقین پر شہجون مار کر اس مقام کو تاخت و تاراج کر دیں اور میں بھی ادھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا اور اسی طرح پھر دہاں سے کابل جاؤں گا۔ اس طرح مردود

منافقین جو پشادری سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں ان کے پاؤں ایسے اکڑ جائیں گے اور ہر شخص جو اپنے خیال میں خود گرفتار ہے، بے دست و پا ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا اور ان کا باہم اتحاد ادا جہاں دشوار ہو جائے گا! لے

سردار امیر عالم خان باجوڑی کے نام خط لکھتے وقت سید احمد صاحب نے یہ وصاحب بھی فرمائی ہے۔
 "صورت یہ ہے کہ منافقین کے ساتھ جہاد کرنا بحکم مقدمۃ الواجب ایک واجب معاملہ ہے اس لئے فاکسارچے مسلمانوں کے ساتھ شہر لپشادری اور قرب جو اس سے بدکردار منافقوں کی گند کی کو پاک کرنے کا مصمم ارادہ کر کے موضع پنجتار تک پہنچ گیا ہے" لے

یاد محمد خان کے معتمد متوسل یعنی احمد خان ابن شکر خان کو سید احمد خان صاحب نے بذریعہ خط یوں تحریریں دلائی تھی :-

"اللہ نے چاہا تو اس بادشاہ جبار اور مالک قنار کے دبدبہ و قوت سے ان تمام بدکردار منافقوں کی شان و شوکت آسانی سے تھوڑے ہی عرصہ میں خاک میں مل جائے گی۔ انشاء اللہ آپ اس قادر مطلق کی قدرت کا تماشا ملاحظہ فرمائیں اور منافقوں کے ساتھ رواداری کو پروردگار عالم کی خاطر اور رضا جوئی پر قربان کر دیں جو کچھ اس زمانہ کے سردار دنیوی قائدوں کے حاصل کرنے کی توقع رکھتے ہیں اس سے دینی توقع اس شہنشاہ حقیقی سے

جو اس جہان کا خالق ہے، توقع رکھنی چاہئے بارگاہِ الہی سے تو ہی امید ہے کہ اگر آپ دلجمعی کے ساتھ یکسو ہو کر دینِ متین کے معادین میں شلک ہو جائیں گے تو آپ کو دنیاوی فوائد بھی اس قدر حاصل ہوں گے جو دہم و خیال میں بھی نہیں آسکتے؛ ۱۰

سید احمد صاحب نے خان خاناں غلجائی رئیسِ قلات کو جہاں مادی دولت کا لالچ دکھایا وہاں جھوٹے اناموں کے چکر میں پھنسانے سے بھی فائل نہ رہے۔ چنانچہ اس کے نام خط لکھتے ہوئے تحریر کیا :-

”پروردگارِ عالم کے کلمہ کی اشاعت کے لئے کرمیت باندھیں اور اس کے لشکر میں شامل ہو کر معرکہ جنگ و قتال میں خود کو دھکیل دیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں بموجب کلامِ الہی جس کا وعدہ پکا ہے فتوحات کے دروازے کھل جائیں گے اور ان اشرار و کفار منافقین کے بے شمار خزانوں، ملک و مال اور شہروں پر ضرور بالفرض قبضہ حاصل ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اس فقیر کو بار بار پردہِ غیب سے وارد ہوئی الی ردھانی باتوں اور ربانی الہام کے ذریعہ جہاد کے نافذ کرنے اور کفر و فساد کے ذیہ کے لئے صاف اور صریح اشاروں کے ساتھ مامور کیا گیا ہے درفتح و کامرانی کی سچی بشارتوں کی خبر دی گئی ہے؛ ۱۱

فولاد جنگ بہادر کو خط لکھتے ہوئے سید صاحب نے یوں الہامی بشارت سنائی تھی :-

” فیسی اشاروں اور بشارتوں کے بموجب جس میں شک و شبہ
کی گنجائش نہیں، جس کی اس فیقر کو بشارت دی گئی ہے عنقریب فتح و
نصرت ظہور پذیر ہوگی اور بے شمار خزانے ذلیل و خوار کافروں کے
شردوں سے لے کر دریائے سندھ تک نیک لوگوں کے قبضہ میں آجائیں
گے۔“ ۱۰

ان بانکے مجاہدوں نے مسلمانوں کے غلاف پسیوں لڑائیاں لڑیں، خوب ان کے
خون سے ہولی کھیلی اور مسلمانوں کو کافر و مرتد شمار کرتے ہوئے ان کے مغلوب ہو جانے کی صورت
میں ہاتھ آنے والے مال کو مالِ غنیمت شمار کرتے رہے۔ خادمی خان کو قتل کرنے اور مال
لوٹنے کے بعد مولانا محمد اسماعیل دہری نے یہ بیان جاری کیا :-

” مومرت، سید صاحب نے اس کو کیفر کردار کو پہنچایا اور اس کا
مال تقسیم کر دیا بلکہ اس کے ہتھیاروں اور گھوڑوں کو بھی مزدورت کی وقت
استعمال فرمایا اور اس کے دوسرے مال کو ضبط کر کے مجاہدین پر تقسیم
فرمادیا۔“ ۱۱

یار محمد خان، اس کے ساتھیوں اور ان کے مال و جان کے بارے میں ان حضرات کا چنگیزی
فوتے یہ ہے :-

” یار محمد خان بلاشک و شبہ اس معاملہ میں ظلم و تعدی کا رہبر تھا،
ایسے رہبر کا قتل اور اس کا مال ضبط کرنا بلکہ اس ظالم رہبر کی خون کا قتل

عام اور اس کی فوج کے تمام مال پر ہر قسم کا تصرف کرنا، یعنی اس کی فروخت
اور تقسیم حسب شرع جائز ہے۔ ۱۱

۱۲ کرم کوشیاں ہیں ستم کاریاں ہیں

بس اک دل کی خاطر یہ تیاریاں ہیں

مسلمانوں کے مال اور جان کو ان حضرات نے کس نظر سے دیکھا؟ اس کی ایک ادنیٰ سی جھلک
پیش کر دی ہے۔ اگر ان حضرات کی سیاہ کاریوں کے بے شمار کارنامے دیکھنے ہوں تو ہماری کتاب
"معارفِ رضا" کا مطالعہ کیجئے جس میں جلد بتدوین کی اصلی صورتیں پیش کر دی گئی ہیں۔ اب
ان حضرات کے اخلاقی کارنامے ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ اس سلسلے میں مرزا حیرت دہلوی یوں
لکھتے ہیں :-

"سید صاحب نے صد ہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا
جو شرع محمدی کے موافق عمل آدہ کریں مگر ان کی بے اعتدالیاں حد سے
بڑھ گئی تھیں۔ وہ بعض اوقات نوجوان خواتین کو مجبور کرتے تھے کہ
ان سے نکاح کر لیں اور بعض اوقات یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر
دو تین دو تین لڑکیاں جاری ہیں، مجاہدین میں سے کسی نے انہیں بکڑا
اور مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا لیا۔ ۱۳

یہ ہے شریعتِ محمدیہ پر عمل، کہ باقی عمر حرام کاری میں گزاری جا رہی ہے، نکاح ہونہ ہو
لیکن حیاشی اور عیش پرستی تو جہاد کے پردے میں ہو جاتی تھی۔ | سب بیوگان کے بارے میں

اسمعیلی شریعت ملاحظہ ہو :-

” یہ بعض ناممکن تھا کہ نوجوان عورت راند ہو کے عدت کی مدت

گزر جانے پر بے خادند بھی رہے ، اس کا جبراً نکاح کیا جاتا تھا ،

خواہ اس کی مرضی ہو یا نہ ہو“ لے

شاید کوئی دہابی صاحب ناراض ہونے لگیں کہ یہ بعض لوگوں کی حرکتیں تھیں ہے اسمعیلی

شریعت کیوں کہا گیا ہے ؟ ایسے حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنی اینگوانڈس پر ایم کوڑے

کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں :-

” بد قسمتی سے ایک نیا گل کھلا ، گل کیا کھلا گویا غازیوں یا مہا بہا

کی زندگی کے شیرازے کو اس نے پراگندہ کر دیا ۔ باہم بیاں کے گل

عمال نے جن کی تعداد ہزار سے بھی بڑھی ہوئی تھی ایک فتویٰ مرتب

کیا اور اسے پوشیدہ مولوی اسمعیلی کی خدمت میں بھیج دیا ۔ فتویٰ

کا مضمون یہ تھا کہ بیوہ کا نکاح ثانی فرض ہے یا نہیں ! مولانا شہید کیا قہقہ

تھے کہ ملک پشاور میں یہ آگ پھیل رہی ہے اور اس وقت میں اس فتویٰ

کی اشاعت سمیت غضبناک ہوگی ۔ آپ نے سادہ طور پر اس پر اپنی سرکردی

ادرسید صاحب کی بھی اس پر مہر ہو گئی اور پھر وہ فتویٰ قاضی شہر پشاور

سید مظہر علی صاحب غازی کو بھیج دیا گیا ۔ انہوں نے اس فتویٰ کی اشاعت

ہی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ اعلان دے دیا کہ تین دن کے عرصہ میں ملک پشاور

میں جتنی مائدیں ہیں سب کے نکاح ہو جانے ضرور میں ورنہ اگر کسی گھر میں

بے نکاح راندہ رہ گئی تو اس گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔" ۱۰

کیوں صاحب! شرم دھیا کے نام کی کوئی چیز کسی کے پلے تھی تو نہیں؟ کیا یہ دین و دیانت ہے کہ مسلمانوں کے ننگ و ناموس سے چار دن کی سکر شاہی میں یوں کھیلا گیا۔ کیا غضب الہی کو اپنی بد چلنی، اسلام دشمنی اور دین فرودستی سے اپنے اوپر واجب کرنے کی بھرپور کوشش نہیں کی جا رہی تھی؟ بھلا سادہ طور پر مہر کرنا، "سید صاحب کی مہر کا بھی ہونا" کیسے بھولے بھالے فقرے ہیں۔ ان سے دین و دیانت اور تقویٰ و طہارت کے تقاضے کیسے پورے کئے جا رہے ہیں۔ علاوہ بریں مسلمانوں کے گھروں کو آگ نہ لگاتے تو اور دہاؤں کئے کس لئے تھے؟ ہاں ذرا عام مجاہدین کا طرز عمل بھی دیکھ لیا جائے :-

"ایک نوجوان خاتون نہیں چاہتی کہ میرا نکاح ثانی ہو مگر مہار صاحب

زور دے رہے ہیں، نہیں! ہونا چاہیے۔ آخر ماں باپ اپنی لڑکی کو حوالہ

مہار کرتے تھے اور ان کو کچھ چارہ نہ تھا۔" ۱۱

کیا فرماتے ہیں ائمہ، دیوبندی اور جماعت اسلامی قسم کے علماء، کہ مذکورہ جبری نکاح یعنی بیز صورت کی رضامندی کے درست تھے۔ اگر واقعی یہ نکاح واقع ہو گئے تھے تو اس کی صحت کے دلائل کیا ہیں؟ بعینہٴ دیگر یہ حضرات ساری عمر عیش پرستی اور زنا کاری میں مبتلا رہے ہیں یا نہیں؟ ایسے نکاحوں سے پیدا ہونے والے دہاویوں کے حلال ہونے کے دلائل بھی اگر واضح فرمادئے جائیں تو اچھا ہے تاکہ آج بھی کتنے ہی بد معاشوں کو سہولت ہو جائے اور وہ آپ کی ترقی دارین کے لئے دست بدعا رہیں۔ اب ذرا قافلہ سالار لشکر کا غیرت مند انہ اعدان لاشعرا فرمایا جائے :-

ملاؤں کے ہاتھ میں تھا جن کا طیس موٹے مسجد کے دیوار و رس کے کبھی کچھ
 نہ رہا تھا اور اب ان کو عقلم اور سلطنت بنا دیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا
 کہ ان پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ پبلک ان کی اپیل اعلیٰ حکام کے آگے پیش کرے
 ان ہی بے دماغوں کے فیصلے ناظرین سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کر لیا جاتا تھا کہ
 جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کوئی بات بھی قابل تفسیح اور ترمیم نہیں
 ہے۔ کیسا ہی دھچکدہ مقدمہ ہوتا تھا اس کی گھڑی بھر بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی
 نہ اس پر غور کیا جاتا تھا، بس ملاں جی کے سامنے گیا اور انہوں نے پیٹ
 سے فیصلہ دے دیا، کون جھک جھک کر سے اور کون تحقیق کی تکلیف
 برداشت کرے؟ سید صاحب کی خدمت میں شکایتوں کی عرضیاں گزر
 رہی تھیں مگر وہاں کچھ بھی پرسش نہ ہوتی تھی۔" لے

حک صاحب! کیا ان سے بڑھ کر ظالمانہ تو ہے آپ نے کہیں دیکھے یا سنے ہیں! ذرا اس حکمرانی
 کے تیور اور طریقہ بنور ملاحظہ فرمائیے اور اپنے مجاہدین کو دل کھول کر داد دے لیجئے کیونکہ جب سارے
 وہابی حضرات انہیں صحابہ کرام کا نمونہ منوانے پر تلے ہوئے ہیں تو آپ ہی کب دیکھے رہیں گے۔ آخر ایسا
 کرنے پر کونسا کوئی منہ پکڑ سکتا ہے؟ رہی دیانت و انصاف کی بات تو یہ صاف سیدھی بات ہے
 کہ انصاف پر آنے سے وہابیت ہاتھوں سے جاتی ہے جن بدناما چہروں کو اتنی مدت سے آرزو باآتمن دُون
 اللہ بنا کر یوسف ثانی منوانے کی مہم چلائی ہوئی ہے۔ ان کا دامن ہاتھوں سے چھوٹ جائے گا اور ایسا
 کرنے سے آئینہ دل ٹوٹ جائے گا۔"

دہلی حضرات میں سے ایک جناب ابوالاعلیٰ مودودی ہیں جو منکر و محقق تک بنائے جاتے ہیں ،
 موصوف کی خاصیت یہ ہے کہ کسی کی بات بغیر ذاتی تحقیق کے ماننے کے روادار نہیں ہوتے ۔ قارئین کرام نے
 احقر کی گزشتہ معدونات تو ملاحظہ فرمائیں ۔ اب ذرا مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیقات عالیہ بھی ملاحظہ
 فرمائیں :-

” ان (سید صاحب اینڈ کمپنی) کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت
 کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا ، انہوں نے ٹھیک اسی طرح کی حکومت قائم
 کی جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوة ” کہا گیا ہے ۔ وہی فقراء امارت ،
 وہی مسادات ، وہی شوری ، وہی عدل ، وہی انصاف ، وہی حدود
 شریعیہ ، وہی مالی کو حق کے ساتھ لینا اور حق کے مطابق صرف کرنا ،
 وہی مظلوم کی حمایت اگرچہ مظلوم ہوا اور ظالم کی مخالفت اگرچہ قومی ہو ،
 وہی خدا سے ڈر کر حکومت کرنا اور اخلاقِ صالحہ کی بنیاد پر سیاست
 چلانا ، غرض ہر پہلو میں انہوں نے اس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر
 تازہ کر دیا جو صدیق و فاروق نے کی تھی “ لے

بھلا کون سے دہلی صاحب ہوں گے جن کا دل مودودی صاحب کی نادر تحقیقات پر قربان ہونا
 نہ چاہتا ہوگا ۔ بھلا ان گہروں کے فالص ہونے میں کسی مصنف مزاج کو کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے ؟
 کیا ہی اچھا ہو کہ عالیجناب مودودی صاحب اور اس بارے میں ان کے مہنوا دل کو ملک صاحب یہ
 شکر سادیں سے

خار کو گل اور گل کو خار جو چاہے کرے

تو نے جو چاہا کیا اسے یا جو چاہے کرے

لے تجھ پر داجیا نے دین مصنف مودودی صاحب ۱۱۶ ۱۱۷ ص ۱۱۷

ملک صاحب! واقعی ان غلط در غلط فتووں اور ایسے فتوے دینے والوں اور انہیں درست

مجھے والوں سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے اور جو ایسے حضرات کی محبت و عقیدت کا آج بھی دم بھرے اس کے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ باری تعالیٰ شانہ اسے ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

ملک صاحب لکھتے ہیں :-

مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان تمام دیوبندی بزرگواروں اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا انہیں مرتد قرار دیا، انہیں کشتی اور گردن زنی گزار دیا، اپنے رسالوں اور فتووں میں ایسے گندے عقیدے جو بالکل مافی اسلام ہیں اور جن کی نقل سے روح ایمانی لرزتی ہے ان کی طرف خوب کئے، تازلیت احمد رضا خان صاحب کا یہ مشن جاری رہا۔

ملک صاحب! یہ مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ اور علمائے دیوبند کا ذاتی یا گھریلو مسکہ نہیں بلکہ شریعت مطہرہ کا معاملہ ہے۔ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفویٰ کا مرحلہ ہے، علمائے دیوبند کی جن عبارتوں پر تکفیر کی گئی تھی اگر وہ عبارتیں تہذیر الیکس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان دہلیہ کتب و رسائل میں موجود نہ ہوں تو آپ مولانا احمد رضا خان پر الزام عائد کر سکتے تھے لیکن جب وہ عبارتیں ایطرح ان تصانیف میں موجود، ان کا کفر یہ ہونا ثابت، ان میں کسی عبارت کے اندر ایک بھی اسلامی پہلو ثابت کرنے سے وہ مصنفین اور ان کے سارے حمایتی عاجز رہے، دریں حالات اسجناب کے

ارشاد کے مطابق یہی تو کہا جائے گا کہ واقعی ان علماء دیوبند کے عقائد گندے ، منافی اسلام اور روح
ایمان کو لرزانے والے تھے ۔

ملک صاحب ! ایسے کھرے مسلمانوں سے کیا کہا جاسکتا ہے جو اپنے بعض مولویوں کی
عقیدت میں گرفتار ہو کر اللہ اور اللہ کے آخری رسول کا دامن چھوڑ دیتے ہیں لیکن ان علماء کی
عقیدت و محبت میں کوئی فرق نہیں آنے دیتے ۔ یہی تو وہ مرحلہ ہے جسے قرآن کریم نے
اِتَّخَذُوا اٰخْبَارَهُمْ وَرُءْبَانَهُمْ اَزْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ،
کہا ہے ۔

ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ ان علماء نے ہادی تعالیٰ شانہ کو بالفصل کا ذب کہا ۔ شیطان لعین کو نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اعلم اور ادس علیاً " ٹھہرایا ۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بمعاذ زمانہ آخری نبی ہونے سے انکار کر کے تیرہ سو سال بعد مرتبی کے نام سے نئی خاتمت گھڑ کر مرزا غلام
قادری کے لئے راستہ ہموار کیا نیز سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کثیرہ ، عظیمہ ،
دافرہ ، مختصہ کو بچوں ، پانگلوں اور جانوروں کے علوم جیسا بتایا ۔ اس کے باوجود اگر کوئی مسلمان
کھلانے والا عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفویٰ کو نظر انداز کر کے ، خدا و رسول کا ساتھ چھوڑ کر
ان کے بدگویوں کی عقیدت و محبت کا دم پھرتا پھر سے تو اس کی مرضی ، لیکن علماء کو " ازبَابِ مِّنْ دُونِ
اللّٰهِ " بنانا کیا اس کے سوا اور کوئی چیز ہے ؟ کیا ایسا کرنے کے بعد بھی اللہ اور رسول اللہ پر ایمان
رکھنے کا دعویٰ برقرار ہی رہتا ہے ؟ بہتان بندی اور الزام تراشی کو بالائے طاق رکھ کر ان عباراتوں پر
آج بھی ٹھنڈے دل سے انہامِ تنہیم کے طور پر گفتگو کی جاسکتی ہے ۔ اگر اعظم حضرت علیہ الرحمۃ لے زیادتی
کی ہے تو ہمیں مجاہدین کے در نہ خود سمجھ جائیے ۔

آگے ملک صاحب نے یوں الزام تراشی کی ہے :-

تکفیر کے فتوؤں کے لئے چونکہ فقہائے احناف اور عقائد و کلام کے کماثر
 کے اصول و قواعد اور ضابطے مولانا احمد رضا خان صاحب کا ساتھ نہیں دیتے
 اس لئے تکفیر کی عمومی اشاعت کے لئے اور اس کے حلقے کو وسیع کرنے کے
 لئے خود قواعد وضع کئے " لہ

ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ملک صاحب کے اس بیان میں ایک فیصد بھی صداقت
 نہیں ہے۔ فاضل بریلوی قدس سرہ نے فقہائے احناف و اکابر اہلسنت اور ائمہ عقائد و کلام کے بیان
 فرمودہ اصول و قواعد اور ضابطوں سے سب مواخرات یا تجاوز نہیں کیا۔ ایسی کوئی بے ضابطگی یا محدود شہ
 سے ادنیٰ تجاوز و انحراف کیا گیا ہوتا تو وہ مصنفین اور ان کے طبقہ بگوش مناظرین اس کا انکشاف کرتے
 ہوئے کبھی ملک صاحب کی طرح نہ شراتے، لیکن آج تک ایسی کوئی ایک غامی بھی کسی سے ثابت نہیں
 کی جاسکی **هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** ہ
 ملک صاحب نے اس سلسلے میں اپنا فیصلہ یوں سنایا ہے۔

" الغرض مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان مباہدین ملت اور
 ان عاشقانِ رسول کو اپنے قلم و دہان سے سخت سے سخت اور سنگین سے
 سنگین سزا فتوؤں کی صورت میں، جو ان کے امکان میں تھی، دی " لہ

ملک صاحب! ان مصنفین کی وہ کفریہ عبارات نا حال ان کی تصانیف میں موجود ہیں۔ وہ کتابیں
 عبرانی یا لاطینی زبان میں نہیں ہیں کہ پاک دہند میں کوئی ان کا مفہوم نہ سمجھ سکا، صاف اردو کی عبارتیں ہیں
 معانی و مطالب بالکل واضح ہیں، خدا اور رسول کی شان میں ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں جنکی

آج تک کھلے کافروں کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کے مجاہدین ملت اور عاشقانِ رسول نے خود کفریہ عبارتیں لکھی ہیں، خود ان کی نشر و اشاعت کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب کچھ برٹش گورنمنٹ کے اشارے اور وظائف کے تحت کیا تھا۔ فاضل بریلوی قدس سرہ کا کام تو صرف اتنا ہے کہ ازراہِ خیر خواہی مسلمانوں کو بد وقت آگاہ کر دیا تھا کہ فلاں فلاں حضرات نے اپنی فلاں فلاں تصانیف میں انتہائی گندی، غیر اسلامی اور ایمان کے مافی عبارتیں لکھی اور شائع کی ہیں وہ عظمتِ خداوندی اور شانِ مصطفویٰ کو یکسر فراموش کر چکے، خوب خدا اور خطرہٴ روز جزا سے یکسر عاری ہو کر خود کو دائرہٴ اسلام سے باہر لے گئے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی کسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر اسی راستے پر لگانے میں کوشاں ہیں، کیا ازراہِ خیر خواہی مسلمانوں کو خدا اور رسول کے گستاخوں سے خبردار کرنا جرم ہے؟

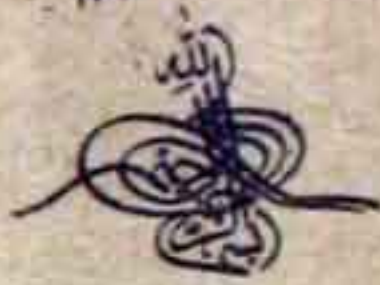
معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک چور مجرم نہیں ہوتا بلکہ قصور دار وہ ہے جو چور کی نشاندہی کر کے اس کے چور ہونے کے مکمل اور متعدد ثبوت فراہم کر دے اور دوسروں کو اس چور سے خبردار رہنے کی تلقین کرے۔ اگر ملک صاحب کے نزدیک تھذیبِ الناس، براہینِ قاطعہ اور حفظِ الایمان کے مصنفین بھی مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول ہیں تو ہم باری تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں بصدِ عجز و نیاز دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہمیں اور سارے مسلمانوں کو اس قسم کے مجاہدینِ ملت اور عاشقانِ رسول کے ثمر سے محفوظ و مامون رکھے رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔

سطور بالا سے قارئین کرام پر واضح ہو چکا ہو گا کہ "تعلیمات مجددیہ" کتاب کی تصنیف سے ملک حسن علی صاحب کا مقصد حضرت مجدد العتہ ثانی قدس سرہ کی تعلیمات اور دہا بیت میں اپنی فنکاری سے یگانگت دکھانا اور موجودہ اہلسنت و جماعت کو حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کی تعلیمات سے منحرف ٹھہرانا تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محمد سعید احمد نقشبندی مجددی مدظلہ کو جنہوں نے مذکورہ کتاب کے زہریلے جراثیم کی روک تھام کا بندوبست کیا یعنی کتاب "مسک امام ربانی" لکھ کر مسلمانان اہل سنت و جماعت کو بدعتین زمانہ کے شر سے محفوظ رکھنے کی سعی فرمائی۔ اس دوسرے ایڈیشن میں کافی اضافہ کر کے حضرت امام ربانی مجدد العتہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسک کو بخوبی نمایاں کیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کے راستے پر قائم رکھے، اسی پر ہمارا خاتمہ ہو، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہی ہمارا حشر و نشر فرمائے، آمین یا اللہ العالمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ - وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ
مُجْتَمِدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

فاکپائے علاء ۱۔ عبدالمیم خان اختر شاہ بھانپوری مجددی مظہری لاہور



عزیز خاں

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على جيبه خير خلقه وتورع ربه سيدنا و مولانا محمد وآله واصحابه اجمعين، برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اما بعد یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق ڈالنا بڑی بات ہے۔ لیکن سب سے بدتر بُرائی یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کو گمراہ اور بد عقیدہ بنایا جائے۔ کیونکہ عملی کوتاہی توبہ کے بغیر معاف ہو سکتی ہے۔ اور عملی بگاڑ سے انسان دوت ایمان سے بھی محروم نہیں ہوتا۔ لیکن بد عقیدگی پھیلانا، عقائد صحیحہ میں شکوک و شبہات ڈالنا، قرآن و حدیث کے نام پر سلف صالحین اور بزرگان دین سے بدراہ اور منحرف کرنا نہایت ہی بُرا ہے۔ اس سے ملت اسلامیہ میں فساد عظیم برپا ہوتا ہے۔ اور اتحاد اسلامی پارہ پارہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

اسی بنا پر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اُن لوگوں کی تلخ لہجہ میں مذمت کی گئی ہے جو لوگوں کے ایمان تباہ کرتے ہیں اور کفر و گمراہی کے مبلغ ہیں۔

اس وقت مسلمانوں میں پیدا شدہ بیسیوں گمراہ فرقوں کے مذہبی رہنما جو کردار ادا کر رہے ہیں وہ نظر انصاف سے دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

کوئی تو نفسِ اسلام کو ہی ابلیسی حجتِ بازیوں کے ذریعہ فرسودہ مذہبِ قرار دے کر دہریت اور سوشلزم کے جراثیم پھیلا رہا ہے۔ کچھ شریر ذہنیت کے لوگ بعض ضعیف حدیثوں کو سامنے رکھ کر انکارِ حدیث کا فتنہ پھیلانے میں سرگرم ہیں۔ بعض نادان جو ”طفلان بے خردنا شستہ رد“ کمانے کے زیادہ مستحق ہیں خواہی انہی ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کی اجتہادی اور فقہی کوششوں پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں۔ بعض بدطینت حُب صحابہ کی آڑ لے کر آل رسول کی توہین و تذلیل میں مصروف ہیں۔ یہ زید پید علیہ ما علیہ کی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اور لوگوں میں آل رسول علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بغض و عداوت کی تخم ریزی کر رہے ہیں۔

اور ابتدا اسلام سے ایک فرقہ ایسا بھی چلا آ رہا ہے جو حُب اہل بیت کا مدعی بن کر صحابہ رسول علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام والتمیۃ سے نادان لوگوں کو برگشتہ کر رہا ہے اور (معاذ اللہ) انہیں کافر، منافق، جریس، بیدین، غاصب اور خائن جیسی مظالم گالیاں دے دے کر اپنی آخرت تباہ اور دین اسلام کی عظمت و وقعت کو ملیا میٹ کر رہا ہے۔

ایک فرقہ اور ہے جو بیسوں اور دوسروں کا زلی دشمن ہے۔ اس فرقہ کی تمام تزکوشتیں مقبولانِ خداوندی کو عطا شدہ کمالات اور فضائل و مناقب کے انکار اور تردید و تضحیک پر مرکوز ہیں۔ اس فرقہ کے مذہبی پیشوا کمال عیاری سے سنی حنفی بن کر، نقشبندی اور چشتی قادری کھلا کر پیری مریدی کا چکر چلا کر، ولایت و بزرگی کا بادہ اوڑھ کر اپنے گستاخانہ عقائد کے زہریلے اثرات پھیلا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو حید کے علمبردار بن کر ان کوششوں میں مصروف ہیں کہ سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے اولیاء کرام اور

بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کی عقیدت و عظمت ختم کر دی جائے، اور ان کے ذہنوں میں یہ بات بٹھادی جائے کہ:-

”وہ پاک لوگ بھی ہماری ہی طرح بے بس، بے طاقت اور معمولی درجے کے انسان تھے، ان کے لیے کسی قسم کے اختیار و تصرف وغیرہ کو تسلیم کرنا انہوں نے قرآن و حدیث شرک و بدعت اور دین اسلام کے سراسر خلاف ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے متعلق یہ بد عقیدگی اور نفرت بڑی جرأت اور بے باکی کے ساتھ پھیلائی جا رہی ہے۔ اور یہ سب کچھ توحیدِخالص کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ بعض شریکوں اور فقہ پرور لوگوں نے تو اس ہم کو اپنی زندگی کا مقصد و حید اور نصب العین بنا رکھا ہے اور یہاں تک جرأت کرنے پر اتر آئے ہیں کہ بزرگوں سے بدظن کرنے کی خاطر آیات و احادیث کے معانی و مطلب کو بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ اور اس طرح کی جھوٹی باتیں پھیلا رہے ہیں کہ اولیاء سابقین خود فرما گئے ہیں کہ:-

”ہم کسی قوت و طاقت کے مالک نہیں، بلکہ ہم تو عاجز معض اور

بے اختیار ہیں۔“

منکرینِ شانِ اولیاء اللہ کا یہ فتنہ اور مقبولانِ حق کے خلاف ان کا یہ پراپیگنڈا روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے، اور اس فتنے کے علم بردار ایک جامع منصوبے اور تنظیم کے تحت سرگرم عمل ہیں۔ اہل اسلام کی اکثریت چونکہ دینی تعلیم سے بے بہرہ ہے اور صحیح اسلامی عقیدوں سے پورے طور پر واقف نہیں۔ اس لیے بہت سے لوگ ان کے پراپیگنڈے کی وجہ سے شک و شبہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اپنے ایمان کو متزلزل کر لیتے۔ اور بد عقیدگی کے تارکے میں جا گرتے ہیں۔

وجہ تالیف:

صادی شریعت، رہبر طریقت و حقیقت سیدی دستندی جناب صاحبزادہ
 سید محمد باقر علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیا نوالہ
 شریف و خلف الرشید عمدۃ العارفین، سراج السالکین آقائی و مولائی درشدی حضرت
 قبلہ سید نور الحسن شاہ صاحب قدس سرہ خلیفہ مجاز قطب زمان مجدد عصر حضرت
 اعلیٰ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہ کا وجود مبارک ملت اسلامیہ کے لیے بسا
 غنیمت ہے۔ حضور قبلہ اس زندقہ و الحاد کے تاریک دور میں دین اسلام کی ترقی، تعلیمات
 قرآنی کی نشر و اشاعت اور اولیاء کرام کے حقانی مشن کی تبلیغ و ترویج کا زبردست جذبہ
 اور تڑپ رکھتے ہیں۔ خلوت و جلوت، سفر و حضر ہر حالت میں اس امر کی تلقین و تاکید
 کرتے رہتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حفاظت و نگہبانی،
 احیائے سنت اور بزرگان دین کے عقائد و معمولات کی اشاعت کے لیے زندگی وقف
 رہنی چاہیے۔ اور اسی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دینا چاہیے۔ کیونکہ اسی
 میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضا و خوشنودی ہے۔
 آج جبکہ مدعیان علم و فقر اور خانقاہی حلقوں کی اکثریت نے دین کو جلب زر اور
 حصول دنیا کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ اور اپنی شہرت، اور نمائش کے طور پر ہی علم و کمال
 کو سمجھا ہے۔ اور شریعت کی پاسداری اور احیاء سنت کا جذبہ مفقود ہے، حضرت
 صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم خالص حصول رضائے الہی کے لیے احیاء سنت، ترقی
 و تبلیغ و اشاعت دین میں مصروف ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے سوا دو بدعتی لوگوں کی
 ریشہ روانیوں، امت مسلمہ میں پیدا ہونے والی بدعتیگی کے ہولناک سیلاب کی تباہ کاریوں
 کا بروقت احساس کرتے ہوئے فساد عقائد سے بچاؤ کی خاطر فرمایا کہ اس فتنے کا انسداد
 بہت ضروری ہے۔ اور اس سے غفلت ناقابل فراموش غلطی ہے اور فرائض دینی کی بجا
 آمدی میں بہت بڑی کوتاہی ہے۔ چنانچہ حضور قبلہ نے اس ناچیز کو حکم دیا کہ گیا رہو
 صدی ہجری کی مشہور و معروف مسلمہ شخصیت، عارف کامل و مکمل امام محققین رئیس
 مدققین، غوث صمدانی، محبوب سبحانی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی سرسندی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات قدسی آیات سے آپ کے وہ ارشادات اور کلمات
 طیبات اہل سنت و جماعت کی بصیرت و اطمینان قلب کے لیے ایک کتاب کی صورت
 میں جمع کر کے چھاپ دیے جائیں جن میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے
 حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف، بزرگان دین سے زندگی میں
 اور بعد از وصال استمداد و استعانت جیسے مسائل کو مجددانہ انداز میں بیان
 فرمایا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مکتوبات شریف کی تخصیص
 و تعبیر اس لیے کی گئی تاکہ موجودہ دور کے نام نہاد "موحدین" پر یہ واضح کر دیا جائے
 کہ اس طرح کے عقائد شرک و بدعت نہیں ہیں۔ بلکہ محققین علماء و صوفیاء کی تصریحات
 کی رو سے قرآن و حدیث کے عین مطابق ہیں۔ نیز امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی
 قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات مسلمہ بین الفریقین ہے۔ بلکہ غلط فہمی پیدا کرنے کے لیے
 مخالفین حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اپنا ہم نوا اور ہم خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنی اس

مذموم مقصد بر آوری کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکتوبات شریف کے مطالب و معانی میں تخریف کرنے اور عبارات کو توڑ مروڑ کر اپنی تائید میں پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اور اس طرح کی حیلہ سازیوں سے عوام کو بہکاتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو بظاہر بہن بین ہیں لیکن حقیقت میں دیوبندیت سے ہمنوا ہیں۔ یہ لوگ بھی مجددی کہلاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و ارادت کا دم بھرتے ہیں اور اپنی مجددیت کا زور و شور سے پرچار کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عقیدہ و مسلک کے اعتبار سے ان کو حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ صرف اپنی پیری مریدی کو فرسوغ دینے اور عوام کو اپنی عقیدت کے دام میں پھانسنے کے لیے مجددی بنتے ہیں۔ اور حضرت امام ربانی قدس سرہ اسمی کا نام لیتے ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ضروری تھا کہ اصلی و نقلی مجددیوں میں فرق و امتیاز واضح کیا جائے اور حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے دکھاوے کا تعلق رکھنے والوں کی نشان دہی کی جائے تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے امید ہے کہ پیش نظر رسالہ کے مطالعہ کے بعد سچ اور جھوٹ کے اندر فرق کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوگی۔

چنانچہ اس رسالے کی ترتیب و تدوین کے لیے حضرت امام ربانی قدس سرہ اسمی کے مکتوبات قدسی آیات کے ہر سہ دفتروں سے نہایت عرق ریزی اور کوشش سے متعلقہ عبارتیں جمع کی گئیں۔ اور پوری دیانتداری اور ذمہ داری سے نقل کر کے "مسلک امام ربانی" کے نام سے ایک کتابی شکل میں چھاپ دی گئی ہیں۔

الحمد للہ کہ اہل اسلام نے توقع سے زیادہ اس کتاب سے دل چسپی لی ۱۹۶۶ء

میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا۔ اور سال کے اندر اندر ہی ختم ہو گیا۔ ورنہ اس فحش ناول خوانی اور ذہنی آوارگی کے زمانہ میں اسلامی کتابیں پڑھنے کا جس قدر رحمان ہے وہ سب پر عیان ہے۔

پہلے ایڈیشن کی تالیف و ترتیب کے وقت بندہ کو بعض وجوہات کی بنا پر قدرے عجلت سے کام لینا پڑا۔ اس لیے بعض مزید ضروری حوالہ جات درج نہ ہو سکے نیز بعض نہایت ضروری اور اہم مسائل جو مستقل علیحدہ ابواب کی صورت میں بیان کرنے تھے رہ گئے تھے۔

علاوہ برین ملک حسن علی صاحب جامعہ غیر مقلد اپنی تالیف ”تعلیمات مجددیہ“ میں دانستہ طور پر جن خیانتوں کے مرتکب ہوئے تھے، ان پر صرف اجمالی تبصرہ ہو سکا۔ ان کی خیانتوں، دھاندلیوں اور تحریفات کا مکمل و مفصل نوٹس نہ لیا جاسکا۔ اس طرح پہلا ایڈیشن جس اکمال و جامعیت کا متقاضی تھا وہ پیدا نہ ہو سکی۔ اب اس دوسرے ایڈیشن میں اپنی دانستہ کے مطابق اس کی کافی حد تک تلافی کر دی گئی ہے۔ پہلے ایڈیشن میں قائم کردہ عنوانات و ابواب کے تحت بعض مزید ضروری عبارات اور حوالہ جات جو رہ گئے تھے، اس میں درج کر دیے گئے ہیں۔

ان مذکورہ ابواب کے ضمن میں اور بہت سے ضروری مسائل آگئے ہیں۔ اس طرح مختصر طور پر مکتوبات قدسی آیات کے تقریباً تمام مضامین و مطالب اور اسرار و معارف بیان ہو گئے ہیں۔ اس رسالے کا مطالعہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو مفید معلومات فراہم کرے گا۔

مخالفین حضرات جن مسائل کی بنا پر اہل سنت و جماعت کو کافر و مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں، ان میں سرفہرست درج ذیل مسائل ہیں۔

- (۱) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ہونا۔
- (۲) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب۔
- (۳) کالمین اولیاء اللہ کا زندگی میں اور بعد از وصال باذن اللہ متصرف فی الامور ہونا۔

(۴) اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی ذوات مقدسہ سے ان کی زندگی میں اور بعد از وصال عون النبی کا منظر جانتے ہوئے مدد طلب کرنا۔

(۵) مشکلات و بہمت میں ان کو وسیلہ جانتے ہوئے ان کی طرف رجوع کرنا۔ ان کے حضور میں التجا کرنا۔

(۶) بزرگوں کے عرس منانا۔ تیجے چالیسویں وغیرہ کی صورت میں اموات کو ثواب پہنچانا۔ ذکرِ لاوت کے لیے مجلس میلاد منعقد کرنا وغیرہ۔

شیخ الشیوخ امام العارفین امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوبات شریف میں ان مسائل و حقائق کا اثبات فرمایا ہے۔ اور انہیں اہل سنت

وجماعت کے عقائد قرار دیا ہے۔ اور نجاتِ اخروی کو ان عقائدِ صاحبہ پر منحصر کیا ہے۔
 مخالفین میں سے اگر کوئی صاحب اس رسالہ میں حضرت مجدد صاحب کی درج شدہ
 عبارات کا جواب دینا چاہے تو ان کی خدمت میں استدعا ہے کہ وہ دیانت اور سچائی
 سے کام لیں۔ اور سنجیدگی اور منانیت کے ساتھ پیش کردہ عبارتوں کی وضاحت فرمائیں۔ اور
 اگر ہم غلطی پر ہوں تو ہماری راہ نمائی فرمائیں ہم ممنون ہوں گے۔ اور صرف اس پر اکتفا نہ
 کیا جائے۔ کہ ”ثبوت عقائد کے لیے تو قرآن و حدیث سے دلائل چاہیں“ کیونکہ نقل عبارت
 سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اگر ایسے عقائد قرآن و حدیث کی رو سے مشرکانہ اور مبتدعانہ
 ہوتے تو حضرت مجدد صاحب قدس سرہ جیسے خلد رسیدہ، عالی مرتبہ بزرگ ہرگز نہ ہرگز
 ان عقائد کو صحیح و درست اور ذریعہ نجات قرار نہ دیتے۔ بلکہ جس طرح مکتوبات شریف
 میں جا بجا شریعتِ حقہ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی و اتباع کی
 تاکید و تلقین کی ہے، بالکل اسی طرح واضح طور پر فرمودہ فرماتے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کو نور ماننا۔ آپ کے لیے علم غیب تسلیم کرنا۔ انبیاء اور اولیاء کرام سے
 مدد و نصرت طلب کرنا شرک و کفر اور بدعت و ضلالت ہے۔ جیسا کہ مخالفین کا عقیدہ ہے۔
 مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کے بالکل برعکس حضرت مجدد قدس سرہ نے تینوں دفتروں
 میں جا بجا اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ آپ بے مثل بشر ہیں۔ اور یہ بشریت آپ کی
 نورانی ذات کے لیے صرف لباس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وسعت علم کی یہ نشان ہے
 کہ آپ امت کے حالات سے ایک لمحہ کے لیے بھی بے خبر نہیں۔ جیسا کہ نقل کردہ عبارات
 سے ظاہر ہو گا۔

اہل تحقیق کا اس اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص منقہ اور پہنیز کار نہ ہو وہ ہرگز

درجہ ولایت نہیں پاسکتا، قرآن کریم میں صاف فرمایا:

إِنَّ أَوْلِيَاءَ دُ الْإِلَٰهَةِ
الْمُتَّقُونَ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ کے ولی صرف
پرہیزگار لوگ ہی ہو سکتے ہیں۔

دوسرے مقام پر اولیائے کرام کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے قرآن کریم میں وارد ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا
يَتَّقُونَ ۝

یعنی ولی صرف وہ لوگ ہیں جو ایماندار
ہونے کے ساتھ ساتھ متقی اور پرہیزگار

بھی ہوتے ہیں۔

ان آیات مبارکہ کے مطابق تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت سے خالی انسان
حیب ولایت کے درجہ کو نہیں پاسکتا، تو بدعت و ضلالت سے آلودہ اور شرکیہ عقائد کا
علمبردار انسان کس طرح ولی بزرگ اور عارف بالہدین سکتا ہے، حالانکہ تمام اولیاء
اللہ کی کتابیں ان عقائد و مسائل سے پُر ہیں جن کو منکرین شان اولیاء اللہ شرک و
بدعت کہتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے صراط مستقیم کی پہچان یہ بیان فرمائی

ہے:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ
عَلَيْهِمْ ۝

یعنی صراط مستقیم صرف وہ ہے جو
اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کا
راستہ ہے۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ وضاحت فرمادی کہ انعام یافتہ چار گروہ ہیں:

(۱) انبیاء کرام (۲) صدیقین (۳) شہید (۴) صالحین

امام رازی اپنی تفسیر کبیر میں انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
 له يقتصر عليه قال صراط
 الذین انعمت علیہم و
 هذا يدل علی ان المرید
 لا سبیل له الی الوصول
 الی مقامات الهدایة
 والمکاشفة الا اذا اقتدی
 بشیخ یهدیه الی سواء
 السبیل ویجنبه عن مواقع
 الاغالیط والاضالیل و
 ذلك لان النقص غالب
 علی الخلق وعقولهم غیر
 وافیه بأدرک الحق وتمیز
 الصواب عن الغلط فلا
 بد من کامل یقتدی به
 الناقص حتی یتفوی عقل
 ذلك الناقص بنور عقل
 ذلك الكامل فحينئذ یصل
 الی مدارج السعادات و
 الشرفان نے سرت ابدنا العراط المستقیم کے
 الفاظ پر کفایت نہیں کی بلکہ عراط الذین
 انعمت علیہم بھی ساتھ فرمایا یہ اس بات
 پر دلالت کرتا ہے کہ مرید کے مقامات
 ہدایت اور مکاشفہ تک پہنچنے کی سوائے
 اس کے کوئی صورت نہیں کہ وہ ایسے شیخ و
 رہنما کی اقتدار کرے جو اسے سیدھے راستے
 پر چلائے اور گمراہیوں اور غلطیوں کے
 مواقع سے بچائے۔ اور یہ اس بنا پر
 ضروری ہے کہ اکثر مخلوق پر نقص اور
 کوتاہی غالب ہے۔ اور انکے عقول و
 ادراکات تک پہنچنے اور صواب کو غلط
 سے تمیز کرنے میں پورے نہیں آتے۔ تو
 ایسے کامل کی اقتداء ضروری ہے جو ناقص
 کی رہنمائی کرے تاکہ ناقص کی عقل کامل
 کے نور عقل سے قوت پکڑے۔ ایسا ہی
 کرنے سے ناقص سعادتوں کے
 مدارج اور کمالات کی سپر صیروں کو

معارض الکمالات - عبور کر سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۱ - ص ۱۳۲)

صاحب تفسیر مدارک اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فائدہ التاکید والاشعار
بان المصراط المستقیم
تفسیر صراط المسلمین
لیکون ذلک تمہاداً لصرار
المسلمین بالاستنفاة علی
ابلاغ وجه واکدہم
المؤمنون والانبیاء علیہم
السلام۔

اس کا فائدہ ایک نو تاکید ہے۔ اور دوسرا
اس بات کا اظہار ہے کہ صراط مستقیم کی
تفسیر صراط المسلمین ہے۔ تاکہ یہ مسلمانوں
کے راستے کے سیدھا اور ٹھیک ہونے
کی کامل اور موکلہ طریقہ پر شماریت
اور گواہی بن جائے۔ اور وہ مؤمنوں
اور انبیاء کرام علیہم السلام کا
راستہ ہے۔

(مدارک ج ۱ - ص ۸)

حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی دفتر اول مکتوب ۱۹۲۷ء میں فرماتے ہیں:

داز علومیکہ از کتاب و سنت
مستفاد اند بہماں معتبر اند کہ این
بزرگواراں از کتاب و سنت اخذ
کردہ اند و ہمیدہ زیراکہ ہر متبدع
و ضال عقائد فاسدہ خود را از
کتاب و سنت اخذ میکند پس

اور وہ علوم جو کتاب و سنت سے حاصل
ہوتے ہیں ان میں سے صرف وہی علوم قابل
اعتبار ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب و
سنت سے اخذ کیے ہیں اور سمجھے ہیں
کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے عقائد فاسدہ
کتاب و سنت سے ہی اخذ کرتا ہے۔ لہذا

ہر معنی از معانی مضمومہ ازینہا ان گراہوں کے ذہن میں آنے والے
معتبر نہیاشد۔ معانی معتبر نہیں ہیں۔

جو راستہ ان چار گروہوں کا بیان کردہ اور بتایا ہوا ہے وہی صراط مستقیم ہے۔
اور راستہ سے مراد ان چار گروہوں کے عقیدے، اعمال، سیرت و معمولات ہیں۔ منکر بن
شان اولیاء اللہ جن عقائد اور خیالات کے حامل ہیں۔ اور جن کو عین اسلام قرار دے کر ان
کی تبلیغ و اشاعت پر زور دیتے ہیں، ہماری درخواست ہے۔ کہ ان عقائد و خیالات کو بزرگان
دین کی کتابوں سے ثابت کر کے دکھائیں۔ کیا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی کسی تصنیف میں
لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نُورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰهِ مانا شرک ہے؟ یا حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے لیے عطائی علم غیب کا ماننا مشرکانہ عقیدہ ہے؟ اور اہل اللہ سے وسیلۃ
مدد و اعانت چاہنا گمراہی و ضلالت ہے؟ اگر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے اپنی کسی تصنیف میں ایسا تحریر فرمایا ہے تو ازراہ مہربانی ہم کو بھی دکھائیے؟ اور اگر کسی
بھی تصنیف میں ایسا نہیں لکھا تو بتائیے اتنے اہم اور ضروری اور بنیادی مسائل کو ان بزرگوں
نے کیوں نہیں بیان کیا۔ اور کیوں نہ کہہ گئے کہ ان مشرکانہ عقیدوں سے دور رہنا۔

جب انہوں نے سنت و مستحب تک کے مسائل بیان کیے ہیں تو آخر ان عقیدوں سے
خبردار رہنے کی تلقین کیوں نہ کی جن سے آدمی کا نفس ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے؟ کیا امام حسن
بھری، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبداللہ بن
مبارک، امام قشیری، امام غزالی، حضرت علی بجمیری معروف بہ داتا گنج بخش، خواجہ اجمیری،
مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہیں ان عقیدوں
کو مشرکانہ کہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو بتائیے۔

کو وہ کس کی تہذیبوں کے ہاں اور یہاں سے تہذیبوں کی اصلاح اور فریب سے کہ ان بزرگوں کے زمانہ میں یہ مسائل پیدا ہوئے تھے کہ یہ کلمہ شکر میں شامل اور یا اللہ کے کلام میں تیسرا اور ان تہذیبوں میں جو کلمہ شکر میں ان عقائد والوں کو شرک و بدعتی کہتے تھے اس سے احادیث معلوم ہوتی تھیں کہ ان کے زمانہ میں یہ عقائد اور ان عقائد کے حامل لوگ موجود تھے۔ تیسرا عقیدہ ان کو شرک و بدعتی کہتا تھا۔

اس طرح کیا کہ جو یہ صدی میں پیدا ہونے والے تھے ان جملہ لوہاب نجدی نے بڑی شرفی اور دیدہ دلیری کے ساتھ اہل سنت و جماعت کو شرک و بدعتی کہا۔ بلا اہل سنت و جماعت کا قتل جانز قرار دیا اور کفری اثنائے۔

مقام غور ہے کہ آخر ان چند افراد کے علاوہ باقی تمام امت کے علماء، محدثین، فقہاء اور صوفیائے کرام نے کیوں ایسے عقائد والوں کو شرک و بدعتی کہنے سے قاضی اختیار کیا بلکہ اٹھے ایسے تہذیب اور ان تہذیب اور عبدا الوہاب نجدی وغیرہ کے ہاں کلمہ شکر لکھیں، تعجب ہے کہ حوالہ فیضی کے نزدیک ایسے تہذیب اور عبدا الوہاب نجدی وغیرہ نجدیوں کو مصلحین میں شمار ہوتے ہیں۔ حالانکہ بزرگان دین نے ان "مصلحین" کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

حوالہ فیضی اہل سنت عام طور پر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم قرآن و سنت سے اپنے عقائد ثابت کرتے ہیں۔ اور تمہارے پاس بزرگوں کے اقوال اور توجہات کے سوا کچھ سوا اور نصوحی نظایہ کے سامنے ان کی کیا وقعت و حقیقت ہے۔ اس سوال کا مختصر اور عام نعم جواب تو یہ ہے کہ کیا وہ آیات و احادیث میں کوئی لوگ جنہیں کرتے ہو بزرگان دین اور مفسرین کرام نے نہیں دیکھی تھیں؟ یا ان آیات و احادیث کے معنی وہ نہیں سمجھ سکے؟ اور ان کو یہ محسوس

نہ ہو سکا کہ قرآن و احادیث میں ان عقائد کو مشرکانہ اور مبتدعانہ قرار دیا گیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مخالفین کے نزدیک حجۃ الاسلام امام غزالی، حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ عبدالحق دہلوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ معاذ اللہ جاہل اور بے علم تھے۔ کہ ان کو تو سمجھ نہ سکا کہ ان آیات کے معانی یہ ہیں۔ اور زمانہ حال کے چند خشک ملاؤں پر منکشف ہوا کہ قرآن مجید اور کتب حدیث میں ایسی آیات و احادیث بھی موجود ہیں۔ جن کی رو سے سواذرا عظیم منکر و بدعت سے آلودہ نظر آتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدھا راستہ صرف اور صرف وہی ہے جو بزرگان دین اور علماء حق کا راستہ ہے اور قرآنی آیات، و احادیث مبارکہ کا صرف وہی مطلب اور ان کی صرف وہی تفسیر درست اور قابل اعتبار ہے۔ جو ان پاک بزرگوں نے کی ہے۔ صرف سلم ہدایت اور حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ مولیٰ کریم کا ارشاد ہے وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو علم کے باوجود گمراہی و ضلالت میں ڈال دیا۔

لہذا جن عقائد کی اکابرین اسلام نے نشان دہی فرمائی ہے۔ ان کو اپنا عقیدہ بنانا چاہیے۔ ان کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے۔ اور ان کے اطوار و احوال کو مشعل راہ بنانا سعادت عظمیٰ ہے۔ اس کے بغیر عقائد کسی صورت بھی درست اور صحیح نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ اس وقت ہر شخص قرآن بجل میں دباٹے پھر رہا ہے۔ اور تبلیغ و اشاعت اسلام کا مدعی بنا ہوا ہے، اس خود سری اور ذہنی افراتفری کے دور میں ایمان بچانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلا جائے۔

مختصر سوانح

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی

کتاب ہذا میں امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کے مذہب، مشرب، مسلک اور عقائد و معمولات اور ان کی تعلیمات کو مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس تالیف میں یہی چیزیں پیش کرنی مطلوب تھیں، جو مجدد اللہ تعالیٰ کسی حد تک پیش کر دی گئی ہیں۔ لہذا ذیل میں صرف حصول برکت کے لیے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حالات نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ لکھے جا رہے ہیں۔

نسب شریف

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا نسب شریف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح ملحق ہوتا ہے:۔ شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحمید بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ

شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ
 مسعود بن شیخ عبداللہ الواعظ الصغر بن حضرت عبداللہ الواعظ الاکبر بن شیخ ابوالفتح بن شیخ
 اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی
 اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (مذکورہ مشائخ نقشبندیہ از علامہ نور بخش توکلی ایم۔ اسے ص ۱۰۱)۔

ولادت باسعادت

آپ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو بمقام سرہند شریف حضرت شیخ عبدالاحد فاروقی چشتی
 صابری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت
 سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ کل جہاں میں ظلمت پھیل گئی ہے، سورج، چاند اور سورج کو
 ہلاک کر رہے ہیں۔ وہیں اثنامیر سے سینے سے ایک نور نکلا اور اس میں سے ایک تخت
 ظاہر ہوا۔ اس تخت پر ایک شخص نکیہ گھاٹے بیٹھا ہے اور اس کے سامنے تمام ظالموں، زندقوں
 اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ کوئی شخص باواز بلند کہتا ہے وَقَدْ جَاءَ
 الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا قَا۔ اس خواب کی تعبیر حضرت شاہ
 کمال کبیر علی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کی تو انہوں نے بعد توجہ فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک
 رُکاب پیدا ہو گا جس کے ذریعہ الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی۔ چنانچہ یہ تعبیر
 بالکل صحیح و درست نکلی۔

تحصیل علوم

جب حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عمر تعلیم حاصل کرنے کے لائق ہوئی تو آپ کو

مکتب میں داخل کیا گیا۔ اور آپ نے بہت مقوی مدت میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد سے فرمائی۔ بعد ازاں سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا کمال کشمیری سے محققہ لائے کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حدیث کی بعض کتابیں شیخ خوارزمی بردی کے خلیفہ مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھ کر سند حاصل کی۔ مولانا یعقوب نے حرمین شریفین میں پندرہ روز ہاں کے بڑے بڑے محدثین سے استفادہ و استفادہ کر کے سند حاصل کی تھی۔ ان کے علاوہ قاضی بلول بدخشانی تلمیذ شیخ المحدثین ابن فہدی سے تفسیر واحدی مع دیگر مولفات واحدی، تفسیر بیضاوی مع دیگر مصنفات قاضی بیضاوی اور صحیح بخاری مع متعلقات ثلثیات وغیرہ و مشکوٰۃ المصابیح و ترمذی شریف مع شمائل اور جامع صغیر و قصیدہ بردہ شریف اور حدیث مسلسل بالاولیٰ کی اجازت حاصل فرمائی۔ و حضرات القدس و زبدۃ المقامات)۔

غرضیکہ آپ نے سترہ برس کی عمر تشریف میں فارغ التحصیل ہو کر اپنے والد ماجد کے حضور ہی میں طلبہ کو پڑھانا شروع کر دیا۔ مختلف دیار و اصصارت سے سینکڑوں طلبہ جو حق درجہ آئے شروع ہو گئے۔ رات دن درس و تدریس کا مشغلہ رہتا۔ ہر وقت علوم حدیث و تفسیر کے شائقین آپ کے گرد پروانہ وار جمع رہتے۔ اسی اثناء میں آپ نے رسائل تصنیف فرمائے۔ رسالہ تملیہ اثبات النبوت اور رسالہ درر و واقف اس زمانے کی یادگار ہیں۔

آگرہ کا سفر

ان دنوں آگرہ علماء و فضلا کا مرکز بنا ہوا تھا۔ ان کے علم کا شہرہ سن کر آپ آگرہ تشریف

لے گئے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے۔ اس عرصے میں کئی دفعہ ابو الفضل کی مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہ آپ کے علم و فضل کی بے حد تعریف کیا کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے فلاسفہ اور ان کے علوم کی تعریف میں بے حدبالغہ کیا۔ جس سے علمائے دین کی توہین کا پہلو نکلتا تھا۔ حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو برداشت نہ کر سکے اور فرمایا کہ امام غزالی قدس سرہ العالی نے رسالہ منقذ من الضلال میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ وہ علوم جن کے واضح فلاسفہ اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ مثلاً بیئت، نجوم اور طب وغیرہ یہ سب کتب انبیائے سابقین سے چرائے ہوئے ہیں۔ اور ریاضی وغیرہ جو فلاسفہ کے طبع زاد ہیں ان کی دین کو کیا ضرورت ہے؟۔۔۔۔۔ ابو الفضل آپ کی معقول تقریر سن کر بے حد خفا ہوا اور کہنے لگا کہ امام غزالی نے غلط و نامعقول کہا ہے۔ حضرت شیخ مجدد دیرین کرنا راض ہو گئے اور اس کی مجلس سے اٹھ آئے۔ اور چلتے وقت فرمایا کہ اگر تو ہم جیسے اہل علم کی صحبت کا ذوق رکھتا ہے۔ تو ایسی بجا دبانہ اور گستاخانہ باتوں سے اپنی زبان کو بند رکھو! اس کے بعد کئی روز تک آپ اس کی مجلس میں تشریف نہ لے گئے تو اس نے معافی مانگ کر آپ کو بلایا۔

ایک روز آپ ابو الفضل کے بھائی فیضی کے ہاں تشریف لے گئے وہ ان دنوں تفسیر بے نقط (سواطع الالہام) لکھ رہا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا کہ خوب موقع پر تشریف لائے ہو۔ ایک مقام درپیش ہے کہ جس کی تاویل و تفسیر حروف غیر معجمہ میں مشکل ہے۔ میں نے ہر چند دماغ سوزی کی ہے۔ مگر دل خواہ عبارت نہیں سو جھتی۔ یہ سن کر آپ نے قلم برداشتہ اس صفحہ کے مطالب و معانی بے نقط حروف میں کمال بلاغت و فصاحت میں تحریر فرمادیے۔ آپ کی یہ قدرت دیکھ فیضی حیران و ششدر رہ گیا۔ اس ایک واقعہ سے آپ کی زبردست قابلیت اور کمال فصیلت کا بخوبی پتہ

چل جاتا ہے۔

آپ کو اگر وہ میں رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا اس لیے آپ کے والد بزرگوار باوجود
کبر سنی کے طویل سفر طے کر کے آپ کو ملنے کے لیے آگرہ پہنچے اور حضرت کو اپنے ساتھ سرہند
شریعت واپس لے آئے۔ راستے میں بنقام تھا میسر وہاں کے رئیس شیخ سلطان کی صاحبزادی
سے آپ کی شادی ہوئی۔

سلوک طریقت

وطن پہنچ کر آپ نے سلوک طریقت صوفیہ میں قدم رکھا اور اپنے والد زادار کی صحبت
میں رہ کر بہت سے فوائد باطنی حاصل کیے۔ چنانچہ آپ رسالہ مبداء و معاد میں تحریر
فرماتے ہیں:

”اس درویش کو اصل نسبتِ فردیت کہ جس سے عروجِ اخیر مخصوص ہے،
اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ اور والد بزرگوار کو ایک بزرگ
(شاہ کمال کتبیلی) سے ہاتھ لگی تھی جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق میں
مشہور تھے۔ نیز اس درویش کو عباداتِ نافلہ بالخصوص ادائے نمازِ نافلہ
کی توفیق اپنے والد بزرگوار کی مدد سے ہے۔ اور والد بزرگوار کو یہ سعادت
اپنے شیخ (رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی) سے حاصل ہوئی تھی جو
اس سلسلہ میں تھے۔“

(بحوالہ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از علامہ توکل ص ۱۷۶)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے حضور میں

حضرت امام ربانی کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ منقذہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق مدت مدید سے دامن گیر تھا۔ مگر اپنے والد ماجد کی کبرستی کے باعث اس ارادے کو ملتوی رکھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحد نے ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۰ھ کو اسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا تو اگلے برس ۱۰۱۱ھ میں بارادہ حج روانہ ہوئے دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے جو آپ کے محبتوں میں سے تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ کی بے حد تعریف کی۔ احمد ان سے ملنے کی تاکید کی۔ چونکہ آپ کو نسبت نقشبندیہ کا شوق پہلے ہی سے تھا۔ اس لیے آپ حضرت خواجہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نہایت مہربانی سے پیش آئے۔ اور آپ کا ارادہ و مقصد معلوم کیا۔ حضرت مجدد صاحب نے اپنا مقصد سفر بیان کیا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شبیہ یہ نہ تھا کہ کسی طالب کی بذات خود اپنے آپ اخذ طریقہ کا اشارہ فرمائیں۔ بلکہ ایسے مبارک سفر سے روک کر اپنی خانقاہ میں قیام کرنے کا حکم دیں۔ مگر چونکہ اس شہباز بلند پرواز کی قابلیت و استعداد پر نظر تھی۔ اس لیے اپنی عادت کے خلاف ارشاد فرمایا:

”اگرچہ تم مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہو لیکن کم سے کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ

فقراء کی صحبت میں رہو تو کیا حرج ہے۔“

حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق آپ نے ایک ہفتہ تک ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے۔ کہ حضرت خواجہ کے کشش و تصرف سے آپ پر اخذ طریقہ نقشبندیہ کا شوق غالب ہوا اور آپ نے حضرت خواجہ سے اس کا اظہار فرمایا تو حضرت خواجہ نے

فی الفور داخل طریق کر لیا۔ اور خلوت میں سے جا کر توجہ دینا شروع کی۔ چنانچہ اسی دم آپ کا
قلب منور و ذکر ہو گیا۔ اور روز بروز ترقیات و درجات حاصل ہوتے چلے گئے۔

طریق نقشبندی میں فیوض خواجہ باقی سے

بنا ہے سیدہ کنجینہ مجدد الف ثانی کا

محبوب و مراد مرشد

جس طرح سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
اصحابہ وسلم کے مراد تھے۔ اس طرح حضرت فاروق اعظم کی اولاد امجاد میں سے شیخ الاسلام
المسلمین حضرت بابا فرید الدین مسعود شکر گنج فاروقی اجودھنی رحمہ اللہ حضرت خواجہ قطب الدین
غیبیار کاکل ادیشی دہلوی رحمہ اللہ کے مراد تھے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
اولاد پاک سے حضرت خواجہ گنج شکر کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ
اپنے مرشد برحق کے محبوب و مراد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

ایں سعادت بنزد بازو نیست

تاناہ بخشہ خدائے بخشندہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مراد مرشد ہونے کے متعلق بہت سے واقعات
نب میں درج ہیں۔ یہاں صرف ایک کا نقل کر دینا کافی ہے۔ وہ یہ ہے۔

قطب المحققین حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے
مولا نا خواجہ جلی المکنگی قدس سرہ نے ہم کو حکم دیا کہ بندوستان جاؤ۔ وہاں یہ سلسلہ
یفتم سے مزاج پائے گا۔ میں نے اپنے کو اس کا اہل نہ پا کر غم کیا۔ حضرت نے استخارہ

کا حکم دیا۔ میں نے استخارہ کیا۔ اور اس میں یہ معلوم ہوا کہ ایک طوطی ایک شاخ کے سر پر بیٹھا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ طوطی اس شاخ سے اڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو ضرور اس سفر میں مجھے کامیابیاں ہوں گی۔ مگر اس خیال کے طوطی اڑا اور میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اس کی منقار کو اپنے منہ میں لیا۔ اور اس نے میرے منہ میں شکر ڈال دی۔ میں نے اس واقعہ کی تعبیر اس طرح لی کہ طوطی چونکہ ہندوستان کا پرندہ ہے اس لیے کوئی بزرگ ہند کے ہم سے متوسل ہوں گے۔ اور معارف و اسرار اس سے پیدا ہوں گے۔ اور ہم کو بھی اس سے فائدہ پہنچے گا۔ میں نے یہ واقعہ اور تعبیر جناب مولانا سے بیان کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہی ہے جو تم کو معلوم ہوئی ہے۔ ایک عرصہ سے بزرگانِ طریق اس بزرگ کی تشریح فرمائی کے منتظر ہیں۔ جلدی کرو اور اس بزرگ کو پاؤ۔ اب معلوم ہوا کہ وہ بزرگ تمہارے دامن سے پرواز کرے گا۔

حضرت خواجہ قدس سرہ (خواجہ باقی باللہ) نے ختم کلام کے بعد ہمارے حضرت قطب القیاس (مجدد صاحب) سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ واقعہ اور بشارت تم سے متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ کی تعبیر کے مطابق انجام کار ہوا (حضرات القدس مترجم دفتر دوم ص ۲۰۷)۔ حضرت علامہ نور بخش تو کلی ایم۔ اے مرحوم نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ نے کئی بار فرمایا "شیخ احمد کی سرعت سیر کا سبب یہ ہے کہ وہ محبوب و مراد ہیں۔"

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۷)

مجدد الف ثانی

حضرت خواجہ بدر الدین سرہندی حضرت القدس میں تحریر فرماتے ہیں:-

”راقم المحرون عرض کرتا ہے کہ ایک دفعہ میرے دل پر خطرہ گزرا کہ اگر حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو ”مجدد الف ثانی“ کیا ہے۔ اعظم علماء وقت میں سے کسی سے اس امر کی تائید ہوتی تو بہتر تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ خطرہ میرے دل میں آپ کی خدمت میں گزرا۔ آپ نے احقر کو فرمایا کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جو علوم عقلیہ و نقلیہ میں تصانیف عالیہ رکھتے ہیں اور اس وقت دیار ہند میں ان کا نظیر نہیں معلوم ہوتا مجھے آپ نے ایک مکتوب میں لکھا تھا۔ پھر آپ نے تبستم ہو کر فرمایا کہ آپ کے فقرات مدحیہ میں سے ایک فقرہ ”مجدد الف ثانی“ تھا۔ مولانا عبدالحکیم نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ کسی نے یہ آیت پڑھی **قُلِ اللّٰهُ تَعَالٰی** **ذَرَهُمْ**۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تعلیم ذکر اخذ کی اور آپ کے مخلصین میں داخل ہوئے (زبدۃ المقامات مترجم اردو ص ۱۷۱)۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی شان ارفع و اعلیٰ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت کے دعویٰ مجددیت اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق کی زبردست تائید ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں:-

”شیخ مجدد اس دورہ کے پیش خیمہ ہیں۔ اس دورہ کے بہت سے معارف اور علوم شیخ کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہیں، شیخ اس دورہ کے قطب ارشاد ہیں۔ آپ کے ہاتھوں پر بہت سے طبعی گمراہ اور بدعتی تائب ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد کی تعظیم عین مذکورہ ادوار اور مکوں کا نشانہ (یعنی حق سبحانہ تعالیٰ) کی تعظیم ہے۔ حضرت شیخ کے نعماء و برکات کا شکر یہ عین ایزد متعال کا شکر یہ ہے۔“

۱۷۱ کلمات طیبات ص ۱۷۱ مکتوب سبغتم بحوالہ سیرت امام ربانی مولفہ مولانا محمد دائرہ فاروقی ص ۱۷۱

تجدیدی کارنامے

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا جس وقت ظہور ہوا۔ اس وقت اپنے اور بیگانوں کے ہاتھوں جو دین اسلام کی درگت بن رہی تھی۔ اس کے تصور سے ہی دل کانپ جاتا ہے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اس لادینی دگرہی کے خلاف جو نادر امثال مساعی فرمائیں ان کا بیان بہت طویل ہے اور حضرت شیخ قدس سرہ کی سوانح کا یہی ایک ایسا باب ہے جس کو پڑھنے اور سمجھنے سے ہی یہ حقیقت آشکارا ہو سکتی ہے کہ آپ کا دعویٰ مجددیت بالکل صحیح تھا۔ اور جن حضرات نے اس کی تائید و تصدیق فرمائی۔ انہوں نے اپنے نور بصیرت و نور ایمانی کے ذریعے عین حق کہا تھا۔ حضرت کے تجدیدی کارناموں کو اس مقام پر بیان کرنا ناممکن ہے۔ مختصر یہ کہ آپ نے اکبر کے دین الہی کے خلاف آواز بلند کر کے بادشاہ سے ٹکری۔ دین الہی میں سود، قمار بازی اور شراب کو حلال قرار دے دیا گیا تھا۔ غسل جنابت کی فرضیت سے انکار کر دیا گیا تھا۔ اور گناہ کا مذاق اڑایا جاتا اور اسلامی پردے کو ختم کرنے کا حکم صادر کیا گیا۔ زنا کے اڈے قائم کیے گئے۔ علمائے حق کی توہین و تذلیل کی جاتی۔ کفار کا اس قدر زور بڑھ گیا تھا کہ مساجد کو بلاخوف گرا دیا جاتا تھا۔ اور مسلمانوں کے مقابر و مساجد کو منہدم کر کے ان پر مندر تعمیر کر دیے جاتے تھے۔ بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرنا ضروری تھا۔ گائے اور بھینس کے گوشت کو حرام اور حرام جانوروں کے گوشت کو حلال قرار دے دیا گیا تھا۔ ابو الفضل اور فیضی کا والد ملا مبارک

۱۵ سجدہ تعظیمی کے رد میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا

رسالہ "الزبدۃ الزکیۃ فی حرمت السجدۃ التمجید" معرودت بہ حرمت سجدہ تعظیم "لا اتق مطالعہ

ہے۔

حقیقت کو چھوڑ کر غیر مقلد بن گیا تھا۔ اور اسی غیر مقلدیت نے اُسے اور اُس کے بیٹوں کو دشمن
اسلام بنا کر جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

اکبر اور اس کو بہکانے والے علماء سُو کے فتنوں کے علاوہ اس دور کے جاہل صوفیوں
اور پیروں نے بھی کوئی کسر باقی اٹھا نہیں رکھی تھی۔ علماء نے تبلیغ دین کا فریضہ ترک کر دیا
تھا جس کے باعث مسلمانوں میں ہندؤں کی رسوم جاری ہو گئی تھیں۔ شرک و بدعت کا تور
ہو گیا تھا۔ اہل حق مغلوب و گوشہ نشین تھے۔ اور بد عقیدہ و گمراہ لوگ اپنے خیالاتِ فاسدہ
کی تشہیر میں آزاد تھے رافضی اور تفضیلی کھلے بندوں اپنے عقائدِ بد کی تبلیغ و ترویج میں مصروف
تھے اور حکومت کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔ عہدِ جہانگیری میں نور جہاں کی
وجہ سے ان کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے تھے۔ چنانچہ بعض شہروں میں خطبائے جمعہ اور
عیدین کے خطبوں سے اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اسماء گرامی خارج کر
دیے تھے۔ غرض کہ وہ کونسا فتنہ تھا جو اس وقت ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ اور وہ کونسا
ظلم تھا جو دین اسلام پر نہیں ڈھایا گیا تھا۔ مگر اس نائب رسول نے اپنی نیابت کا پورا پورا
حق ادا کیا۔ شاہی عتابات کو نہایت ہمت و کمال جرأت سے برداشت کیا۔ حتیٰ کہ جیل
میں جا کر سنتِ یوسفی بھی ادا کی۔ بالآخر حق کا بول بالا ہوا۔ باطل کو جھکنا پڑا۔ شہنشاہ
جہانگیر تائب ہوا۔ غرض کہ حضرت مجددِ رضی اللہ عنہ کی مساعی پیہم کے ذریعے ہندوستان
میں دوبارہ سنت کا احیا ہوا۔ کفر و ضلالت اور بدعت کے بادل چھٹ کر اسلام کا
نور پھیل گیا۔

۱۵ اپنے والد کے متعلق ابوالفضل لکھتا ہے کہ "وا از تقلید برکنارہ بندگی دلیل کردے (آئین اکبری)

۱۶ جاہل صوفیوں کے متعلق اعلیٰ حضرت بریلوی کا رسالہ "مقال العرفان" بڑا مفید ہے۔

تصانیف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے متعدد تصانیف اپنی یادگار چھوڑی ہیں جن کے نام یہ ہیں:-

رسالہ دررد رافضیہ - رسالہ اثبات النبوة - رسالہ معارف لدنیہ - تعلیقات عوارف
المعارف - رسالہ مبذو معاد - رسالہ تہلیلیہ - شرح ریاضیات خواجہ باقی باشر رسالہ آداب
مریدین - رسالہ مکاشفات عینہ - رسالہ حالات جواجگان نقشبندیہ - رسالہ علم حدیث وغیرہ۔
ان میں سے زیادہ تر رسائل چھپ چکے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے وجود عنقا ہیں۔
مگر آپ کی تصانیف عالیہ میں سے سب سے اہم چیز مکتوبات شریف ہیں۔ جو علوم
ظاہریہ و باطنیہ کا گنجینہ ہیں۔ شریعت و طریقت کے جملہ مسائل کا حل ان میں موجود ہے۔

مقام مکتوبات

چونکہ ہماری یہ کتاب حضرت شیخ قدس سرہ کے مکتوبات شریف سے ماخوذ ہے
اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ خود صاحب مکاتیب کے ارشادات ذیل میں نقل کر دیے
جائیں تاکہ قارئین کو یہ سمجھنے میں آسانی ہو کہ ان مکتوبات کا کیا مقام و مرتبہ ہے۔ اور ان
میں کوئی بات خلاف شرع شریف درج نہیں ہوئی ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں:-

۱۔ مطالعہ مکتوبات را لازم گیرند کہ مکتوبات کا مطالعہ ضرور کرتے رہیں
سو منداست۔ دفتر اول مکتوب ۲۳۴ کیونکہ ان کا مطالعہ نفع بخش ہے۔

۲۔ علوم بایں ہمہ کثرت تمامہا موافق
 علوم شرعیہ اندر موافقت
 را گنجائش نیست اس خصوصیت
 علامت صحت علوم است حضرت
 خواجہ ماقدس سرہ نوشتہ بود کہ
 علوم شما ہمہ صحیح است۔ دفتر
 اول مکتوب عننا

یہ علوم و حقائق اس کثرت کے باوجود
 سارے کے سارے علوم شرعیہ کے
 عین مطابق ہیں۔ ان میں بال برابر بھی
 شریعت سے مخالفت کی گنجائش نہیں
 یہ خصوصیت ان علوم کے صحیح اور ٹھیک
 ہونے کی علامت ہے ہمارے پیرو
 مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ قدس
 سرہ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمہارے بیان
 کردہ تمام علوم و مصارف صحیح ہیں۔

۳۔ اے فرزند ایں معارف کہ مسودہ
 یافتہ است امید است کہ از الہامات
 رحمانی باشند کہ اصلاً شائبہ و سادس
 شیطانی را در اینجا مجال نہ بود و دلیل
 بریں معنی دارد کہ چوں در صد و تحریر
 ایں شد و ملتجی بجناب قدس خداوندی
 جیل سلطانہ گشت دید کہ گویا ملائکہ
 کرام علی بنیاد علیہم الصلوٰۃ والسلام
 از نواحی آن دفع شیطان میکردند و
 نمی گذاشتند کہ در حوالی آن

اے فرزند اے معارف جو تحریر میں
 آ رہے ہیں امید ہے کہ الہامات
 ربانیہ سے ہوں کہ و سادس شیطانی
 کے شائبہ تک کی ان میں گنجائش نہ
 ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ دوران
 تحریر جب بندہ درگاہ ایزدی جل
 سلطانہ میں ملتجی ہوا تو یوں محسوس
 ہوا کہ گویا ملائکہ کرام علی بنیاد علیہم
 الصلوٰۃ والسلام میرے ارد گرد
 متعین ہیں اور ابلیس لعین کو دور

Handwritten text at the top of the page, possibly a title or header.

Main body of handwritten text, consisting of several lines of cursive script.

Handwritten text at the bottom of the page, including a signature and a date.

کو شمع کی صورت میں دیکھا جس سے تمام عالم منور ہو رہا ہے۔

(۳) حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مخلص کو لکھا کہ شیخ احمد (مجدد صاحب) ایسا شخص ہو گا جس کی روشنی سے تمام عالم منور ہو گا۔

(۴) حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کو حضرت کے مرشد بزرگوار نے خبر دی کہ آپ کو مرنبہ مرادیت اور محبوبیت حاصل ہو گا۔

(۵) آپ کے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ طریقہ نے دست بدست لے کر آپ کی تربیت فرمائی اور مقامات بلند تک لے جا کر خصوصی نسبتیں عطا کیں۔

(۶) دیگر اولیاء اللہ کی توجہات سے آپ میں نسبتائے ولایت اور انوار نبوت جلوہ گر ہوئے۔ اور تمام نسبتوں سے آپ کو سرفراز فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے خود بارہا فرمایا کہ اس راہ کا کوئی کوچہ ایسا نہیں جس سے اس ناچیز کو عبور نہ کرایا گیا ہو۔

(۷) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو علم سموات سکھایا۔

(۸) حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام سے بھی آپ کو ملاقات نصیب ہوئی اور انہوں نے آپ کو حیات و ممات کی حقیقت سے آگاہ فرمایا۔

(۹) ابتدائے سلوک میں حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو علم لدنی سکھایا۔

(رسالہ مبداء و معاد)

(۱۰) خود حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مجتہد علم الکلام فرمایا۔

(آپ کا ایک مکتوب)

(۱۱) ایک دفعہ آپ حلقہ مراقبہ میں تھے۔ کہ آپ کو نذا آئی:

غفرت لك ولمن توصل
 میں نے تجھے اور تیرے متوسلین
 بك بواسطة اوبغير واسطة
 کو چاہے وہ بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ
 الی یوم القيمة۔
 قیامت تک سب کو بخش دیا۔

(رسالہ مبداء و معاد)

(۱۲) ایک دفعہ آپ کو بشارت دی گئی کہ جس جنازہ میں تم شریک ہو گے وہ میت
 مرحوم و مغفور ہے۔

(۱۳) ایک قبرستان میں آپ نے دعا مغفرت کی تو آپ کو الامام ہوا کہ میں نے اس
 قبرستان سے عذاب اٹھایا ہے۔

(۱۴) آپ کو بشارت دی گئی کہ جو علوم تم نے بیان و تحریر کیے ہیں وہ سب ہماری طرف
 سے ہیں اور بالخصوص جن علوم میں آپ کو ایک گورنر تہذیب و تمدن کی تحقیقت آپ پر
 کھول دی۔

(۱۵) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی کہ کمال قیامت کو
 تمہاری شفاعت سے کئی ہزار آدمی بخشے جائیں گے۔

(۱۶) آپ کو انوار و برکات ہفت درجہ متابعت جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام
 سے مشرف فرمایا گیا۔

(مکتوبات دفتر ثانی مکتوب نمبر ۲۵)

(۱۷) دسواں و خناس کو محض فضل و کرم سے آپ کے سینہ پاک سے دور
 کر دیا گیا۔

(۱۸) شرک خفی (ریا) آپ کی عبادت سے اٹھایا گیا۔

(۱۹) آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اتباع کی برکت سے سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی اور ان کے شاگردوں تک علم و عمل میں رسوخ حاصل ہوا۔

(۲۰) آپ نے فرمایا کہ جس قدر لوگ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے یا قیامت تک داخل ہوں گے بواسطہ یا بغیر واسطہ مرد ہوں یا عورتیں سب مجھے دکھائے گئے۔ حتیٰ کہ ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بھی مجھے بتلایا گیا اگرچہ ہوں تو بیان کر سکتا ہوں۔

(۲۱) قضاے میرم و معلق اندر اسرار محمود اثبات سے آپ کو مطلع کیا گیا۔

(۲۲) آپ کو علمائے اسخین میں کیا گیا۔ اور متشابہات قرآنی کے اسرار مقطعات کلام ربانی کے رموز سے بھی آپ کو مطلع اندر واقف کیا گیا

(۲۳) آپ کو قطبیت ارشاد و قطبیت افراد کا جامع کیا گیا اور یہ نادر ترین مرتبہ ہے۔

(رسالہ مبدء و معاد)

(۲۴) خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو قدرت و تصرف کا وہ مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ آپ طالب کو ایک ولایت و مقام سے فوق ولایت و مقام پر پہنچا دیتے تھے۔

(۲۵) خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے آپ کی دنیا کو آخرت کر دیا یعنی تمتعات و تیویہ ناشیہ کو آپ کے حق میں حکم آخرت میں کر دیا گیا۔

(۲۶) آپ کو حقیقت قرآن و حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کے سرار پر الوار

حصہ دافر عطا کیا گیا۔

(۲۷) آپ پر ولایت ثلاثہ صغریٰ و کبریٰ یعنی ولایت اولیاء و ولایت انبیاء و ولایت ملائکہ منکشف کر دی گئی۔

(کما ہو مصرح فی المکتوبات)۔

(۲۸) خدا تعالیٰ نے محض اپنے لطف و کرم خصوصاً سے آپ کو خزانہ رحمت بنایا۔

(۲۹) آپ کو بتایا گیا کہ آپ سے لے کر حضرت امام مہدی تک اور کوئی ان کمالات سے موصوف نہ ہوگا۔

(۳۰) آپ کو اہل حق کے دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنایا گیا۔

(۳۱) آپ کا کلام حق سبحانہ و تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مقام آپ کو بہ تبعیت متابعت و وراثت حاصل ہوا ہے۔

(۳۲) خدا تعالیٰ نے آپ کو مرتبہ قیومیت عطا فرمایا جو عالم کے لیے قیام کا باعث ہے۔
(مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۲۹)۔

(۳۳) آپ نے فرمایا ہمارا خاصہ قیامت تک ہماری اولاد میں باقی رہے گا۔

(۳۴) خدا تعالیٰ نے اپنے وصل سے بھی آپ کو حصہ و حظ عطا فرمایا۔

گر بگوئم شرح آں بے حد شود

مثنوی ہفتاد من کا غنہ شود

عارف ذی علم آپ کے مکتوبات شریف پڑھے۔ تو وہ ضرور آپ کے خصائص

و مناقب پر یقین کرے گا۔ اذعان و قبول شرط ہے۔ اور اس گفتار سے مقصود خدا تعالیٰ

کی نعمت کا اظہار ہے۔ نیز تاکہ طالبان طریقت کو ترغیب ہو۔ دوسروں پر تفصیل بتانا مقصود نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب ان فضائل و مناقب کی حامل ہستی سے تجدید و احیاء دین کا جو کام لینا تھا لے لیا تو ۲۸ صفر المنظر ۱۲۴۲ھ کو اس بزرگ ترین ہستی کو اپنی طرف بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اس قبہ مبارک میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر تعمیر کروایا تھا (قبہ شکن غمور فرمائیں) دفن کیے گئے۔

قدس اللہ تعالیٰ روحہ و افاض علینا فتوحہ

تاریخ وصال واث الرسول اور آیت اکابر ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم

کرامت:

جب غسل نے آپ کو غسل کے لیے تختہ پر لٹایا تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ بطریق نماز باندھے ہوئے تھے۔ بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اور چھکلیا حلقہ کیے ہوئے تھے۔ حالانکہ بعد از انتقال آپ کے ہاتھ دراز کر دیے گئے تھے۔ تخت پر لٹانے وقت آپ نے تبسم فرمایا اور دیر تک تبسم رہے۔ غسل نے آپ کے دونوں ہاتھ کشادہ کر کے بائیں کروٹ پر لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا۔ اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر بائیں جانب غسل دیا جب غسل شریف مکمل ہو چکا تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ کے دونوں دست مبارک حسب سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالت

درستی عقائد

عقیدے کی صحت و درستی قبولیت اعمال کے لیے شرط لازم ہے۔ عقیدہ بنیاد و اساس ہے۔ اور اعمال اس کی فرع اور شاخیں ہیں۔ عقیدہ ٹھیک نہ ہو تو اعمال حسنہ چاہے کتنے ہی زیادہ اور کیسے ہی اخلاص کے ساتھ ادا کیے جائیں۔ نہ ان کی قبولیت ہے اور نہ ان کی کوئی قدر و قیمت ہے۔ اور نہ ان پر ثواب مل سکتا ہے۔ یہودیوں کے درویش اور عیسائیوں کے راہب چونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کے منکر ہیں۔ اور ازراہ حد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور فضائل و کمالات جو تورات و انجیل میں مذکور ہے اسے چھپاتے ہیں۔ اور اس میں تخریف کرتے ہیں۔ اس لیے دوسرے کفار و مشرکین کی طرح یہ بھی آتش دوزخ میں جلیں گے اور ابلاً لابلانگ عذاب میں رہیں گے۔

قرآن مجید میں وارد ہے:

وقد منا الی ما عملوا من
 عمل فجعلنا هباءً
 یعنی کفار و بے دینوں کے اعمال
 کو ہم آخرت میں ذرہ بے مقدار
 کی طرح اڑا کر نیست و نابود
 مٹھوسا
 کر دیں گے۔

قرآن حکیم میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہم ان کے اعمال کا وہی حشر کریں گے جو تیر
 آندھی راکھ کے ڈھیر کا کرتی ہے۔

ایک تیسری جگہ فرمایا گیا فلا نقیم لھم یوم القیمة وزنا یعنی بے دینوں کے
 اعمال کا ہمارے ہاں کوئی وزن نہیں۔ اور ان کی کوئی وقعت نہیں۔ وجہ وہی ہے کہ ان کی
 بد عقیدگی اور بے دینی رنگ لائے گی۔ اور فساد عقیدہ کی شفادت انہیں کہیں کا نہیں
 چھوڑے گی۔ درست عقیدہ کی اس اہمیت کو واضح کرنے کے لیے قرآن حکیم میں جہاں
 بھی اعمال صالحہ کا ذکر آیا ہے۔ اُس سے پہلے ایمان اور عقیدے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ اس
 امر کو الذین آمنوا و عملوا الصلحت کے بار بار تکرار سے ظاہر فرمایا۔
 بہترے نصاریٰ ایسے ہیں جو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم اور حضور
 پر سے دفع اعتراضات میں کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔ مگر جبکہ آپ پر ایمان نہ لائے کچھ
 مفید نہیں۔ کیونکہ یہ محض ظاہری تعظیم ہے۔ پھر جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی
 تعظیم نہ ہو۔ عمر بھر عبادت میں گزارے سب بیکار ہے۔

ہر شے کی آزمائش میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو باتیں واقعی ہونی چاہیں وہ اس میں
 ہیں یا نہیں۔ حقیقی اور واقعی مومن بننے کے لیے دو باتیں درکار ہیں۔ حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور تمام چیزوں سے زیادہ حضور علیہ السلام سے محبت
اس بات کی آزمائش کا آسان طریقہ یہ ہے۔ کہ جن لوگوں سے تم کو عقیدت و محبت ہو
جیسے ماں باپ۔ پیر استاد۔ اولاد بھائی۔ دوست و احباب۔ مولوی۔ حافظ۔ مفتی
واعظ وغیرہ وغیرہ کے باشند جب وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی
و بے ادبی کریں تو فوراً تمہارے دلوں سے ان کی عظمت ان کی محبت بالکل نکل جائے۔
اور ان کی محبت و عقیدت کا تمہارے دلوں میں نام و نشان نہ رہے۔ فوراً ان سے الگ
ہو جائے۔ دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دے۔ ان کی صورت ان کے نام
سے بھی نفرت کرے ان سے کسی رشتے علاقے دوستی الفت کا پاس و لحاظ نہ کرے۔

قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

اے نبی تم فرما دو کہ اے لوگو اگر تمہارے	قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالٌ رِّبَا فُتِّرَتْ مَوٰهَبًا وَّرِيْحًا رَاةً تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَّمَسَاكِيْنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاٰمْرٍ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الضّٰلِّينَ
باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی	
تمہاری بیبیاں تمہارا کنبہ تمہاری	
کمائی کے مال اور وہ سوداگری	
جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ	
ہے اور تمہاری پسند کے مکان	
میں سے کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ	
اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ	
میں کوشش کرنے سے زیادہ	
محبوب ہے تو انتظار رکھو یہاں	

القَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝
 تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے
 اور اللہ نافرمانوں کو راہ نہیں
 دیتا۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرمایا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ
 بِأَللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ
 مَنْ حَادَا اللَّهَ وَرَسُولَهُ
 وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ
 أَوْ أَبْنَاءَهُمْ
 أَوْ إِخْوَانَهُمْ
 أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ
 كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ
 وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ
 وَرَدَّ مِنْ خَلْفِهِمْ
 جَبَّتِ بَحْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
 خَلِيدًا
 فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ
 وَرَضُوا عَنْهُ ۗ أُولَئِكَ
 حِزْبُ اللَّهِ ۗ أَلَا إِنَّ
 حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
 الْمُفْلِحُونَ ۝

تم نہ پاؤ گے انہیں جو ایمان لاتے
 ہیں اللہ اور قیامت پر کہ ان کے
 دلوں میں ایسوں کی محبت آنے
 پائے جنہوں نے اللہ و رسول سے
 مخالفت کی۔ چاہے وہ ان کے
 باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز بہن ہی
 کیوں نہ ہوں۔ یہ ہیں وہ لوگ
 جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش
 کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے
 ان کی مدد فرمائی۔ اور انہیں باغوں
 میں لے جانے گا۔ جن کے نیچے
 نہر ہیں بہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں
 رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی وہ
 اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے
 ہیں۔ سنتے ہو اللہ والے ہی مراد

اباءکم و اخوانکم اولیاء
 ان استحبوا الکفر علی
 الایمان ومن یتولهم
 منکم فادلیک هم الظالمون
 بی لوگ ظالم ہیں۔

(۲) اے ایمان والو میرے اور اپنے
 دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

(۳) تم چھپ کر ان سے دوستی کرتے
 ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو
 تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے
 ہو۔ اور تم میں جو ایسا کرے گا
 وہ ضرور سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

(۴) لَنْ تَنْفَعَكُم اَرْحَامُكُمْ وَاَنْتُمْ
 لَا اَدْرَا لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
 يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاِنَّ اللَّهَ
 بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
 تمہارے رشتے اور تمہارے بچے
 کچھ نفع نہ دیں گے۔ قیامت کے
 دن۔ اللہ تم میں اور تمہارے
 پیاروں میں جدائی ڈال دے گا۔
 اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ
 رہا ہے۔

(۵) وَاَمِنْ يَتَوَلَّوْهُمْ مِنْكُمْ فَاَنْتُمْ
 مِنْهُمْ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي
 جو تم میں ان سے دوستی کرے گا
 تو بیشک وہ انہیں میں سے ہے۔

انْقَوْمِ الظَّالِمِينَ - بیشک اللہ ہدایت نہیں کرتا

ظالموں کو۔

صرف علم ذریعہ نجات نہیں

جب بد عقیدہ اور گستاخ لوگوں سے الگ رہنے کی تلقین کی جاتی ہے تو بعض لوگوں کو شبہ لاحق ہوتا ہے۔ کہ یہ بے ادب لوگ بھی تو بڑے بڑے مولوی ہیں۔ مولویوں کو کیونکر بڑا جائیں لیکن قرآن مجید کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ صرف علم ہدایت کا سبب نہیں بن سکتا۔ اصل چیز توفیق ایزدی ہے۔ اور اس کا فضل و کرم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

(۱) أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغَشَّىٰ قَلْبَهُ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً مِّثْلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ كَفَرُوا بِهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ -

بھلا دیکھو تو اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔ اور اللہ نے علم بہتے ہوئے اسے گمراہی میں ڈال دیا۔ اور اس کے کان وہ لوگ جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا۔ (علم کے مطابق عمل نہ کیا، ان کا حال اس گدھے کا سا ہے۔ جس پر کتابیں لدی مہوں کیا جڑی مثال ہے ان کی جنموں نے خدا کی

اور دل پر غشایا اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

آیتیں جھٹلائیں۔

(۳) وَآتُوا عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي
 آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا
 فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ
 الضَّالِّينَ۔
 انہیں پڑھ کر سنا اس کی خبر جسے
 ہم نے اپنی آیات کا علم دیا تھا وہ
 اُن سے نکل گیا۔ تو شیطان اُس کے
 پیچھے لگا تو وہ گمراہ ہو گیا۔

ان آیات سے ظاہر ہوا کہ ہدایت علم سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے
 اختیار میں ہے۔ یہ تو گمراہ عالموں کی مذمت میں قرآنی آیات تھیں۔ احادیث کا تو شمار
 ہی نہیں۔ یہاں تک کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں
 سے پہلے گمراہ عالموں کو پکڑیں گے۔ یہ کہیں گے کیا ہمیں بت پرستوں سے پہلے
 لیتے ہو۔ جواب ملے گا:

ليس من يعلم كمن
 لا يعلم
 یعنی جاننے والے اور انہماں
 برابر نہیں۔

عالم کی عزت تو اس بنا پر بنتی کہ وہ نبی کا وارث ہے اور نبی کا وارث وہ جو ہدایت
 پر ہو جب گمراہی پر ہے تو نبی کا وارث نہیں شیطان کا وارث ہے۔ اب اس کی تعظیم شیطان
 کی تعظیم ہوگی۔ علم اس وقت نفع دیتا ہے کہ دین کے ساتھ ہو ورنہ پندت اور پادری بھی
 بڑے بڑے عالم ہیں۔ شیطان کہا کہ عالم ہے۔ پھر کوئی مسلمان اس کی تعظیم کرنے کو تیار ہے۔

اہل قبلہ سے مراد

بعض لوگ کم فہمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ احادیث میں اہل قبلہ کو کافر کہنے سے

روکا گیا ہے۔ حالانکہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہیں۔ صرف نماز میں قبلہ کی طرف منہ کر لینے والے مراد نہیں ہیں۔ ورنہ منافقین خارجہ از اسلام نہ ہوتے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف منیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کو حملوئی اور حادث ماننے یا ان کے قدیم جاننے میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے اور خدا کا منکر۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

ایسا مسلم سب رسول	جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کو کالی دے یا حضور
او کذبہ او عابہ او تنقصہ	کی طرف مجرمانی نسبت کرے۔ یا
فقد کفر باللہ تعالیٰ و بآنت	حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے۔
امراتہ	یا کسی وجہ سے حضور کی شان گھٹائے
	وہ یقیناً کافر ہے۔ اور اس کی بیوی
	اس کے نکاح سے نکل گئی۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

فی المواقف لا یکفر اهل	یعنی مواقف میں ہے کہ اہل قبلہ کو
القبلة الا فيما فيه انكار	کافر نہ کہا جائے گا مگر جب ضروریات
ما علم بحیثہ بالضرورة	دین یا اجتماعی باتوں سے کسی بات
او الجمع علیہ کاستحلال	کا انکار کریں۔ جیسے حرام کو حلال

المحرمات فلا يخفى ان المراد
بقول علماءنا لا يجوز تكفير
اهل القبلة بدنب ليس
مجرد التوجه الى القبلة
..... وهذا هو المراد بقوله
صلى الله عليه وسلم من
صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا
واكل ذبيحتنا فذلك مسلم.
جانتا۔ اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء
جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث
اہل قبلہ کی تکفیر روانہ نہیں۔ اس سے
ترا قبلہ کی طرف منہ کرنا مراد نہیں
..... اور اُس حدیث سے بھی یہی
مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری
سی نماز پڑے۔ اور قبلہ کو منہ کرے
اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔
یعنی جبکہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ اور کوئی بات منافی ایمان
نہ کرے۔

شرح فقہ اکبر میں ہی دوسرے مقام پر ہے:
اعلم ان المراد باهل القبلة
الذين اتفقوا على ما هو من
ضروريات الدين.
یعنی جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد
وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات میں
موافق ہیں۔

امام عبدالعزیز بن احمد بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق شرح اصول حسامی

میں فرماتے ہیں:

لان الامة ليست عبارة
عن المصلين الى القبلة
اس لیے کہ امت قبلہ کی طرف
نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں

بل عن المؤمنین - بلکہ مسلمان کا نام ہے -

ردالمحتار میں ہے:

لا خلاف فی کفر المخالف
فی ضروریات الاسلام ان
کان من اهل القبلة المواظب
طول عمره على الطاعات
یعنی ضروریات اسلام سے کسی چیز میں
خلاف کرنے والا بالاجماع کافر ہے۔
اگرچہ اہل قبلہ سے ہو۔ اور
عمر بھر طاعات میں بسر کرے۔

اصول عقائد اور فقہ کی کتابیں ان نصر بجات سے مالا مال ہیں۔ مختصر یہ کہ عقیدے کی درستی تمام اعمال کی بنیاد ہے۔ اور اسی پر نجات آخرت کا دار و مدار ہے۔ افسوس کہ ہمارے سادہ لوح مسلمان عقائد کی درستی کی طرف دھیان نہیں دیتے، بلکہ ہر بد عقیدہ اور بد مذہب کی باتیں سننے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے، اور روکنے پر کہہ دیتے ہیں "مولوی صاحب تنگ نظری ٹھیک نہیں" دوسروں کی باتیں سننے سے کیا ہو جاتا ہے! لیکن اس رواداری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ رفتہ رفتہ بد عقیدگی اور بد مذہبی کا شکار ہو جاتے ہیں اور عقائد صحیحہ کی دولت و سعادت سے محروم ہو کر اپنی آخرت تباہ کر لیتے ہیں۔ اگر اہل سنت و جماعت کے عقائد کے علاوہ دوسرے فرقوں میں بھی سچائی کا نام و نشان ہو تو نانو حضرت مجدد صاحب قدس سرہ اس معاملہ میں بار بار تاکید فرماتے، حالانکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے ارشادات مبارکہ میں بار بار تاکید و تلقین فرمائی ہے کہ اہل سنت

و جماعت کے عقائد کے علاوہ دوسرے فرقوں کے عقائد ہرگز ہرگز اختیار نہ کرتا۔
کیونکہ آخرت میں نجات صرف اور صرف اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر چلنے
والوں کو نصیب ہوگی۔

اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی چند ایک عبارتیں
ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) بمقتضای آراءے صاحبۃ اہل
سنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ
اند نجات بے اتباع این
بزرگواران متصور نیست۔ و
اگر سر مو مخالفت است خطر
در خطر است۔ این سخن بکشف
صحیح و الہام صریح نیز بہ یقین
پیوستہ است احتمال تخلف
ندارد۔

اپنے عقائد اہل سنت و جماعت
کے عقیدوں کے مطابق رکھنا ضروری
ہے، کیونکہ صرف یہی فرقہ قیامت کے
روز نجات پائے گا اور ان کے عقیدوں
کی پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے اگر
ایک بال برابر بھی ان کے عقائد سے
مخالفت واقع ہوگی تو پھر خطرہ ہی خطرہ
ہے۔ اور یہ بات بالکل صحیح کشف
اور روشن الہام کے ذریعہ بھی
یقیناً ثابت ہو چکی ہے اس میں غلطی
کا امکان نہیں۔

دفتر اول مکتوب ۵۹

۲۱) نخستین ضروریات برار باب ہر عاقل بالغ پر سب سے پہلے یہ ضروری

تکلیف تصحیح عقائد است بروقت
 آراء علماء اہل سنت و جماعت
 (شکر اللہ سحیم) کہ نجات اخروی
 وابستہ باتباع آراء و صواب نمائی
 این بزرگواران است، و فرقہ ناجیہ
 ہم ایٹانند و ایٹانند کہ بطریق سرور
 و اصحاب آن سرور راند صلوات اللہ
 و تسلیماتہ علیہ و علیہم اجمعین، و
 از علومیکہ از کتاب و سنت مستفاد
 اند ہماں معتبرانند کہ این بزرگواران
 از کتاب و سنت اخذ کردہ اند و ہمیدہ
 زیر را کہ ہر مبتدع و ضال عقائد
 فاسدہ خود را از کتاب و سنت
 اخذ میکنند پس ہر معنی از معانی
 مغیبہ و از نیہا معتبر نباشد۔
 دفتر اول مکتوب ۱۹۲

بہ کہ اپنے عقیدے کہ علمائے اہل سنت و
 جماعت کے بیان کردہ عقیدوں کے
 مطابق و موافق رہے (اللہ تعالیٰ ان
 کی کوششوں کو قبول فرمائے) کیونکہ
 آخرت میں نجات انہی بزرگوں کے
 بیان کردہ عقیدوں کی پیروی میں ہے
 اس روز نجات صرف انہی بزرگوں کے
 پیروکاروں کو نصیب ہوگی۔ اور صرف
 اہل سنت و جماعت ہی وہ گروہ ہے
 جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
 صحابہ کرام کے طریقہ مستقیمہ پر قائم ہے۔
 قرآن مجید اور حدیث مبارک سے اخذ
 کردہ صرف وہی مطالب اور علوم
 اور عقائد قابل اعتبار و اعتماد ہیں
 جو ان علمائے حق نے بیان کیے اور
 سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بد عقیدہ
 اور گمراہ شخص بھی اپنے عقائد
 فاسدہ قرآن مجید اور حدیث نبوی
 سے ہی ثابت کرتا ہے۔ لہذا ہر شخص

کے بیان کردہ معنی لائق اعتبار نہیں
ہو سکتے۔

اسی مکتوب میں ذرا آگے چل کر فرماتے ہیں:

(۳) اگر عیاذ باللہ سبحانہ در مسئلہ
از مسائل اعتقاد یہ ضروریہ خلل رفت
از دولت نجات اخروی محروم است
..... پس عمدہ کار تصحیح عقائد
است۔

از خواجہ عبید اللہ احراز قدس
اللہ تعالیٰ سرہ منقول است
کہ اگر تمام احوال و مواجید را
بماد ہند و حقیقت مارا بعقائد
اہل سنت و جماعت متعلی نہ
سازند جز خرابی بیچ نمیدانم،
و اگر تمام خرابیہا را بر ما جمع کنند
و حقیقت مارا بعقائد اہل سنت
و جماعت بنوازند بیچ با کے
نداریم۔

اگر معاذ اللہ ایک بھی ضروری عقیدے
میں خلل پڑ گیا تو نجات اخروی کی دولت
سے محروم ہو گیا.....
... پس سب سے اہم اور عمدہ کام
عقیدے کی صحت اور درستی ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احراز قدس
سرہ سے منقول ہے کہ اگر صوفیوں
کے دجد و حال کی تمام کیفیتیں ہم
کو دے دی جائیں اور ہماری حقیقت
کو اہل سنت و جماعت کے عقائد
کے ساتھ زینت نہ بخشیں تو یہ
بہت ہی خرابی ہوگی اور اگر تمام
برائیاں ہم پر جمع کر دی جائیں لیکن
ہماری حقیقت اہل سنت و جماعت
کے عقائد کے ساتھ مزین و آراستہ

رہے تو کچھ غم نہیں۔

(۴) فرضِ نختین بر عقلاً تصحیح عقائد
 بہر ذی عقل پر سب سے پہلا فرض
 است بموجب آرائے صاحبہ
 یہ ہے کہ اپنے عقائد اہل سنت
 اہل سنت و جماعت شکر اللہ
 و جماعت کے اعتقادات کے مطابق
 سعیم کہ فرقہ ناجیہ اندہ
 و موافق رکھے کیونکہ آخرت میں نجات
 دفتر اول مکتوب ۲۳۷
 پانے والا صرف یہی گروہ ہے شکر
 اللہ تعالیٰ سعیم۔

عقائد کی درستی اور ان کی اصلاح کے متعلق مذکورہ بالا چار اقتباسات آپ نے ملاحظہ
 فرمائے۔ اس کے علاوہ مکتوبات میں جا بجا حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ العزیز نے
 عقائد کی درستی کی تاکید و تلقین فرمائی ہے۔

اقتباس ۱:

میں حضرت شیخ مجدد صاحب رضی اللہ عنہ نے بالکل کھلے الفاظ میں فرمایا ہے
 کہ آخرت میں نجات صرف اسی شخص کو نصیب ہوگی جو سنی العقیدہ ہوگا۔ خدا نخواستہ
 اگر بال برابر بھی عقیدے میں فرق نکلا تو پھر عذاب دوزخ سے بچنا ناممکن ہے اور خطرہ
 ہی خطرہ ہے۔ اور کشف والہام کے ذریعہ بھی یہ بات پایہ یقین کو پہنچ چکی ہے اور اس
 میں غلطی کا امکان و احتمال نہیں۔

اقتباس ۷:-

میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اسی مسئلے کو پوری وضاحت اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ اور ایک نہایت ہی خطرناک فتنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اسے سادہ لوح مسلمانو! تمہارے سامنے ہر بد عقیدہ اور بد مذہب قرآن و حدیث ہاتھ میں لیے آئے گا۔ اور قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونے کا شور مچا کر تم کو بدراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن تم اس بات کو مت بھولنا کہ قرآن و حدیث کا صرف وہی معنی اور صرف وہی تعبیر و تفسیر درست اور حق ہے جو علماء اہل سنت و جماعت نے بیان کی ہے۔

مکتوبات شریفہ کے چند دوسرے مقامات میں بد عقیدہ لوگوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں۔ تمام ضروریات کو سچا جانتے اور کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا“

جلد اول مکتوب ۲۶۶

”جب تک خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا و رسول کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی“

جلد اول مکتوب ۲۶۶

”میری نظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ نفرت و عداوت رکھنے کے برابر اس کو راضی کرنے والا کوئی عمل نہیں ہے“

جلد اول مکتوب ۲۶۶

”حضرت اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کی علامت یہ ہے

کو حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔

جلد اول مستوب عشتلا

سنی مسلمان اگر امام ربانی قدس سرہ کے اس بیان کردہ نکتے کو ذہن نشین کر لیں تو موجودہ دور کے تمام اعتقادی نعمتوں سے محضو نظر ہی۔ ہمارے سارے نوح مسلمان یہ نہیں سمجھتے کہ قرآن و حدیث کا نام تو محض گمراہی کے جلال میں پہنچانے کے لیے لیا جاتا ہے۔ دین ادا ایمان کی حفاظت کا یہ ایسا عمدہ ترین نسخہ ہے کہ اس کو عمل میں رکھنے والا شخص کبھی بھی گمراہی کے مرض کا شکار نہیں ہو سکتا۔ بیسیوں اور دیرینوں کے استغاثہ صرف اس وقت اپنے ناپاک اطواروں میں کامیاب ہوتے ہیں جب نادان لوگ ان کے قریب جاتے۔ اور ان کی باتوں کو شوق و رغبت سے سنتے ہیں۔ حضرت مجتہد اعجازی قدس سرہ نے اس عبارت میں جس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ قرآن مجیم میں بھی صراحتاً مذکور ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ اس آیت مبارکہ میں الصراط المستقیم کی تفسیر صراط الذین انعمت علیہم سے کی گئی ہے۔ یعنی سیدھا راستہ صرف وہ ہے جو انہی تعداد کے ان لوگوں کو پہنچانے اور انہی لوگوں کا راستہ ہے۔

اگر قرآن و حدیث کی ہر تفسیر و تشریح اور تالیف و تالیف تالیف سے ان لوگوں کے اعجازی کافی تھے۔ صراط الذین انعمت علیہم کے الفاظ میں صراط عداوت نہ پہنچتی تھی۔ بلکہ اعتقادی اور فرائضی کا یہ عظیم سلب لٹکا ہوا ہے۔

خود سری والحاد کا دور دورہ ہے وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں نے اس اصول کو نظر انداز کر دیا ہے، جو حفاظتِ ایمان کے لیے قرآن کریم اور بزرگانِ دین نے بتایا اور بیان فرمایا ہے۔

اقتباس ۷ و ۸ :-

کالب لباب اور خلاصہ بھی یہی ہے کہ ہر عاقل بالغ مرد و عورت پر پہلا فرض عقائد کی درستی اور اصلاح ہے، کیونکہ نجاتِ آخروی اسی پر موقوف ہے۔ پھر خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا ارشاد بھی خاص طور پر قابلِ مطالعہ ہے کہ آپ نے درستی عقائد کو کس قدر اہمیت دی ہے اس سے زیادہ کسی امر کی تاکید و تلقین کیا ہو سکتی ہے۔



مسئلہ بشریت و نور

بے ادب گروہ کی کج روی کے باعث یہ مسئلہ بھی اختلاف کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ اور آپ کی بشریت بے مثل ہے۔ اور جن وانس و ملائکہ میں سے کوئی بھی اوصاف کمال میں آپ کا مثیل و شریک نہیں۔ اور آپ کی بشریت اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ ملائکہ کی نورانیت اس بشریت کی گرد کو بھی نہیں پاسکتی۔ اور بشریت بمنزلہ لباس ہے۔ اور باطن ظاہر سے قطعاً جدا ہے۔ اور یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کی بلندی اور حقیقت کو صرف رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

لیکن ”منکرین نور“ اس امر کے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری ہی مثل بشر ہیں۔ اور آپ کی تعظیم بڑے بھائی جتنی کرنی چاہیے (نقویۃ ایمان) غلام خانی فرقہ کے لوگ تو اس عقیدے کو نہایت زور و شور سے پھیلا رہے ہیں۔ اور اس کو عین اسلام مطابق قرآن و حدیث ثابت کرنے میں کوشاں ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کو اس عقیدے کی بنا پر بھی مشرک و بدعتی کی گالی سے نوازتے پھر رہے ہیں۔

مخالفین سنی عوام کو دھوکا دینے کے لیے یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے مولوی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف نور ہی مانتے ہیں اور بشریت کا بالکل انکار کرتے ہیں۔

حالانکہ بشریت نور سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو جو نور میں حضرت آدم علیہ السلام کو جو بشر ہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ لہذا اے سنیو تم حضور کو نور مان کر حضور کی شان گھٹاتے ہو۔ اس لیے بے ادب تم ہو ہم بے ادب نہیں۔

مخالفین کی یہ گفتگو سراسر دھوکے پر مبنی ہے۔ کیونکہ اہل سنت و جماعت بشریت انبیاء کے برگزینہ نہیں۔ بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ اپنی ہی طرح جاننا اور کہنا اور اس کا پرچار کرنا رسائل و کتب کے ذریعہ اس کی تشہیر کرنا یہ بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اور مخالفین بھی کچھ کرتے ہیں اور ان کے اکابر بھی کچھ کرتے آئے ہیں۔

اس رسالہ میں چونکہ امام ربانی قدس سرہ کا عقیدہ و مسلک اور نقطہ نظر میں پیش کرنا مقصود ہے۔ اس لیے یہاں ہم حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چند فیصلہ کن اور واضح عبارتوں پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید و حدیث مبارک سے دلائل کی طرف نہیں جاتے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک حضرت کے فرمودات قرآن و حدیث ہی کے ترجمان ہیں۔

- (۱) بایں دست کہ خلق محمدی در
 رنگ خلق سائر افراد انسانی
 نیست بلکہ بخلق بیچ فردے
 از افراد عالم مناسبت ندارد کہ
 ادصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
- جاننا چاہیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش دوسرے
 افراد انسانی کی پیدائش کی طرح
 نہیں ہے بلکہ جہاں کے تمام افراد
 میں سے کسی فرد کے ساتھ آپ کی پیدائش

و نہر حیدر بدقت نظر صحیفہ ممکنات
 عالم را مطالعہ نمودہ سے آید وجود
 آن سرور علیہ السلام در آنجا
 مشہود نمیکرد و چوں وجود آن سرور
 علیہ السلام از عالم ممکنات
 نباشد بلکه فوق این باشد
 ناچار اورا سایہ نبود۔ و نیز در
 عالم شہادت سایہ شخص از شخص
 لطیف است و چوں لطیف
 تراز روٹے در عالم نباشد اورا
 سایہ چہ صورت دارد علیہ الصلوٰۃ
 والسلام۔

ادر کنتی ہی باریک نظر سے صحیفہ ممکنات
 کا مطالعہ کیا جائے، نبی کریم صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود انور اس
 میں سے معلوم نہیں ہوتا اور چونکہ
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اس عالم ممکنات میں سے نہیں ہیں
 بلکہ اس سے بلند و ارفع امکان
 سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس بنا پر
 آپ کے جسم شریف کا سایہ نہیں
 تھا۔ اور نیز اس عالم شہادت
 میں شے کا سایہ شے سے لطیف تر
 ہوتا ہے اور جب حضور علیہ السلام
 سے زیادہ لطیف چیز جہاں میں ہے
 ہی نہیں تو آپ کے جسم مبارک کے لیے
 سایہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے۔

دو تین سطر میں چھوڑ کر فرماتے ہیں :-

نور بیست کہ در نشاء عنصری بعد
 از انصواب از اصلاب با حرام
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 ایک نور ہیں جو عالم اجسام میں پاک

متکثرہ بمقتضای حکم و مصالح
بصورت انسانی کہ احسن تقویم
است ظہور نمودہ است دومی
بمحمد و احمد شدہ۔
پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوئے
رہے ہیں اور پھر آخر کار مختلف رحموں سے
منتقل ہوتے ہوئے حکمتوں اور محنتوں
کے پیش نظر بصورت انسان جو بہترین
صورت ہے۔ دنیا میں جلوہ گر ہوئے
ہیں۔ اور محمد و احمد کے مبارک ناموں
سے موسوم ہوئے ہیں۔

دفتر سوم مکتوب عتلا

۲۔ حضرت مجدد
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سوال ذکر کرتے ہوئے یہ حدیث
مبارک نقل فرماتے ہیں۔

أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ
نورِ مَدِیْنَةِ
نورِ مَدِیْنَةِ۔
"سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا
فرمایا۔"

عبارت عابین امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مختلف

عہ اس حدیث کو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب میں نقل فرمایا، اور محاضرہ الادل
میں فرمایا کہ "حدیث اول ما خلق نور" سند کے اعتبار سے حسن حدیث ہے۔ اور شیخ محمد الدین بن
العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات میں اس حدیث کو نقل فرمایا اور محدث عبد الرزاق نے روایت کی
ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے جابر تمام چیزوں سے پہلے اللہ
تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔"

ظرفیوں سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

افراد انسانی میں سے کوئی فرد اور کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ذرہ برابر بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ کیونکہ آپ وجود غنصری رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں وارد ہو چکا ہے۔ کہ خلقت من نور اللہ اور نور الہی سے پیدا ہونے کی سعادت کسی اور فرد بشر کو نصیب نہیں ہوئی۔ مخالفین کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مادی ہونے کے اعتبار سے نور ہیں۔ اور ان الفاظ پر بہت شور مچاتے ہیں۔ کہ "حضور اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں" ان کو چاہیے کہ نظر انصاف سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان الفاظ کو غور سے دیکھیں کہ "از نور حق بل و علا مخلوق گشتہ"

اسی عبارت کے دوسرے پیرے میں فرماتے ہیں:

بالکل صریح اور واضح کشف سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اس امکان سے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ جس سے دوسری مخلوقات پیدا ہوئی ہے۔ بلکہ آپ اس امکان سے پیدا ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفات اضافیہ میں پایا جاتا ہے۔ اس عبارت میں حضرت مجدد قدس سرہ نے صاف ہی فرمادیا ہے کہ آپ اس امکان سے ہی منزہ اور معرا ہیں جو ممکنات عالم میں موجود ہے "ہشتم مشککہ" کی رٹ لگانے والے حضرت اگر تعصب کی عینک اتار کر امام ربانی کی یہ عبارت دیکھیں تو کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔

تیسرے پیرے میں فرماتے ہیں۔ کتنے ہی غور اور نظر بصیرت سے ممکنات عالم

کا مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے آپ کی ذات مقدس اس سے ورا اور فائق ہے اس

بنا پر آپ کے وجود مبارک اور جسم مقدس کا سایہ نہیں تھا۔ اور اس بنا پر بھی سایہ نہیں تھا۔ کہ آپ سے زیادہ لطیف چیز دنیا میں کوئی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ سایہ صاحب سایہ سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔

اس عبارت کے آخر میں اس مسئلے کو بالکل کھول کر بیان کر دیا ہے کہ آپ نور ہیں مگر حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے بشکل انسان جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اور محمد و احمد کے مبارک ناموں سے موسوم ہوئے ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)۔

عبارت میں مجدد صاحب قدس سرہ نے مشہور حدیث نقل فرمائی ہے مخفی لفظ اس حدیث کو موضوع کہہ دیا کرتے ہیں۔ اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو مجدد صاحب قدس سرہ ہرگز اس کو نقل نہ فرماتے۔ مزید تسلی کے لیے ہم نے اس حدیث کی تخریج و تحقیق گذشتہ حاشیہ میں پیش کر دی ہے۔

(۲) محبوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بشر گفتند و در رنگ سائر بشر گفتند نمودند ناچار منکر آمدند و صاحب دو لسان کہہ اورا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوا ان رسالت در رحمت عالمیان دانستند و از سائر ناس ممتاز دیدند بدو ات ایمان مشرف گشتند و از اہل جن مجبولوں نے جناب محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے لوگوں کی طرح خیال کیا وہ آپ کی ذات کے منکر ہو گئے اور جن صاحب قسمت لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اور رحمت کا ثبات جانا اور دوسرے لوگوں سے ممتاز اور ارفع جانانہ

نجات آئندہ۔
دولت ایمان سے مشرف اور اہل نجات
دفتر سوم مکتوب ۶۷
میں سے ہو گئے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرح بشر کہتے ہیں۔ اور عام لوگوں جیسا ہی خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ کفار مکہ کی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات عالیہ کے معترف نہیں ہو سکتے۔ اور وہ سعادت مند لوگ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ”بشر“ ”بشر“ کا وظیفہ نہیں کرتے بلکہ آپ کو معزز رسول اور رحمت عالمین کی صفت کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ وہی دولت ایمان اور رحمانی برکات سے مشرف ہوتے ہیں اور آخرت میں فلاح و نجات پائیں گے۔

(۴) یکے از حکمتائے اظہار میں قسم
اسرار آنست کہ کونہ نظری کاٹے
را بوجہ داین نوع آرزو ہائے
بیرونی ناقص نہ انگار و داز
برکات اور محروم نماںد، سب
حرمان کفار اند دولت تصدیق
انبیاء علیہم الصلوٰۃ و تسلیمات
وجود داین قسم صفات بودہ است
کاملین و عارفین کے اسرار و سخاوت
اور کمالات و تعارفات کے اظہار میں
من جملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت یہ
بھی ہوتی ہے۔ کہ کم نظر لوگ ان کی
دنیوی اور ظاہری آرزوں اور
ضرورتوں کو دیکھ کر ان کو ناقص نہ سمجھ
لیں۔ اور اس طرح ان کی برکات سے
محروم نہ رہ جائیں کفار و انبیاء کرام

دریں بزرگواران فقاً لُوا الْبَشَرَ
 یَقْدُونََنَا فَكْفَرُوا -
 دفتر سوم مکتوب ۲۷

علیم الصلوات والتسلیمات پر ایمان
 لانے کی دولت و سعادت سے محروم
 سب اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کی نظر انبیاء
 کرام علیہم السلام کی ظاہری ضرورتوں
 اور حاجتوں پر پڑی فقاً لُوا الْبَشَرَ
 یَقْدُونََنَا فَكْفَرُوا کہ اٹھے کیا بشر ہمیں
 بدایت دینے آئے ہیں۔ تو کافر ہو گئے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء کرام کے کمالات اور ان کی کرامات بیان
 کرنی چاہیں تاکہ لوگ ان کو ان کی ظاہری ضرورتوں اور حاجتوں پر نظر کر کے اپنی طرح
 ناقص تصور نہ کر لیں۔ اور ان کی برکات سے محروم نہ رہ جائیں۔ کیونکہ کفار کے دولت
 ایمان سے محروم رہنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کے ظاہر حال کو دیکھ کر کہہ دیا کہ یہ بشر ہم کو بدایت دینے آئے ہیں۔ تو ایمان
 لانے کے بجائے کافر ہو گئے۔

مطلب یہ ہوا کہ کالمین کو اپنی طرح خیال کرنا ہی گمراہی و ضلالت کی بنیادی اینٹ
 ہے۔ اسی سے انسان ان کی بے ادبی اور ان کے انکار تک پہنچتا ہے۔

(۵) چنانکہ کفار انبیاء علیہم الصلوات
 والتسلیمات در رنگ سائر بشر التہ
 جس طرح کفار نے انبیاء کرام علیہم
 الصلوات والتسلیمات کو دوسرے

از کمالات نبوت انکار نمودہ اند لوگوں کی طرح جاننا اور کمالات نبوت کے
 اعادنا اللہ سبحانہ عن انکارہؤلاء الاکابر منکر ہو گئے (اللہ تعالیٰ ان اکابر بزرگان
 دفتر اول مکتوب عکنا دین کے انکار سے محفوظ نظر رکھے)۔

اس عبارت میں بھی امام ربانی قدس سرہ نے اسی غلطی کا دوبارہ ذکر کیا ہے جس میں
 مبتلا ہو کر لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنی طرح
 اور اپنی مثل سمجھنا۔

(۶) لَوْلَا كَلَّمَا خَلَقَ اللَّهُ
 وَسُبْحَانَهُ الْخَلْقَ وَلَمَّا
 أَظْهَرَ الرَّبُّ بُيُوتَهُ وَكَانَ
 نَبِيًّا وَادَمَ بَيْنَ الْمَاءِ
 وَالطِّينِ
 اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 اس عالم دنیا میں ظہور نہ فرمانا ہوتا تو
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کو پیدا ہی
 نہ فرماتا۔ اور آپ نبی تھے دریاں حالیکہ
 آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی
 (دفتر دوم مکتوب) کی حالت میں تھے۔

لہذا اشارہ ہے اس حدیث مبارک کی طرف جسے دہلی نے مسند فردوس میں سیدنا حضرت ابن
 عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے باین الفاظ روایت کیا ہے یقول اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی
 لولا انما خلقت الدنيا ولولا انما خلقت الجنة ترجمہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم ہے اگر تو نہ ہوتا
 میں دنیا کو پیدا نہ کرتا اور اگر تو نہ ہوتا میں جنت کو پیدا نہ کرتا۔ اور میاں ب لدنیہ میں بھی ابن طغرلک کی
 جانب منسوب کرتے ہوئے ان الفاظ سے اس کو لایا گیا ہے لولا انما خلقتک. (باقی صفحہ آئندہ)

اس عبارت کا مدعا یہ ہے کہ کائنات وجود میں آئی ہی صرف حضور علیہ السلام کے
 طفیل اور واسطے سے ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری مقصود
 ہوئی تو کائنات عدم کے پردوں میں مستور رہتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت ہی ظاہر
 فرماتا اور حضور علیہ السلام اس وقت بھی نہ تھے جب کہ آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ تیار
 نہیں ہوا تھا۔ اور یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ بشریت حضرت آدم علیہ السلام کی
 پیدائش سے شروع ہوئی۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت پہلے اپنے
 نورانی وجود سے موجود تھے۔

(سوانحی صفحہ سابقہ) یعنی آدم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے اگر محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو اے آدم تجھے پیدا نہ کرتا ولا ارضنا ولا سماواتنا اور نہ زمین اور نہ آسمان
 کو یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد صاحب مواہب نے فرمایا اس حدیث کی شاہدہ حدیث ہے
 جو حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ان آدم علیہ السلام را فی اسم
 محمد مکتوبا علی العرش وان اللہ تعالیٰ قال لا دم لولا محمد ما خلقتک آدم علیہ السلام نے
 عرش پر حضور علیہ السلام کا اسم مبارک لکھا ہوا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا اگر
 محمد نہ ہوتے تو میں تجھے نہ پیدا کرتا۔ علامہ زررقانی نے کہا ہے کہ ابوالشیخ اور حاکم نے حضرت ابن
 عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ امن ب محمد و امر اھنک
 ان یؤمنوا بہ فلو لا محمد ما خلقت آدم ولا الجنۃ ولا النار الحدیث اور علامہ سبکی نے
 شفاء السقام میں اور علامہ ابلغینی نے اپنے فتاویٰ میں بھی اس حدیث کو برقرار رکھا ہے اور ایسی
 روایت میں عقل و قیاس کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اور محدث دہلی کے نزدیک یہ حدیث (باقی بر صفحہ آئندہ)

(۷) ظاہر و صورت عارف کامل را بر	عارف کامل کی صورت اور اس کے ظاہر
صفات بشریت و گذشتہ اندتا قباب	کو اور اس دنیا میں بشری صفات پر چھوڑا
کمالات اور گرد و ابتلاء و آزمائش	گیا ہے تاکہ انکی بشری صفات انکے مالات
پیدا کند و محقق و مبطل مترج بود میان	کا پروردہ بنی رہیں۔ اور تاکہ میں طرح لوگوں
ظاہر و صورت عارف کامل را نسبت	کے امتحان و آزمائش کی صورت پیدا ہو
بہ باطن و حقیقت اور در رنگ	اور حق پرستوں اور باطل پرستوں میں خلط
جامہ یکتا تصور باید نمود نسبت بہ	باقی اور موجود ہے کہیں نہ حقیقت عارف
شخص لابس آل جامہ و معلوم	کامل کی صورت اور اس کے ظاہر کو اس کے
است کہ جامہ را نسبت ہاں شخص	باطن اور اس کی حقیقت کے ساتھ یا باطل

(بقیہ حواشی صفحہ سابقہ) مرفوعاً بایں الفاظ منقول ہے۔ اتانی جبوتیل فقال ان الله تعالیٰ یقول لولاک ما خلقت الجنة ولولاک ما خلقت النار تمام صوفیاء و کرام اور علماء کرام کے نزدیک اس حدیث مبارک کے معنی کی صحت اور اس کے مضمون کے مطابق واقع ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے (علامہ محمد مراد علی رحمہ اللہ) مذکورہ حدیث مبارک کی تائید قرآن کریم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** کیونکہ اس ارشاد مبارک میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ربوبیت مقدسہ کو کاف خطاب کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ یہ اصناف اور نسبت دلالت کرتی ہے کہ خلقت آدم کی علت نمائی حضور علیہ السلام کی ذات مبارک ہے۔ **فأفهم قانہ دتیق بینکشف لك بالتامل الصادق ان شاء الله تعالیٰ**

راخوذ از حواشی مکتوبات) از مولانا نور احمد امرتسری

چھ قدر زراست، ہم چہیں است
 قدر صورت نظر بحقیقت اور این
 صورت عارف ربیے بھراں در
 رنگ کوہ سے انکارند و مثل صورت
 حقائق خود خیال سے کنند لاجرم
 در مقام انکار سے آئند۔ و حرماں
 کسب سے نمایند۔

دفتر دوم مکتوب ۲۳

وہی نسبت ہے جو کپڑے کو سینے والے
 کے ساتھ ہوتی ہے اور لباس کو پہننے
 والے کے ساتھ جو نسبت ہے وہ ظاہر
 ہے رٹھیک اسی طرح عارف کامل کی صورت
 اور اس کے ظاہر کو اس کی اصل حقیقت
 کے ساتھ نسبت ہے مگر اندھے لوگ
 عارف کامل کے صرف ظاہر کو دیکھ کر
 اس کو خالی تصور کرتے ہیں۔ اور اپنی
 طرح ان کو بھی بے حقیقت صورتیں
 خیال کر بیٹھتے ہیں اور اس حقیقت نا
 شناسی کے باعث ان کے کمالات کے
 منکر ہو کر اس کے فیوض سے محروم رہ
 جاتے ہیں۔

اس عبارت میں حضرت امام ربانی مجدد العت ثانی قدس سرہ نے ایک بہت بڑی
 غلط فہمی کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں مبتلا ہو کر لوگ کالمیلین کے متعلق گمراہی اور بے ادبی
 اور انکار کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے کمالات و تصرفات تسلیم کرنے سے گریز کرتے
 ہیں۔ اور وہ غلط فہمی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کامل بندوں کو حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر
 اس عالم دنیا میں عام لوگوں کے رنگ روپ میں رکھا ہے۔ اور ان کو بھی ذنبوی حاجتوں

اور ضرورتوں کا پابند بنایا ہے۔ اور بظاہر ان کے لیے بھی وہی ملائق و متنازع پیدا کر دیے ہیں۔ جن میں عام لوگ بلکہ کفار و مشرکین بھی شریک ہیں۔ تاکہ حقیقت شناس لوگوں اور باطل پرستوں کے درمیان میدان آزمائش قائم ہو۔ کہ کون صرف ان کے ظاہر اور ان کی خورش و پوشش پر نظر کر کے ان کا منکر اور بے ادب بننا ہے۔ اور ان پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ اور ان کے حق میں زبان طعن دراز کرتا ہے۔ اور کون اصل حقیقت پر نظر ڈال کر ان کی نیاز مندی اور ان کی عظمت و عقیدت کا پٹہ گلے میں ڈال کر ان سے فیضیاب ہونے کی آرزو کرتا ہے۔ اور آزمائش و امتحان کا میدان یوں قائم کیا گیا ہے کہ عارف کامل کا ظاہر حال باسکل عوام کی طرح رکھا گیا ہے۔ حالانکہ اس کا ظاہر اس کے باطن کے آگے باس سے زیادہ نسبت نہیں رکھتا۔ تو جن اندھوں کی نظر صرف ان کے ظاہر پر ہی رک جاتی ہے وہ عارف کامل کو بھی اپنی طرح خالی، بے معنی اور بے حقیقت خیال کر کے اس کے کمالات کا انکار کرتے ہیں۔ اور بے ادبی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سنی العقیدہ علماء کرام عارفین اور کالمین کے متعلق باسکل عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور لوگوں کو ان کے ادب و احترام کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر مخالفین اس عقیدہ کی بنا پر بھی اہل سنت و جماعت کو اپنے غیظ و غضب اور سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ فی الحقیقت اگر یہ عقیدہ مشرکان اور غیر اسلامی ہوتا تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ العزیز اس قدر تکرار اور صراحت سے اس کو برگزہرگز بیان نہ فرماتے۔

(۸) مانند ظاہر اور کہ ز باطن بمراحل
جدا افتادہ است و از آخرت
جیسے عارف کامل کا ظاہر، کہ باطن
سے بمراحل (کئی منزل) جدا اور دور ہے

بدنیا آمدہ است و اختلاط مردم
 پیدا کردہ للحصول المناسبتہ
 المشروطۃ فی الافادۃ و
 الاستغناء ذلک تا حقوق عباد معطل
 نشود و طریق افادہ و استفادہ
 مسدود نہ گردد۔
 دفتر دوم مکتوب ۲۵

اور گویا، وہ کامل آخرت سے دنیا
 میں آیا ہوا ہے۔ اور اس نے لوگوں
 سے میل جول پیدا کر رکھا ہے تاکہ وہ
 مناسبت اور تعلق اور ربط پیدا
 ہو جو فائدہ دینے اور فائدہ حاصل
 کرنے کے لیے ضروری ہے عارف
 کامل کا ظاہر اسی غرض و حکمت کی
 بنا پر لوگوں کے مشابہ ہوتا ہے تاکہ
 بندوں کے حقوق ضائع اور معطل نہ
 ہوں اور افادہ و استفادہ کا
 راستہ بند نہ ہو۔

اس عبارت میں بھی اسی امر کا اعادہ کیا گیا ہے۔ کہ کاملین کو خورش و پشش اور دیگر عوارض دنیوی میں صرف اسی لیے عوام کی مانند رکھا گیا ہے کہ ان کے ماہین ایک
 گونہ مناسبت و مشابہت اور ربط پیدا اور قائم ہو اور ربط کے ذریعہ لوگ کاملین
 سے تصفیہ اور تزکیہ کا فائدہ حاصل کر سکیں۔ ورنہ فی الحقیقت کاملین کا باطن ان کے
 ظاہر سے منزلوں جدا اور الگ ہے۔

ناظرین کرام!۔ مسئلہ نور و شریعت پر مکتوبات شریف کی صرف آٹھ عبارتیں
 ہدیہ قارئین ہیں۔ اگر دل میں امام ربانی حضرت شیخ مجدد الواعظ ثانی قدس سرہ کی سچی

عقیدت و عظمت اور خلوص دل سے آپ کی تحقیق اور آپ کے ارشادات پر یقین و ایمان ہو تو اس مسئلہ کی اصل حقیقت و نوعیت اور اختلاف کا بالکل ٹھیک فیصلہ کرنے کے لیے یہ عبارتیں کافی و شافی ہیں۔ مخالفین جس قدر بھی اس مسئلہ پر مختلف قسم کے سوالات کرتے ہیں۔ مثلاً۔ اگر حضور نور تھے تو کھانا کیوں کھاتے تھے؟ ”آپ کی بیویاں کیوں تھیں؟“ ”آپ بول و براز کیوں کرتے تھے؟“ ”آپ کی اولاد کیوں تھی؟“ وغیرہ وغیرہ ان کا جواب بھی حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کی ان عبارتوں میں بطریق احسن موجود ہے۔ ایک زبردست صاحب تحقیق کامل بزرگ اور مجدد زمانہ کی اس قدر روشن اور واضح تصریحات کو پڑھ کر اور دیکھ کر پھر شک و شبہ کو اپنے دل میں جگہ دینا بلاشبہ شقاوت و بد بختی کی علامت ہے



وسیلہ استمداد

آج کل یہ مسئلہ بھی خصوصیت سے معرکہ آلا، مسائل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ جن وجود کی بنا پر اہل سنت و جماعت کے لیے مشرک و بدعتی کی گالی تجویز ہو چکی ہے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ مسئلہ بھی ہے۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام (علی الانبیاء اولاد علی الاولیاء ثانیاً الصلوٰۃ والتسلیمات) کے وسیلہ سے رب تعالیٰ کے حضور میں دعا کرنا، اپنی حاجات چاہنا اور دینی و دنیوی مشکلات و نہمات میں کامیاب ہو کر درجہ اور واسطہ جانتے ہوئے ان سے مدد طلب کرنا بالکل جائز و درست ہے۔
شُرک و بدعت نہیں۔

ہم اس مسئلہ پر بھی سب دستور سابق چند ایک بالکل جلی اور روشن عبارتیں مکتوبات شریفین سے قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال سے واقفیت اور آگاہی حاصل ہو۔ اور یہ بات سامنے آجائے کہ حق پر کون ہے۔ اور شرک و بدعت کا فتویٰ کہاں تک درست ہے۔

(۱) اسے برادر حضرت امیر چونکہ اسے برادر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ

حامل بار ولایت محمدی اند علی
 صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والتجیۃ،
 تربیت مقام اقطاب و ابدال
 و اوتاد کہ از اولیا عزلت اند و جاب
 کمالات ولایت در ایشان غالب
 است، مفوض بامداد و اعانت
 آنحضرت است۔ سر قطب
 الاقطاب کہ قطب مدار است
 زیر قدم اوست۔ قطب مدار
 بحمایت و رعایت او ہم خود را
 سرانجام مے نمایند و از عہدہ
 مداریت بر مے آید حضرت
 فاطمہ و امین نیز در بس مقام
 با حضرت امیر رضی اللہ علیہم
 شریک اند۔
 دفتر اول مکتوب ۲۵۱

تعالیٰ وجہ چونکہ ولایت محمدی علی صاحبہما
 الصلوٰۃ والسلام والتجیۃ کے حامل ہیں
 اس لیے زمانے کے قطب، ابدال،
 اذناد جو تارک دنیا اولیاء ہیں۔ اور
 جن پر ولایت کا زنگ غالب ہے۔
 ان سب کی تربیت حضرت علی مرتضیٰ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد و اعانت
 کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب جس
 کو قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ اس کا
 سر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
 قدم مبارک کے نیچے ہے۔ اور قطب
 مدار آپ کی حمایت و رعایت سے
 اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے۔ اور
 اپنی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے۔ اور اس
 معاملہ میں حضرت فاطمہ الزہراء اور آپ
 کے دونوں صاحبزادے سیدنا امام حسن
 اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

فوائد و مطالب:

(۱) قطب، ابدال، اذناد وغیرہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگ اپنے فرائض اور ذمہ داریاں انجام دینے میں مولیٰ علی مشکل کفار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد و اعانت کے محتاج ہیں۔

(۲) اس تربیت اور مدد دینے میں سیدۃ النساء اہل الجنة حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کے لخت جگر سیدنا حضرت امام حسن و سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شریک ہیں۔

(۳) ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے کام اور بہت سی نعمت اپنے کامل اولیاء کے سپرد کر رکھی ہیں۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ دائمی اور ہمہ وقت اولیاء امت کے حالات و مدارج کی طرف رہتی ہے۔ ورنہ تربیت کیسی۔

(۵) تمام دنیا کے اقطاب، ابدال اور اذناد وغیرہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی نظر کے نیچے ہیں اور آپ کے علم میں ہیں ورنہ جس کا علم نہ ہو اس کی مدد و اعانت کس طرح ممکن ہو سکتی ہے۔ استمداد کے منکران فوائد و مطالب کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ امام ربانی قدس سرہ کا نام مبارک منافقانہ تو نہیں لے رہے۔ کیونکہ منکرین کے نزدیک تو یہ عقائد سراسر شرک ہیں۔

(۲) انہیں قبیل است مدد ہائے
اسی قبیلہ سے اولیاء کرام کی ارواح
مقدسہ کی مدد و اعانت ہے۔ جو
کہ از روحانیت اکابر قدس اللہ

تعالیٰ اسرار ہم کہ مناسب افعال
 جسمانی املا کی طرح اثر دکھاتی ہے۔
 اجسام است کا هلاك الاعداء
 جیسے دشمنوں کو ہلاک کرنا۔ اور
 ونصرة الاجماع بوجوه
 دوستوں کی مدد کرنا مختلف وجوہ
 مختلفه والخائرتی
 اور مختلف طریقوں سے
 دنترادل مکتوب ۲۳۹

فوائد و مطالب:

(۱) اکابر اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ بلاشبہ مدد فرماتی ہیں۔ دشمنوں کو اپنے تصرف اور روحانی قوت سے ہلاک کرتی ہیں۔ اپنے دوستوں اور عقیدتمندوں کی مدد و نصرت فرماتی ہیں۔

(۲) ان کی یہ مدد و نصرت اس طرح اثر دکھاتی ہے کہ گویا وہ اپنے اجسام طاہرہ کے ساتھ مدد و اعانت فرما رہے ہیں۔

ما فوق الاسباب اور تحت الاسباب کا سلسلہ تراشنے والوں کو چاہیے کہ اس اس عبارت کا بغور مطالعہ فرمائیں اور خانہ ساز نو حید سے نو بہ کریں اور عقیدہ استمداد کو قبول کریں۔

(۳) بہر حال رشتہ محبت این طائفہ
 راز دست ندرت و التجار تضرع
 یہ صورت گروہ اولیاء اللہ کے ساتھ
 اپنا رشتہ محبت قائم رکھے اور اس
 پاکیزہ گروہ کے حضور التجار تضرع کر
 بایں قوم شعائر خود سازد و منسظر

باشد کہ حق سبحانہ و تعالیٰ بتوسل
 عادت اور اپنا طریقہ بناٹے۔ اور
 محبت میں طائفہ محبت خود
 اس بات کا منتظر ہے کہ حق تعالیٰ د
 مشرف سازد و بتمام بجانب
 سبحانہ اس مقدس گروہ کے ساتھ
 خود بکشد۔
 دفتر اول مکتوب ۴۳
 فرمائے اور پورے طہر پر اپنی ذات کی
 طرف کھینچے۔

فوائد و مطالب:

- (۱) اولیاء کرام کی محبت، عظمت اور عقیدت سے اپنے دل کو منور رکھے۔
 - (۲) اولیاء کرام کے حضور میں التواء و تضرع کو اپنی عادت اور دستور بناٹے۔
 - (۳) اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی محبت و عقیدت اور عظمت کو رب تعالیٰ کی محبت و عظمت کے حاصل ہونے کا ذریعہ اور واسطہ جانے۔
- اس کے برعکس مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا ولی نہ ذرہ برابر نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ وہ بالکل بے اختیار و بے بس اور مجبور ہونا ہے اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ عقیدہ صاف بتانا ہے کہ مخالفین اور حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کے عقائد میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اور محض فریب عوام کی خاطر حضرت شیخ قدس سرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

باوجود پیر ظاہر چونکہ امداد سے
 از رو حانیت حضرت خواجہ
 نقشبند قدس سرہ یافتہ بودند
 اویسی سے گفتند ہم چنین حضرت
 خواجہ نقشبند باوجود پیر ظاہر
 چونکہ مدد حاصل از رو حانیت حضرت
 خواجہ عبدالخالق قدس سرہمایافتہ
 بودند اویسی بودند۔
 دفتر ثالث مکتوب ۱۲۱
 حاصل کی ہے۔ اس لیے یہ بھی اویسی
 کہلائے۔

فوائد و مطالب:

(۱) حضرت خواجہ خواجگان شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ
 خورد خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ظاہری پیر و مرشد رکھنے کے باوجود وہاں
 یافتہ بزرگوں سے روحانی مدد حاصل کرتے رہے اور اسی بنا پر اویسی النسبہ
 کہلائے۔

(۲) مخالفین کا یہ عقیدہ کہ وفات یافتہ بزرگ کچھ نفع نہیں دے سکتے بالکل بے اصل
 اور حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ کے عقائد کے خلاف ہے۔ بلکہ مخالفین کے نزدیک
 حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کا یہ عقیدہ شرک و کفر ہے۔ شاید حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ

علیہ ایانک نستعین کا معنی و مطلب نہیں جانتے تھے۔ اور زمانہ حال کے
چند بے لگام ملاؤں پر اس کے صحیح معانی منکشف ہوئے ہیں فالی اللہ المشتکی

- (۵) دردیشانیہ کہ قدم را سخ در
شریعت دارند و از عالم حقیقت
نیک شناسا انداز ایشان بمنته
باید طلب نمود و مدد سے باید جست
تا عنایت حق سبحانہ از درد بچہ ایشان
ظاہر شدہ تمام بجانب جناب قدس
خود تعالیٰ جذب نماید۔
دفتر اول مکتوب ۷۵
- اور وہ درویش جن کے قدم شریعت
میں نچتے ہیں۔ اور جو عالم حقیقت کے
اچھے واقف ہیں۔ ان کی دعاؤں کا
طالب ہونا چاہیے۔ اور ان سے
مدد یعنی چاہیے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت
و مہربانی ان بزرگوں کے درپچہ سے
ظاہر ہو کر ذات واحد کی طرف پوری
کشش پیدا ہو جائے۔

اس عبارت میں بھی تین باتیں مذکور ہیں:

- (۱) شریعت حقہ پر چلنے والے اور حقیقت شناس بزرگوں سے دعا کرنی چاہیے۔
(۲) ان سے مدد یعنی چاہیے۔
(۳) ان دو باتوں کی وجہ سے حق تعالیٰ کی عنایت و مہربانی بندہ کی طرف متوجہ ہوگی۔
اور حق تعالیٰ کی طرف جذب کمال اور کشش تام نصیب ہوگی۔

(۶) می دانن کہ پیر کیست؟ پیر آنکس
تجھے معلوم سے کم چہ کون ہے؟ پیر کی

است کہ از طریق وصول بجناب
 قدس خداوندی جلتانہ استفادہ
 نمائی و مدد ہا و اعانت ہا درین
 طریقہ یابی۔
 وہ ذات ہے جس سے تجھ کو ذات حق
 تعالیٰ تک وصول کا راستہ ملتا ہے۔ اور
 طرح طرح کی مدد و اعانت اس راہ
 میں اس سے تجھ کو ملتی ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۹

عبارت بذا کا مطلب بالکل واضح ہے۔ وضاحت کی ضرورت نہیں۔

(۷) حضرت قبلہ گاہی ام خواجہ باقی
 باللہ صاحب قدس سرہ) سے
 فرمودند کہ حضرت سید محی الدین
 جیلانی قدس سرہ در بعضے رسائل
 خود نوشتہ اند کہ در قضائے مہرم
 هیچ کس را مجال نیست کہ تبدیل
 بدہد مگر مرا۔
 میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے کہ حضور
 غوث پاک قدس سرہ نے اپنی بعض
 تصنیفات میں فرمایا ہے۔ کہ تقدیر
 مہرم تبدیل کرنے کی طاقت ہر
 مجال کسی کو نہیں۔ مگر میں اس کو بھی
 تبدیل کر سکتا ہوں۔

دفتر اول مکتوب ۲۱

عہ جاننا چاہیے کہ قضائے معلق دو قسم ہے :-

- (۱) وہ جس کی تعلیق لوح محفوظ میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ اور ملائکہ کو بھی اس تعلیق کا علم ہے۔
 (۲) وہ جو صرف علم الہی میں معلق ہے۔ لوح محفوظ میں اس کی تعلیق کا ذکر نہیں۔ بلکہ لوح ربانی بر صفحہ آئینہ

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قضاے مبرم کو بھی تبدیل کرنے کی طاقت و ہمت رکھتا ہوں۔

حضور غوث اعظم، حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب اور حضرت شیخ مجدد العت ثانی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم تو عارف کامل ہیں اور اس قدر قوت روحانی کا دعویٰ عقیدہ رکھتے ہیں مگر افسوس کہ مخالفین کے بعض غالی سرغنے یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ ولی و بزرگ کچھ طاقت و قوت نہیں رکھتے۔ اور ان میں ذرہ برابر مافوق الاسباب طاقت ماننا شرک خالص ہے۔ ہدھم اللہ تعالیٰ الی سوا الصراط۔

(۸) و مجدد آنست کہ ہر چہ دران مدت
از فیوض یا امتاں برسد بتوسط او
برسا اگر چہ انقطاب و اذناد آں
وقت بوند بدلاء و نجباء باشد۔
و نیز دوم مکتوب مذکور
اور مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس کے زمانہ میں
جس قدر فیوض امتیوں کو پہنچتے ہیں۔
اس کے ذریعہ اور واسطہ سے پہنچتے
ہیں۔ اگر چہ وہ فیض لینے والے قطب
و اذناد ہوں یا ابدال و نجبار ہوں۔

عبارت مذکور کا مطلب بالکل واضح ہے۔ اور مسئلہ "وسیلة بزرگان" کی
زور دار تائید ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ محفوظ ہے قضاے مبرم کی طرح ہے اس دوسری قسم میں بھی تبدیلی کا امکان ہے۔
اور حضور غوث پاک قدس سرہ کا ارشاد بھی قضاے معلق کی اس دوسری قسم سے متعلق ہے۔ درز حقیقتہ
قضاے مبرم میں تصرف و تبدیلی عقلاً و شرعاً محال ہے کمالاً یعنی۔

(۹) جائز است کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ارواح مجردہ را قدرتے بدیدہ کہ افعال اجسام صادر نمایند قبیل است آنچه بعضے از کبراء از افعال شاقہ خود خبر داده اند کہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاوہ صادر شدہ بودند، آن صدور افعال از ارواح مجردہ ایشان بودہ۔

اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم سے مجرد روحوں کو ایسی قدرت و طاقت مرحمت فرمائے جس کے ذریعہ افعال جسمانی کی طرح ان کی روحوں سے افعال صادر ہوں۔ اور اسی قبیلہ سے ہیں۔ اکابر اولیاء اللہ کے افعال شاقہ کے متعلق وہ خبریں جن کو ان کی ارواح نے ان کے ظاہری اجسام پیدا ہونے سے زمانہ دراز پہلے صادر کیا ہے۔ ان کا صدور ان کی روحوں کا کرشمہ ہے۔

دفتر دوم مکتوب ۲۸

اس عبارت میں دو امر وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ اور انبیاء اور اولیاء کی روحوں کو مافوق الاسباب قدرت کا دیا جانا اور عطا ہونا درست اور جائز ہے۔ اور اولیاء کرام وغیرہ اپنی ولادت مبارکہ سے ہزاروں برس قبل اس عالم دنیا میں حیرت انگیز افعال صادر کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

(۲) چونکہ اپنی ولادت مقدسہ سے ہزاروں برس قبل بھی کاملین حیرت انگیز افعال اس دنیا میں ظاہر کرنے پر قدرت رکھتے ہیں، اس بنا پر بعض اہل اللہ نے جو اس

قسم کے افعال سے اپنے متعلق خبر دی ہے وہ بالکل درست اور حقیقت کے مطابق ہے جیسے حضرت بابا آب ریز قدس سرہ کا یہ فرمانا کہ جب اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی خاک مبارک کو گوندھ رہا تھا۔ تو میں اس وقت بحکم ربی اس میں پانی ڈالنے کی ڈیوٹی ادا کر رہا تھا۔ کما صرح بہذا الواقعة حضرت الشیخ المجدد قدس سرہ فی مکتوباتہ الشریفة۔

مخالفین اس قسم کے واقعات اور اس طرح کی حکایات کا استہزاء اور مذاق اڑانے کے عادی ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ ایسی باتیں بے اصل نہیں جیسا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے اس امر کی تصریح کر دی ہے۔

مسئلہ تو سل اور استمداد عن اہل القبور کے موضوع پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے:

(۱۰) این حالت نامدتی کشید
 اتفاقاً دریں وقت گذر بر مزار
 عزیزت افتاد و درین معاملہ ان
 عزیزت را ممد و معاون خود کرد۔
 درین اثنا عنایت خداوندی
 جلشانہ در رسید و حقیقت معاملہ
 کما یبغی و نمود و روحانیت
 حضرت رسالت نامیت علیہ و
 علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت
 یہ حالت ایک مدت تک رہی۔ پھر
 اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار مبارک
 کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا
 اور اس معاملہ میں اس مدقون ولی اللہ
 سے میں نے مدد و اعانت طلب کی۔
 چنانچہ اس دوران اللہ جلشانہ کی
 عنایت شامل حال ہو گئی۔ اور معاملہ
 کی حقیقت پورے طور پر منکشف
 ہو گئی۔ اور عین اس وقت حضور

عالمیان است درین وقت حضور
خانم المرسلین رحمت اللعالمین صلی اللہ
ارزانی فرمود تسلی خاطر حزین نمود۔
علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک بھی تشریف
دفترا دل مکتوب نمبر ۲۲
لائی۔ اور میرے دل غمگین کو تسلی دی۔

یہ عبارت زیر بحث مسئلہ پر جس قدر واضح اور ظاہر ہے اس کے بیان کی حاجت
نہیں۔ اس عبارت میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ صاف فرماتے ہیں کہ میں ایک
معاملہ میں مدت تک رکارہا، آخر ایک بزرگ کے مزار شریف پر حاضری کا موقعہ نصیب
ہوا، اس مدفون بزرگ سے مدد و اعانت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ کی حقیقت پورے
طور پر ظاہر فرمادی اور اسی دوران نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پر فستوح بھی مجھ
کو تسلی دینے کے لیے تشریف لائی۔

(۱۱) و آنچه معتقد فقیر است آنست
جس چیز کا فقیر معتقد ہے یہ ہے کہ
کہ غوث غیر قطب مدار است
غوث قطب مدار کے علاوہ ہے غوث
بلکہ ممد و معاون روزگار است
کا کام قطب مدار کی مدد و معاونت
قطب مدار در بعض امور مدد
ہے۔ قطب مدار بعض کاموں میں
ازوے میجوابد و در نصب
غوث سے مدد طلب کرتا ہے اور غوث
مناسب مقام ابدال نیز اور
کو ابدال کے عہدے عطا کرنے میں
دخول است و قطب را باعتبار
بھی دخل ہے۔ اور قطب کو اپنے
اعوان و انصار و قطب الاقطاب
اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب

نیز گویند۔ بس کہتے ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۲۵

فوائد مطالب:

- (۱) غوث اور قطب مدار دو الگ الگ روحانی شخصیتیں ہیں۔
- (۲) غوث کا کام قطب مدار کی مدد و اعانت ہے۔
- (۳) جن اولیاء اللہ کو ابدال کا منصب و مرتبہ عطا کیا جاتا ہے اس عطا میں غوث کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اور قطب مدار کو بعض اقتبارات کے لحاظ سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔

- | | |
|---------------------------------------|--------------------------------------|
| (۱۲) اتفاقاً امر و زور حلقہ ہمدردی سے | آج اتفاقاً مجمع حلقہ مراقبہ کے دعویٰ |
| بینیم کہ حضرت الیاس و حضرت | کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس و |
| حضرت علی نبینا و علیہما الصلوٰت و | حضرت حضرت علی نبینا و علیہما الصلوٰت |
| التسلیمات بصورت روحانیاں | و التسلیمات روحانیوں کی صورت |
| حاضر شدند و تلمذی روحانی حضرت | میں تشریف لائے اور اس ملاقات |
| حضرت فرمودند کہ ما از ارواحیم | روحانی میں حضرت حضرت علیہما السلام |
| حضرت حق سبحانہ تعالیٰ روح | نے فرمایا کہ ہم مقام روح میں ہیں۔ |
| مارا قدرت کا علم عطا فرمودہ | اللہ تعالیٰ نے ہمارے روح کو |
| است کہ بصورت اجسام | قدرت کا علم عطا فرمائی ہے۔ ہم لوگ |

تمثل شدہ کارہائے کہ از اجسام
بصورت اجسام متمثل ہو کر وہ کارہائے
بوقوع مے آمدن از ارواح ما
صدور مے یا بد از حرکات و
سکناات جسمانی و طاعات و
عبادات جسمی
دفتر دوم مکتوب ۲۸۲

نمایاں انجام دیتے ہیں۔ جو دوسرے
اجسام سے انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ
ہم اسی طرح حرکات و سکناات کرتے
ہیں جس طرح جسم والے کرتے ہیں اور
ہم اسی طرح طاعات و عبادات بجا
لانے میں جس طرح ظاہری بدن کے
ساتھ لوگ بجالاتے ہیں۔

فوائد و مطالب:

- (۱) ایک دفعہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اسامی کی ملاقات کے لیے حضرت الیاس اور حضرت
نحضر علیہما الصلوٰۃ والسلام صبح کے وقت تشریف لائے۔
- (۲) اس ملاقات کے دوران حضرت نحضر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہماری ارواح
کو حق تعالیٰ نے ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ ہماری روحیں بھی وہی کام کرتی ہیں
جو دوسروں کے اجسام کرتے ہیں چنانچہ ہم اسی طرح چلتے پھرتے اور بیٹھتے اٹھتے
ہیں جس طرح جسم کے ساتھ لوگ اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ اور ہم اسی طرح طاعات و
عبادات بجالاتے ہیں جس طرح جسمانی طور پر لوگ بجالاتے ہیں۔

(۱۳) ہر گاہ جنیباں را بتقدیر اللہ سبحانہ جبکہ جنات بتقدیر خداوندی یہ طاقت

رکھتے ہیں کہ مختلف شکلوں میں
 متشکل ہو کر عجیب عجیب کام کر
 لیتے ہیں۔ اور دماغ کا عین کو اگر
 خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ طاقت و
 قدرت مل جائے تو اس میں تعجب
 کی کوئی بات ہے۔ اور کسی دوسرے
 جسم میں منتقل ہو کر افعال صادر کرنے
 کی کیا حاجت ہے۔ (رد تناسخہ)۔

چنانچہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں وہ
 واقعات جو بعض اولیاء اللہ سے
 منقول ہیں۔ کہ وہ ایک ہی وقت میں
 متعدد مقامات کے اندر موجود اور
 حاضر ہوتے ہیں۔ اور مختلف کام
 انجام دیتے ہیں۔ ایسے وقت ان کے
 لطائف اجساد کی صورت میں منجسہ
 ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف شکلیں اختیار
 کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس عزیز بزرگ کا واقعہ
 ہے جس کا وطن ہندوستان ہے اور وہ

دین قدرت بود کہ متشکل باشکال
 گشت اعمال غریبہ بود قورع
 آرند اروح کمل را اگر اس
 قدرت عطا فرماید چہ محل تعجب
 است در چہ احتیاج بدن
 دیگر۔

انہیں قبیل آنچہ بعضے اولیاء
 نقل میکنند کہ در یک آن در
 امکان متعددہ حاضر میکردند
 و افعال متبائنہ بوقوع مے
 آرند۔ اینجانب نیز لطائف ایشان
 منجسہ باجساد مختلفہ اند و متشکل
 باشکال متبائنہ۔

و همچنین عزیزیکہ مثلاً در
 ہندوستان توطن دارد و
 ازاں دیار نہ برآمدہ است
 جمعے از حضرت مکہ معظمہ مے
 آیند و میگویند کہ آن عزیز
 را در حرم کعبہ دیدہ ایم و چنان

وچنین در میان ما و آن عزیز
گذشتہ است و جمعے
دیگر نقل میکنند کہ ما اورا
در روم دیدہ ایم۔ و جمعے
دیگر در بغداد دیدہ اند۔
این ہمہ تشکل لطائف آن
عزیز است۔ باشکال مختلفہ
و گاہ بہت کہ آن عزیز را
از ان تشکلات اطلاع نمود
..... و ہم چنین ارباب
حاجات از اعزہ اجیاء و اموات
و منادوں و مہالک مدد ہا
طلب مینمایند و مے بینند
کہ صور آن اعزہ حاضر

کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گیا۔ کسی اس
کے باوجود ایک جماعت مکہ منظر سے
آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے آپ کو
حرم کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور آپ سے یہ
یہ باتیں ہوئی ہیں۔ اور ایک دوسری
جماعت کہتی ہے کہ ہم نے آپ کو روم
میں دیکھا ہے۔ اور ایک تیسری جماعت
کہتی ہے کہ ہم نے تو بغداد شریف میں
آپ کو دیکھا ہے۔

در حقیقت یہ سب اس عزیز دررگ
کے لطائف میں جو مختلف اشکال میں جلوہ
ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا
ہے کہ اس عزیز کو ان تشکلات کی اطلاع
نہیں ہوتی..... اسی طرح حاجت مند

سے حاشیہ قولہ ارباب حاجات الخ حضرت مرزا جانجانان رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظات

میں فرماتے ہیں :-

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ

یعنی حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ

علیہ بحال معتقدان خود مصروف

اللہ علیہ اپنے معتقدین کے حال میں

(باقی بر صفحہ آئندہ)

والسلام سے کوئی واقعہ مستور اور پوشیدہ رہتا ہو۔ اور عدم توجہ کی بنا پر کسی امر کے مخفی ہونے کو عدم علم قرار دینا محض جہالت ہے۔ اس کے برعکس مخالفین جب دلائل اثبات سے تنگ آجاتے ہیں تو وقتی طور پر صرف اس قدر مان لیتے ہیں کہ یہاں بعض اوقات اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی اپنے نبی کو کسی واقعہ کی خبر دے دیتا ہے۔ اور وقتی طور پر نبی کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے۔ یعنی مخالفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم نہیں ہوتا بس عارضی طور پر کسی وقت کسی واقعہ کی اطلاع مل جاتی ہے۔ یہ ہے مخالفین کا عقیدہ جو ان کی کتابوں، ان کے روزمرہ کے بیانات اور ان کی تقاریر سے ظاہر ہے۔

اب اس مسئلہ پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے مبارک ارشادات

سینے :-

(۱) حدیث تمام عینای وکلا ینام قلبی حدیث تمام عینای ولاینام قلبی جو

عہ فی مسند ابی داؤد قال
یعنی ابوداؤد کان النبی صلی اللہ علیہ
و سلم حصونا یعنی من ان یخرج منہ شیء
ولم یعقل و قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنها قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام
عینای وکلا ینام قلبی۔ انتھی

مسند ابوداؤد میں یہ روایت موجود ہے۔ امام ابوداؤد
نے کہا کہ حضور اس سے محفوظ تھے۔ کہ نیند کی حالت
میں کوئی چیز خارج ہوا در آپ کو معلوم نہ ہو سکے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔
کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میری آنکھیں
سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

از مرتب رسالہ اعنی عنہ۔

کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدواً
 آگامی نیست۔ بلکہ اخبار است
 از عدم غفلت از جریان احوال
 خویش و امت خویش لہذا نوم
 در حق آن سرور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام ناقص طہارت
 نگشت۔ و چوں نبی در رنگ
 شہان است در محافظت امت
 خود غفلت شایان منصب
 نبوت او نباشد۔

دفتر اول مکتوب ۹۹

آپ نے تحریر کی ہے۔ اس میں دوام
 آگامی کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ
 اس حدیث میں اس امر کی خبر دی
 گئی ہے کہ آپ اپنے اور امت کے حالات
 سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہیں۔ اس
 وجہ سے نبی آپ کے دھوکے کو نہیں
 توڑتی تھی۔ اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی کبریاست
 اور محافظت میں "شہان" رکبہ یوں
 کے ریوڑ کے رکھنے والے کی مانند ہیں۔
 اس لیے ادنیٰ سی غفلت بھی آپ
 کے منصب نبوت کے شایان
 نہیں ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق اہل سنت و جماعت
 جو عقیدہ رکھتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ نے عبارت مذکورہ میں
 اس عقیدے کی باسکل صاف الفاظ میں تصدیق و تائید کی ہے۔ چنانچہ حضرت
 شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے یہ الفاظ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 "اپنے اور اپنی امت کے حالات سے کسی وقت بھی غافل نہیں"۔

”اور ادنیٰ اسی عظمت بھی منصب نبوت کے شایان نہیں“ خاص طور پر قابل لحاظ اور لائق غور ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ مخالفین اہل سنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر آن اور ہر وقت حضورِ علمی کو قطعاً مشرکاً نہ عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ اور کسی طرح بھی اس کو درست نہیں جانتے۔

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ اپنا ایک مشاہدہ نقل فرماتے ہیں:

(۲) باز عروج واقع شد مقامات	دوبارہ پھر عروج روحانی حاصل ہوا
مشائخ عظام و ائمہ اہل بیت	جس میں درج ذیل حضرات کے
و خلفاء راشدین و مقام خاصہ	مقامات و مراتب کا مشاہدہ حاصل ہوا
حضرت رسالت پناہ صلی	(۱) مشائخ عظام اور ائمہ اہل بیت
اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم و	کے مقامات کا مشاہدہ، خلفائے
علیہم و بارک و بھم چنین مقامات	راشدین کے مقامات کا مشاہدہ۔
سائر انبیاء و رسل علی التفاوت	حضور علیہ السلام کے مقام خصوصی
و مقامات ملائکہ اعلیٰ فوق محدود	کا مشاہدہ۔ اسی طرح انبیاء کرام
مشہور گشت۔	اور رسل عظام کے مقامات کا علیحدہ
دفتر اول مکتوب اول	علیحدہ اور ملائکہ اعلیٰ کے فرشتوں
	کے مقامات کا مشاہدہ حاصل ہوا۔

مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے

اولیاء، انبیاء کرام درسل و ملائکہ ملاء اعلیٰ وغیرہ کے مقامات و مراتب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کائنات اور اپنی اُمت کے حالات کا مشاہدہ بطریق اولیٰ ثابت اور جائز ہوا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا اور حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کا تحریر کردہ رسالہ پسند فرماتا۔ ملاحظہ ہو مکتوبات کی عبارت ۱۔

(۳) بعد از تحریر آن چنان معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام با جمع کثیر از مشائخ اُمت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود درازند و از کمال کرم بخشی آن را بوسہ میکنند و بہ مشائخ مے نمایند۔ کہ این نوع معتقدات مے باید حاصل کرد و جماعہ کہ باین علوم مستعد گشته بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و روبرے آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجیہ ایستادہ اند و الفصہ بطولہا

تحریر رسالہ کے بعد یوں معلوم ہوا کہ جناب خاتم المرسلین حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشائخ اُمت کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور یہ رسالہ دست اقدس میں پکڑا ہوا ہے اور کمال کرم سے اس کو بوسہ دے رہے ہیں اور مجلس میں حاضر مشائخ کو دکھا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اس قسم کے اعتقادات رکھنے چاہیں۔ اور میں نے اس طرح دیکھا کہ جو مشائخ یہ اعتقادات رکھتے تھے وہ دوسروں سے ممتاز اور نہایت نورانی و نادر الوجود تھے اور خدمت اقدس میں

دور ہماں مجلس با شاعت
 کھڑے تھے (پورا واقعہ بہت دراز ہے)
 این واقعہ حقیر را امر فرمودند۔
 دفتر اہل مکتوب ۱۶
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیر (مجدد)
 صاحب کو حکم فرمایا کہ اس واقعہ کی
 اشاعت کرو اور اس کو مشہور کرو۔

اس عبارت سے چند چیزیں واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کی تحریرات و تصنیفات بارگاہ رسالت

میں مقبول و محبوب ہیں۔ یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے
 اپنی امت کے مشائخ و اولیاء کو حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں
 درج شدہ اعتقادات اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

(۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از وصال مبارک اور آپ کی امت کے اولیاء

و مشائخ اپنی مقابر مقدسہ سے باہر تشریف لے جاتے۔ اور مجالس میں
 رونق افروز ہوتے ہیں۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم کا حال یہ ہے کہ آپ اپنی امت کے

اہل تحقیق و اہل علم کی تصنیفات و تالیفات تک سے بھی باخبر ہیں۔

(۴) جو بزرگان کرام حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے مسلک و معتقدات

سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔ وہ دوسروں کی نسبت زیادہ نورانی زیادہ

مقبول اور ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

(۵) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کو حکم فرمایا کہ اس واقعہ کی اشاعت کرو۔ نیز لوگوں میں اس کو مشہور کرو۔ اگر اس طرح کی باتیں درست اور صحیح نہ ہوتیں تو نہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کو اس طرح کے واقعات پیش آتے۔ نہ حضور علیہ السلام ان کی تشہیر کا حکم صادر فرماتے۔ اور نہ ہی حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ ان کو درج کرتے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے متعلق اہل سنت کے اعتقادات کی صحت کی، اس سے زیادہ صاف اور واضح تائید و تصدیق اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۴) بر سر مسئلہ قضاء و قدر
 نیز اطلاع دادند و آنرا بر
 نہج اعلام فرمودند کہ بہ بیح
 وجہ بر اصول ظاہر شریعت
 غر مخالفت لازم نیاید و از
 نقص ایجاب و شائبہ جبر
 مبرا و منزہ است۔ و در ظہور
 بمشایہ قمر لیلۃ البدر است۔
 دفتر اول مکتوب ۱۸
 مجھے مسئلہ تقدیر پر بھی مطلع کر
 دیا گیا ہے۔ اور جس طرح مجھ کو اس
 مسئلہ کی حقیقت بتائی گئی ہے
 اس سے ظاہر شریعت کے ساتھ
 اس مسئلہ کی بائکل مخالفت
 لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی اس سے
 اللہ تعالیٰ پر کوئی شے لازم آتی
 ہے۔ اور نہ ہی انسان کی مجبوری
 کا پہلو نکلتا ہے بلکہ وہ ان دونوں
 سے مبرا اور منزہ ہے۔ اور اس

مسئلہ کی حقیقت مجھ پر اس طرح روشن
ہے جس طرح چودہویں رات کا چاند۔

سب اہل علم جانتے ہیں۔ کہ مسئلہ تقدیر یا مسئلہ قضا و قدر نہایت
ہی ادق اور مشکل اور پوشیدہ مسائل میں سے ہے۔ لیکن حضرت شیخ مجدد
صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کی حقیقت اس طرح روشن ہے
جس طرح چودہویں رات کا چاند۔

قارئین کرام اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم کے اُمّتیوں پر اس قسم کے مشکل ترین مسائل کی حقیقت بالکل روشن ہے۔
تو خود آپ کی وسعتِ علم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ پھر یہ کس قدر افسوسناک
بات ہے اور کس قدر بے ادبی ہے کہ حضور علیہ السلام کے علم شریف کے متعلق یہ
عقیدہ رکھا جائے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے تک کا علم نہ تھا۔ اور پھر ایسے عقیدے
کو ذریعہ نجات قرار دیا جائے۔

ہر عقل و دانش بیاید گریت

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ ایک دوسرے مقام پر نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل بیان فرماتے ہوئے یہ حدیث
نقل فرماتے ہیں:-

(۵) فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ
 سو میں نے اولین اور آخرین کے
 علوم جان لیے۔

دفتر سوم مکتوب ۱۲۲

یہ حدیث مبارک اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 تمام اولین و آخرین کے علوم کے جامع ہیں۔ جب علم شریف کے متعلق حضور کا اپنا
 ارشاد مبارک موجود ہے تو پھر آپ کے علم شریف کا انکار کرنا کس قدر جہالت
 یا عناد کا مظاہرہ ہے۔

حروف مقطعات یعنی اَلَمْ-حَمْدٌ، قَاتِ، وَغَيْرَہ کے متعلق حضرت
 شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

عَمَّ فَعَلِمْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ صاحب تشیید البانی فرماتے ہیں۔ اس حدیث کو
 امام احمد نے اپنے مسند میں اور امام ترمذی نے اپنے سنن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ یہی حدیث مبارک مشکوٰۃ میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔
 فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مَرْسَلًا وَالنَّوْزَلِيُّ نَحْوَهُ۔ شیخ عبدالحق
 محدث دہلوی قدس سرہ لمعات میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:- "پس دانستم ہرچہ در آسمانجا
 و ہرچہ در زمین بود" عبارت از حصول تمامہ علوم جزئی و کلی و اعطاء ان۔ (ترجمہ) یعنی میں نے جان
 لیا جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں تھا۔ یعنی تمام جزئی و کلی علوم مجھ کو حاصل ہو چکے ہیں۔ اور
 میں نے تمام کا اعطاء کر لیا ہے۔ ۱۱۲ از مرتب رسالہ۔

شدہ و دفع بلیہ از بہنامودہ
 است۔ گاہ ہست کہ آن
 اعزہ را از دفع آن بلیہ اطلاع
 بود و گاہ نبود۔ این نیز تشکل
 لطائف آن اعزہ است
 و این تشکل گاہ در عالم شہادت
 بودہ و گاہ در عالم مثال
 چنانچہ در یک شب
 ہزار کس آنسرور را علیہ
 لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے
 خوف اور ہلاکت کے وقت مدد طلب
 کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں
 کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے
 بلائیں دفع کرتی ہیں۔ بعض اوقات
 ان بزرگوں کو دفع بلیات کی اطلاع
 ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں
 ہوتی یہ بھی درحقیقت ان بزرگوں کے
 لطائف متشکل ہوتے ہیں۔ اور یہ تشکل

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

است مغلاں در صحراء یا در وقت
 خواب اسباب و اسبابان
 خود بحمایت حضرت خواجہ
 مے سپارند و تائیدات از
 غیب ہمراہ ایشان مے شود
 درین باب حکایات بسیار
 است بیان آن با طالت
 مصروف رہتے ہیں۔ مغل لوگ جنگلات
 میں اور سوتے وقت اپنا سامان اور
 گھوڑے وغیرہ حضرت خواجہ نقشبند
 رحمۃ اللہ علیہ کی مدد و حمایت میں
 دے دیتے ہیں۔ تو فیسی تائیدیں
 ان کے ہمراہ ہو جاتی ہیں۔ اس
 باب میں بہت حکایات مروی ہیں جن کا
 بیان بہت لمبا ہے۔
 میرساند۔

و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام بصور
مختلفہ در خواب سے بیند و
استفادہ ہائے خواہندہ این
ہمہ تشکل صفات و لطائف
اوست علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
والسلام بصورت ہائے مثالی۔
ہم چنین مریدہاں از
صور مثالی پیران استفادہ
ہائے خواہندہ حل مشکلات
مبغض ما بیند۔

دفتر دوم مکتوب ۵۸

کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور
کبھی عالم مثال میں۔
چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ
ہزار آدمی ایک ہی رات میں خواب کے
اندہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور بہت
سے فائدے اور برکات حاصل کرتے ہیں۔
یہ بھی درحقیقت آپ کی صفات اور آپ کے
لطائف کی شکلیں ہوتی ہیں جو مثال صورتوں
میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔
اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی
صورتوں سے کئی طرح کے فائدے حاصل
کرتے ہیں۔ اور وہ پیران کی مشکلات
حل کرتے ہیں۔

فوائد و مطالب:

(۱) جب جنات بتقدیر خداوندی مختلف شکلیں اختیار کر کے عجیب و غریب کام
انجام دے سکتے ہیں تو کامل بندوں کے لیے ایسی عطائی قدرت مان لینے میں
کیا تعجب ہے۔

(۲) کاہلین کے لیے ایسی عطائی قوت و طاقت تسلیم کرنا بالکل درست اور امر واقع ہے۔

(۳) چنانچہ متعدد اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد مقامات میں موجود اور حاضر ہو کر مختلف امور انجام دیتے ہیں۔ دراصل یہ ان کے لطائف ہوتے ہیں جو متجدد ہو جاتے ہیں۔

(۴) اسی طرح ایک بزرگ اپنے ملک ہندوستان میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کسی دوسرے ملک نہیں گیا ہوتا مگر کچھ لوگ مکہ معظمہ سے آکر کہتے ہیں ہم نے آپ کو خانہ کعبہ میں دیکھا ہے۔ اور وہاں آپ سے یہ باتیں ہوتی رہی ہیں۔

کچھ دوسرے لوگ آکر یہ خبر دیتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بلا دروم میں دیکھا ہے۔ اور تیسری جماعت آکر کہتی ہے آپ کو تو ہم نے بغداد شریف میں دیکھا ہے۔

(۵) اسی طرح حاجت مند لوگ خوف اور بلاکت کے وقت زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے مدد طلب کرتے ہیں تو فوراً ان اولیاء اللہ کی صورتیں حاضر ہو کر ان کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرتی ہیں۔ دراصل یہ بھی ان کے لطائف متشکل ہو کر تشریف لاتے ہیں۔

(۶) حضور نبی اکرم ملیبہ السلام کو ایک ہی رات میں خواب کے اندر ہزار آدمی دیکھتے ہیں۔

(۷) نیز مرید اپنے پیروں کو مثالی صورتوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ اور وہ پیران کی مشکلات حل کرتے ہیں۔

(۱۴) و آن امانت بزعم این حقیر
قیومیت جمیع اشیاء
است بر سبیل نیابت کہ
مخصوص بکمل افراد انسان
ست۔ یعنی معاملہ انسان
کامل تا بجائے میرسد کہ اورا
قیوم جمیع اشیاء بحکم خلافت
میسازند۔ و ہمہ را افاضہ
وجود و بقا و سائر کمالات
ظاہری و باطنی بتوسط او
میرسانند اگر ملک ست بو
منوسل است و اگر جن و
انس ست باد مثبت و
فی الحقیقت توجہ جمیع اشیاء
بجانب او ست و ہمہ نگران
او بند این معنی را دانند
یا نہ۔

اس حقیر کے خیال میں امانت سے مراد تمام
اشیاء کی قیومیت ہے۔ جو حق تعالیٰ کی
نیابت کے طور پر نوز انسان کے کامل
افراد کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی
انسان کا معاملہ کمال و ترقی اس حد
کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ
کی خلافت کے اعتبار سے تمام
اشیاء کا قیوم بنا دیا جاتا ہے۔
چنانچہ سب کو وجود بقا اور تمام
کمالات ظاہری و باطنی ان کے
واسطے اور وسیلے سے ملتے ہیں۔
فرشتے بھی اسی کو وسیلہ بناتے ہیں
اور جن و انس بھی اسی کے دامن کو
تھامتے ہیں۔ سنی الحقیقت تمام
چیزوں کی توجہ اس کی طرف ہوتی ہے
اور سب اسی کی طرف دیکھتے ہیں چاہے
اس بات کو جانیں یا نہ جانیں۔

و فتزدوم مکتوب ۴۴

فوائد و مطالب:

- (۱) کالمین اہل اللہ کو اللہ تعالیٰ نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت کا درجہ بھی حاصل ہوتا ہے۔
- (۲) چنانچہ تمام اشیاء کو وجود، بقا اور تمام ظاہری و باطنی کمالات ان کی وساطت اور ان کے طفیل عطا ہوتے ہیں۔
- (۳) تمام ملائکہ اور جنات و انسان ان کا وسیلہ پکڑتے، اور ان کا دامن تھامتے ہیں۔
- (۴) تمام چیزیں انہیں کی جانب توجہ کرتی ہیں۔ اور ان کی محتاج ہوتی ہیں۔

قارئین کرام۔ وسیلہ و استمداد کے موضوع پر مکتوبات شریفین سے یہ چودہ اقتباس اور ان سے اخذ شدہ فوائد آپ کے سامنے ہیں۔ اب آپ حضرات خود ہی انصاف کریں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی کے افکار و نظریات سے کس گروہ کے عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔ اہل سنت و جماعت بریلوی حضرات کی یا غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات کی جو اس عقیدہ کو خالص مشرکانہ عقیدہ قرار دیتے ہیں سادہ پھر فریب عوام کے لیے حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنا ہمنوا ظاہر کرتے ہیں۔ ع

چہ دلا و راست دزدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ عقیدہ اپنے مکتوبات میں جا بجا بیان کیا ہے۔ جو انصاف پسند طبائع کو دیکھنے سے صاف واضح ہے۔ تعصب و عناد سے سارے مکتوبات کا مطالعہ کر لیا جائے تو بھی بے سود ہے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان خطوط میں جو آپ نے اپنے پیر و مرشد شیخ الشیوخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کو لکھے ہیں جا بجا آپ کو پیر دستگیر کے الفاظ سے یاد فرمایا ہے۔
 نیز آپ نے دفتر اول حصہ پنجم کے صفحہ ۱۵۹ پر فرمایا ہے :

وطلب پیر راہ بین در راہ نما کہ وسیلہ	راہ بین اور راہنا پیر کی تلاش جو وسیلہ
تواند شد نیز ما مور شرعی است	بن سکے کا بھی شرعاً حکم ہے اللہ
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَابْتَغُوا	تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اے لوگو!
إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ.	اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

(سورہ مائدہ پارہ ۱۱)

اس مسئلے کی تائید و حمایت میں مکتوبات شریف سے اور بھی بہت سی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ مقصود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی صراحت و وضاحت ہے اس لیے صرف مذکورہ اقتباسات پر ہی کفایت کی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ یهدی الی سبیل الرشاد۔



مسئلہ علم غیب

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا مسئلہ بھی آج کل نہایت اختلافی و نزاعی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اور مخالفین ہدایم اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی تکفیر المسلمین کی بنیاد بنا رکھا ہے۔ اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے پہلے اہل سنت کے عقیدے کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

سواہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں اس امر کے قائل ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کائنات کی اشیاء ہر وقت اس طرح ظاہر و روشن ہیں جس طرح ہاتھ کی ہتھیلی۔ اور اس طرح کائنات کا انکشاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے زندگی مبارک میں بھی تھا اور بعد از وصال بھی بدستور موجود ہے۔

ہاں کسی وقت اگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ مبارک دنیا کی جانب مبذول نہ ہو۔ اور اس وجہ سے کوئی واقعہ مستور رہے۔ تو یہ امر دیگر ہے۔ حضور

مع عدم توجہ کے باعث بعض امور کا وقتی طور پر استحصار نہ ہونا اور اس کا منافی علم نہ ہونا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے شام امدادیہ میں لکھا ہے۔ یاد رہے کہ یہ حاجی صاحب مذکور مولوی رشید گلگاہی مولوی محمد قاسم نالوتوی اور دیگر علماء دیوبند کے پیرو مرشد ہیں۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ یہی عقیدہ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، اقوال علمائے مفسرین و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ، اور تصریحات صوفیائے کرام قدس اللہ تعالیٰ اسراجم سے ثابت ہے۔

قرآن کریم میں وارد ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ
عَظِيمًا۔

اسے نبی اللہ تعالیٰ نے وہ تمام
کچھ آپ کو سکھادیا جو آپ نہیں
جانتے تھے۔

حدیث میں وارد ہے:

فَتَجَلَّى لِي كُلِّ شَيْءٍ
دوسری حدیث میں فرمایا:

فَعَلِمْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ
وَمَغَارِبَهَا۔

میں نے زمین کے مشارق و مغارب
جان لیے۔

اس کے علاوہ بیسیوں احادیث سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

اس رسالہ میں چونکہ صرف حضرت شیخ مجدد و صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرور العالمین کا نکتہ نظر اور عقیدہ مبارکہ پیش کرنا مقصود ہے۔ اس لئے مزید آیات و احادیث پیش کرنے کے بجائے۔ مکتوبات شریف کی چند ایک واضح عبارات پیش کی جاتی ہیں۔ یہاں یہ امر خاص طور پر ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اکثر و بیشتر اوقات یہ انکشاف علمی ثابت رہتا ہے۔ اور بہت ہی کم اوقات ایسے آتے ہیں جب توجہ نہ ہونے کے باعث حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

(۶) حروف مقطعات قرآنی ہمہ
 رموز و اشارات مست بحقائق
 احوال و دقائق اسرار کہ در میان
 محب و محبوب کاٹن است
 لیکن کیست کہ آنرا دریا بدہ
 دفتر ثالث مکتوب است
 حروف مقطعات قرآنی سارے کے
 سارے حالات کی حقیقتوں اور
 اسرار کی باریکیوں کے متعلق رموز
 و اشارے ہیں جو محب (اللہ) اور
 محبوب (نبی علیہ السلام) کے درمیان
 وارد ہیں لیکن اور کون ہے جو ان
 کو پا سکے۔

مخالفین عموماً یہ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حروف مقطعات
 کے معانی و مطالب سے بھی ناواقف تھے۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ
 کا اس معاملہ میں جو عقیدہ ہے وہ آپ کی اس عبارت سے ظاہر اور واضح ہے فارین
 کرام خود فیصلہ فرمائیں کہ اس سلسلہ میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کا بیان
 کردہ عقیدہ رکھنا چاہیے جو ایک صاحب تحقیق عارف کامل ہیں یا مخالفین کا بیان
 کردہ عقیدہ جو گویا پیدا ہی اس لیے ہوئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے علم شریف اور
 آپ کے دیگر کمالات و فضائل کا انکار کرتے رہیں۔ عقلمند کے لیے اشارہ کافی ہے۔
 اور جاہل و ضدی کے لیے دفتر بھی نا کافی
 حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ ایک جگہ ابلیس لعین کے متعلق لکھے ہیں۔

(۷) اور ار از نظر ایشاں مستور اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو لوگوں

فرمودہ است۔ وبراہموال او کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اور
ایشان را اطلاع نداده و اس کے حالات پر لوگوں کو اطلاع
اور براہموال ایناں بناگردانیدہ کی قوت نہیں دی۔ مگر ابلیس کو یہ
طاقت دی ہے کہ وہ لوگوں کے حالات
دفتر ثالث مکتوب سے بنا اور واقعہ رہتا ہے۔

اس عبارت میں کہا گیا ہے کہ ابلیس لوگوں کے حالات سے واقف اور بینا ہے۔
تو غور فرمائیے کہ عطائی طور پر اگر اطلاع علی حالات الناس ابلیس تک کے لیے ثابت
ہے۔ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام کے لیے شرک و کفر ہو جائے۔
جو بات ابلیس تک کے لیے ثابت ہے وہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
ثابت کرنے سے کس طرح شرک ہو سکتی ہے۔

مسئلہ علم غیب کے موضوع پر مکتوبات شریف کی سات عبارتیں سردست
بیاں نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات کے علاوہ بھی مکتوبات میں اس مسئلے کا ثبوت
متعدد مقامات سے ملتا ہے۔ جیسا کہ دیانتداری سے مکتوبات کا مطالعہ کرنے
والے پر مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ یہاں ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے۔ کہ خاص اس
نزاعی مسئلہ میں جو موجودہ وقت میں جھگڑوں۔ مناظروں اور فتنوں کا سبب
بن چکا ہے۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کا نکتہ نظر پیش کیا جائے اور اس
جھگڑے میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کو بطور حکم و ثالث سامنے لایا جائے۔
اور یہ بات صاف کی جائے کہ دیوبندیت و بریلویت کا نام وضع ہونے سے کئی صدیاں

قبل اہل تحقیق اس سلسلہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ سو ہمارا یہ مدعا ان مذکورہ بالا عبارات سے بالکل صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے صرف انہی عبارات پر کفایت کی ہے۔ اور باقی عبارات یہاں نقل نہیں کیں۔ اہل سنت و جماعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جس طرح کے غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ بعینہ یہی عقیدہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کا ہے جیسا کہ یہاں سب سے پہلی نقل کردہ عبارت سے ظاہر ہے۔ قارئین کرام عبارت عا کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ امام ربانی قدس سرہ کس طرح بالکل صاف الفاظ میں یہ عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ اب بھی اگر یہی رٹ لگائی جائے کہ علم کے متعلق سنیوں کا عقیدہ مشرکانہ ہے تو یہ کس قدر نا انصافی اور تعصب اور غلط بیانی کا مظاہرہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مخالفین و منکرین کو ہدایت دے اور ضد اور تعصب سے نجات عنایت کرے۔ فان ولی التوفیق و علیہ التکلان و هو المستعان۔

تصرفاتِ کالمین

تصرفاتِ تصرف کی جمع ہے۔ لغت میں تصرف کے معنی ہیں کسی شے میں رود بدل کرنا۔ لیکن صوفیائے کرام کے نزدیک جب یہ لفظ اولیاء اللہ کی طرف منسوب ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ تو اس کے معنی ہوتے ہیں ما فوق الاسباب اور خرق عادت کسی چیز میں کسی طرح کی تبدیلی کر دینا۔ جیسے بیمار کو شفا دینا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ کسی کی مشکل حل کرنا۔ غائبانہ مدد کرنا۔

تصرف درحقیقت کرامت اور توجہ باطنی کے طور پر کسی کام کے انجام دینے کا نام ہے۔ اور اہل اللہ کی کرامات اور توجہات قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جو کام اہل اللہ کی توجہ اور مدد سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ وہ صرف ظاہری اور مجازی طور پر اہل اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ فی الحقیقہ سراسر خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ مقبول بندہ اس کے ظہور کا صرف ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے۔ جس طرح بسا اوقات بظاہر مرض دوا اور علاج سے دور ہوتا ہے۔ لیکن حقیقہ شفا منجانب اللہ ہوتی ہے۔ یا بارش بظاہر بادلوں سے ہوتی ہے۔ مگر یہاں بھی فی الحقیقت پانی اتارنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیماروں کو شفا دیتے تھے۔ مادر زاد

اندھوں کو بینائی عطا کرتے تھے۔ مٹی سے پرندے بنا کر اور ان میں جان ڈال کر اڑانے تھے۔ ان سب افعال کے صدور میں صرف واسطہ اور ذریعہ تھے۔ حقیقت یہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے تھے۔ اہل سنت کے نزدیک اولیاء اللہ کے تصرفات اور مدد وغیرہ کا صرف یہی مطلب ہے۔ اور وہ انہیں صرف واسطہ اور ذریعہ تسلیم کرنے کے ہی قائل ہیں۔ وہ نہ تو اولیاء اللہ کو معاذ اللہ خدا تصور کرتے ہیں۔ اور نہ خدا تعالیٰ کا مقابل اور شریک مانتے ہیں۔ اور نہ اس کی کسی صفت میں شریک مانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں قطعاً یقیناً وحدہ لا شریک ہے۔ وہ انہیں اللہ کے بندے، اس کی مخلوق اور اس کے محتاج ہی جانتے اور مانتے ہیں۔ بزرگان دین کو اس سے بڑھانا اور اوصاف الوہیت میں حصہ دار ماننا نہ شرعاً درست ہے اور نہ اہل سنت اس کے قائل ہیں۔

مخالفین کا یہ کہنا کہ سنی بزرگوں کو خدا مانتے ہیں اور انہیں پوجتے ہیں، بالکل بے اصل اور بے بنیاد الزام ہے۔ اس سلسلے میں اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔

مخالفین نے اولیاء کرام کے تصرفات کے انکار کے لیے اپنے پاس سے ایک اصطلاح گھڑ لی ہے۔ جسے وہ مافوق الاسباب اور ماتحت الاسباب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر ان کے سامنے کوئی واقعہ یا روایت یا حدیث و تفسیر کا حوالہ پیش کیا جائے۔ تو وہ کم علم لوگوں کو یہ کہہ کر مطمئن کرتے ہیں۔ کہ یہ تو اسباب کے تحت چیز ہے اسے ہم بھی جائز اور درست کہتے ہیں۔ مافوق الاسباب تصرف اور مدد کرنا ناجائز ہے۔ قارئین کرام یہ بات ذہن میں رکھیں کہ یہ اصطلاح

مخالفین کی اپنی اختراع ہے۔ اور اس کی آڑ میں تصرفات سے انکار قرآن و حدیث کی تصرفات کے خلاف ہے۔

قرآن حکیم میں وارد ہے:

کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتی (دآصف) مافوق الاسباب سینکڑوں میل دور سے چشم زدن میں ملک سبا کا تخت اٹھا لایا۔

سورہ مریم میں وارد ہے:

کہ حضرت مریم کو کہا گیا اس کھجور کے تنے کو ہلا ڈیو تم پر تازہ کھجوریں گرانے لگا۔ چنانچہ یہی ہوا۔ یہ بھی مافوق الاسباب بات تھی۔

سورہ کہف میں ہے:

وَتَحْسَبُهُمْ آيَةً وَإِنَّمَا هُمْ رِجَالٌ مِّن دُونِهَا يَمْشُونَ

یعنی تم اصحاب کفٹ کو دیکھو تو میدار

گمان کرو حالانکہ وہ سورج ہیں۔

رِقْوَدًا۔

سینکڑوں برس انسان کا بلا خور و نوش صحیح سالم زندہ اور باقی رہنا اور آرام کی نیند سونے رہنا قطعاً اسباب اور معمول کے خلاف ہے۔ اور انسانی طاقت اور قدرت سے باہر ہے۔

سورہ کہف ہی میں وارد ہے:

کہ اللہ کے ایک بندے (نوح) نے عین دریا کے درمیان لوگوں سے بھری ہوئی کشتی کے نیچے کے تختے اکھیڑ دیے۔ لیکن کشتی غرق نہ ہوئی بلکہ سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گئی۔ یہ چیز بھی اسباب سے بالاتر ہے۔

فرشتوں کا لوگوں کی حفاظت کرنا اور لوگوں کی روحیں قبض کرنا وغیرہ بھی

ما فوق الاسباب ہے۔ اور ان باتوں کا انکار قرآن حکیم کی صریح آیات کا انکار ہے۔ جس کا مومن کبھی مرتکب نہیں ہو سکتا۔ مخالفین کو تو حید کا ایسا بیضہ ہو چکا ہے جس نے انہیں قرآن کا ہی منکر بنا دیا ہے۔

قرآن مجید میں اور بھی متعدد واقعات موجود ہیں جن سے اللہ کے بندوں کے لیے ما فوق الاسباب اختیارات اور قوتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اور احادیث اور اقوال صحابہ کرام اور اولیاء کرام اور سلف و خلف کی تصریحات کا شمار ہی نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ہمت اور توفیق عنایت کی تو ان شاء اللہ تعالیٰ احادیث اور اقوال صحابہ کرام اور ائمہ دین کو الگ کتابی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ سردست حضرت امام ربانی قدس سرہ کی چند عبارات بدیہ قارئین کرام کی جاتی ہیں:-

- (۱) باید دانست کہ پیران من و
 بخدا رہنمایان من کہ بتوسل
 ایساں درین راه چشم واکردہ
 ام و بتوسط شان ازین مقولہ
 لب کشادہ و در طریقت سبق
 الف و بازا ایساں گرفتہ ام
 و ملکہ مولویت از توجہ شریعت
 شان حاصل کردہ ام اگر علم
 دارم طفیل ایساں است و اگر
- جاتا چاہیے کہ میرے پیر اور ہول
 الی اللہ میں راہ نما وہ لوگ ہیں
 جن کے توسل سے میں نے اس راہ
 سلوک میں آنکھیں کھولی ہیں اور
 انہی کی وساطت سے میں نے اس
 معاملہ میں لب کشائی کی ہے اور
 طریقت میں الف اور با کا سبق
 انہی سے لیا ہے۔ اور میں نے
 مولویت کا ملکہ انہی حضرات کی

معرفت است ہم از اثر التفات
 طریق اندراج النہایہ فی البدایۃ
 ازیں بزرگواران آموختہ ام و
 نسبت انجذاب بہت قیومیت
 ازایشان اخذ و بیک نظر ایشان
 آن دیدہ ام کہ مردم را در
 اربعین نہ بینند و بیک کلام
 شان آن یافتہ ام کہ دیگران
 در سینہ نیا بند۔
 دفتر دوم مکتوب ۴۲

توجہ شریف سے حاصل کیا ہے۔
 اگر مجھ میں علم ہے تو انہی کے طفیل
 اور اگر معرفت ہے تو وہ بھی انہی
 کی توجہات کا اثر ہے۔ انہما کو
 ابتدا میں داخل کرنے کا طریقہ انہی
 سے میں نے سیکھا ہے۔ اور میں نے
 قیومیت کی جہت سے جذب کی
 نسبت انہی سے اخذ کی ہے۔ اور
 میں نے ان کی ایک نظر سے وہ فیض
 پایا ہے جو دوسروں کو چالیس چالیس
 روز کی چلہ کشی سے بھی میسر نہیں
 آسکتا۔ میں نے ان کی گفتگو سے وہ
 کچھ پایا ہے جو دوسرے برسوں
 میں بھی حاصل نہیں کرتے۔

مقام غور ہے کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے مندرجہ بالا عبارت میں
 بزرگوں کے متعلق کس عقیدت کا اظہار فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ:-
 (۱) میں (یعنی مجدد صاحب) نے اس راہ سلوک و تصوف میں اپنے پیران کرام
 اور رہنمایان عظام کے وسیلہ جلیلہ سے آنکھیں کھولی ہیں۔

(۲) اور انہی کے صدقہ اور واسطہ سے مسائل تصوف میں لب کشائی کی ہے اور
نفاہت مشکل اور غامض امور کو حل کیا ہے۔

(۳) مجھ کو (مجدد صاحب کو) دینی علوم میں تبحر، کمال اور ملکہ انہی بزرگوں کی توجہ
شریف سے حاصل اور نصیب ہوا ہے۔

(۴) انہی کے طفیل مجھ کو علم ملا ہے۔

(۵) اور مجھ میں معرفت بھی انہی کی توجہات کریمہ کا اثر ہے۔

(۶) قیومت کے عظیم مرتبہ پر فائز ہونے کا شرف بھی انہی کی توجہ سے نصیب
ہوا ہے۔

(۷) اور مجھ کو بزرگوں کی نظر اور ان کے صرف ایک کلمہ سے حیرت انگیز فیوض و
برکات حاصل ہوئے ہیں۔

فارمین کرام بڑی آسانی سے اندازہ کر سکتے۔ اور سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ
مجدد صاحب قدس سرہ نے اولیاء کرام اور بزرگان دین کے متعلق جس حسن اعتقاد
اور عمدہ عقیدت کا اظہار فرمایا ہے وہ موجودہ وقت میں صرف اہل سنت و جماعت
میں پایا جاتا ہے اور انہی کا طرہ امتیاز ہے۔ اور بزرگوں سے یہ عقیدت صرف اہل
سنت و جماعت میں ہی پائی جاتی ہے۔

حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس ایک جگہ حضرت خواجہ
عبید اللہ احرار قدس سرہ کے متعلق فرماتے ہیں:-

رفتند و تبصرف خود ایشاں اللہ علیہ سلاطین وقت کے پاس
 را منقاد میں آخند و تبوسل تشریف لے جاتے انہیں اپنے
 ایشاں تر و تزج شریعت میفرمودہ تصرف سے اپنا مطیع بناتے اور
 دفتر اول مکتوب ۶۵ پھر اس طرح ان سے احکام شریعت
 کی تر و تزج و اشاعت فرماتے۔

اس عبارت میں تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے بالکل صاف طور
 پر تصرف کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر بزرگان دین کا تصرف کوئی چیز نہیں۔ اور کسی ولی
 میں تصرف کی قوت و طاقت ثابت کرنا شرک اور ناروا ہوتا تو حضرت شیخ
 مجدد صاحب قدس سرہ جیسے کامل بزرگ ہرگز ہرگز کسی کے لیے تصرف کی
 قوت تسلیم نہ کرتے۔

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے مندرجہ ذیل شعر اپنے مکتوب
 شریف میں متعدد مقامات پر تحریر فرمایا ہے۔

(۳) بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق حق تعالیٰ اور خاصانِ حق تعالیٰ کی
 گر ملک باشد سیاہ مستش ورق عنایات کے بغیر فرشتہ فطرت انسان
 دفتر اول مکتوب ۱۱۱ کا ورق قسمت بھی سیاہ ہی رہے گا۔

اگر خاصانِ حق تعالیٰ کی عنایات کوئی شے نہیں یا خاصانِ حق تعالیٰ کی عنایات

کا معتقد ہونا مشرکانہ عقیدہ ہے۔ تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ نے اپنے
مکاتیب شریفہ میں بار بار اس شعر کا کیوں تکرار کیا ہے۔ ثابت ہوا کہ اس قسم کا عقیدہ نہ
شُرک ہے نہ بدعت۔

ایک مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

(۴)	فعلیکم بمتابعتہ سیدنا و	تو اے لوگو متابعت کرو ہمارے
	مولانا و شفیع ذوقنا و طبیب	سردا، ہمارے مولا، ہمارے شفیع
	قلوبنا محمد رسول اللہ	اور ہمارے دلوں کے طبیب جناب
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
	و سلم۔	وسلم کی۔

دفتر اول مکتوب مکہ

اس عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طبیب قلوب فرمایا گیا
ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیمار دلوں کی درستی،
اصلاح اور علاج کی قوت و طاقت نہ عطا فرمائی گئی ہوتی تو آپ ہرگز طبیب قلوب
نہ ہوتے۔ اور حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے لیے استعمال نہ کرتے۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:-

(۵) پرسیدہ بودند کہ پر صاحب تون آپ نے دریافت کیا ہے کہ کیا.....

مرید مستعد را بتصرف خود مراتب
 کہ فوق از استعداد اوست
 تواند رسانید یا نہ پہلے
 تواند رسانید
 مثلاً مریدیکہ استعداد
 ولایت موسوی دارد و نہایت
 قوت استعداد تا وصول نصف
 راہ آن ولایت است پیر
 صاحب تصرف اورا بتصرف
 خود تواند باقصائے درجات
 آن ولایت رسانید۔
 دفتر اول مکتوب ۲۱۲

صاحب تصرف پیر اپنے ذی استعداد
 مرید کو اپنے تصرف سے اس کی
 استعداد سے بلند مراتب تک
 لے جا سکتا ہے یا نہیں؟
 اس کا جواب یہ ہے۔ ہاں
 واقعی اس کو بلند مراتب پر
 پہنچا سکتا ہے
 مثلاً ایک ذی استعداد
 مرید ولایت موسوی کی استعداد
 رکھتا ہے روہ بھی نصف راہ
 تک جانے کی تو اس کا صاحب
 تصرف پیر اپنے تصرف سے اس
 کو ولایت موسوی کے بالکل
 آخری اور انتہائی مراتب تک
 پہنچا سکتا ہے۔

پیر کامل کے ثبوت تصرف کے لیے یہ عبارت بالکل واضح ہے مزید شرح
 اور تفصیل کی محتاج نہیں۔

مسئلہ تصرف پر یہ عبارت بالکل واضح ہے۔ مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے جو بتوں کے بارے میں نازل شدہ آیات صا یمنکون من قطعید و غیرہا کو اولیاء اللہ پر چسپاں کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور یہ کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ کا ولی کوئی طاقت اور قوت نہیں رکھتا۔ اور ساتھ ساتھ اس غلط بیانی سے بھی کام لیتے ہیں کہ یہی بزرگان دین کے عقائد ہیں۔ قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ یہ ظلم، فریب اور کذب بیانی کا کیسا بدترین مظاہرہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

(۶) ایشانند کہ تربیت طالبان
 مربوط بہ صحبت علیہ ایشان
 است۔ و تکمیل ناقصا منوط
 بتوجہ شریف شان۔ نظر شان
 شافی امراض قلبیہ است۔
 و التفات شان دافع علل مغویہ
 یک توجہ ایشان کارہ صد
 اربعین میکند و یک التفات
 برابر ریاضات و مجاہدات

یہ وہ بزرگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت
 ان کی بلند صحبت سے وابستہ ہے۔
 اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ
 شریف پر موقوف ہے۔ ان بزرگوں
 کی نظر تمام امراض قلبی سے شفا
 بخشتی ہے اور ان کا التفات باطنی
 اور روحانی علتوں اور خرابیوں کو
 دفع کرتا ہے۔ ان کی ایک توجہ سو
 چلوں کا کام کرتی ہے۔ اور ان کا

ایک دفعہ التفات فرمانا برسوں

نین۔

کے ریاضات اور مجاہدات کے

دفتر دوم مکتوب ۲۳

برابر ہے۔

ایک منصف مزاج انسان یہ بیان پڑھ کر باسانی جان سکتا ہے کہ تصرف اولیاء اللہ کا مسئلہ بالکل حق اور درست ہے۔ اور تمام سلف صالحین اور اہل تحقیق کا یہی مسلک ہے۔ لیکن نہ مانتے والوں کے لیے دفتر بھی بے کار ہیں جن لوگوں کے متعلق لا یرجعون کا فیصلہ ہو چکا ہے اور شقاوت ازلی جن کے لیے مقدر ہو چکی ہے۔ وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے باوجود بھی انکار سے باز نہیں آئیں گے۔ پروردگار عالم سلف صالحین کے عقائد پر چلنے اور قائم رہنے کی توفیق عنایت کرے۔ واللہ تعالیٰ الہادی والموفق للسداد والرشاد۔

عظمت اولیاء کرام

اطراف و اکناف عالم میں جن مبارک ہستیوں نے اللہ تعالیٰ کا نام بلند کیا، دین حق کی اشاعت کے لیے اپنے لمحات زندگی وقف کیے، اس کی خاطر مصائب و آلام برداشت کیے۔ انسانی نفوس کا تزکیہ کیا۔ ان کو اعتقادی، روحانی اور عملی و اخلاقی غلطیوں سے پاک اور صاف کر کے حسن اخلاق، حسن عمل، حسن اعتقاد اور روحانی طہارت و پاکیزگی کا راستہ دکھایا۔ اور ایثار و قربانی کی زندہ جاوید روایات قائم کیں۔ بد قسمتی سے ایک گروہ ان مقدس ہستیوں کی عظمت و عقیدت کے نقوش لوگوں کے دلوں سے مٹانے میں مصروف اور سرگرم عمل ہے۔ یہ گروہ گاؤں گاؤں گھوم پھر کر گستاخانہ تقاریر و بیانات کے ذریعہ زہر پھیلا رہا ہے۔ تم بالائے تمم یہ ہے کہ اپنے غلیظ عقائد کی اشاعت کے لیے قرآن و حدیث کو استعمال کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں بتوں کے متعلق وارد شدہ آیات اولیاء کرام پر چسپاں کی جاتی ہیں۔ سمع، بصر، حیات، علم اور قدرت وغیرہ صفات جن کی بتوں سے نفی کی گئی ہے۔ اولیاء اللہ سے بھی ان صفات کی نفی کی جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ گلے پھار پھاڑ کر کیا جاتا ہے۔ سادہ لوح مسلمان قرآن کے نام سے دھوکے میں آجاتے ہیں اور بد عقیدگی اور بے ادبی کے تاریک اور گمراہ راستے پر چل پڑتے ہیں۔

بخاری شریف باب المرتدین میں ہے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خارجی فرقہ کو بدترین مخلوق قرار دیتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ان بد بختوں نے بتوں کی آیات کو امت مرحومہ پر چسپاں کرنے کی جسارت کی ہے۔

حسب دستور سابق عظمت اولیاء کرام کے موضوع پر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند ایک ارشادات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ان کا مطالعہ دین و ایمان کے لیٹروں سے ایمان بچانے کا باعث بن سکے اور خدا تعالیٰ اس گمراہی کے علمبردار کو بھی راہ راست پر آنے کی توفیق دے۔ آمین۔

(۱) پس اولیاء اللہ ہر چہ می کنند
برائے حق می کنند جل و علانہ
پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں حق
تعالیٰ جل و علا کے لیے کرتے ہیں۔
برائے نفس خود۔
نہ اپنے نفس کے لیے۔

مکتوبات دفتر ادل مکتوب ۵۹

(۲) حمدًا لله سبحانه که از فحوائے
آن محبت فقراء و توجه درویشان
الحمد للہ سبحانہ کہ آپ کے مکتوب
گرامی سے فقراء کی محبت اور ان
مفہوم گشت، کہ سر بایہ سعادت
کی توجہ کا اعتقاد مفہوم ہوتا ہے۔
است۔ لانیہم جلساء
درویشوں کی توجہ کا اعتقاد اور

لے ماخوذ از بخاری و مسلم ۱۲۔

اللَّهُ سُبْحَانَهُ. وَهُمْ
 قَوْمٌ لَا يَشْفَىٰ جَلِيئُهُمْ
 وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ
 وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيهِمْ بِصَعَالِيكِهِ
 الْمُهَاجِرِينَ. وَقَالَ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي
 مَا فِيهِمْ رَبِّ أَشْعَثَ
 مَدْفُوعٍ يَا لَبَّوَابِ
 لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لِابْرَةِ
 دفتر اول مکتوب ۱۳

ان کی محبت سب سے زیادہ سعادت ہے کیونکہ یہ لوگ
 لوگ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہمنشین ہیں اور
 یہ حق تعالیٰ کا ذکر کرنے والی وہ مبارک قوم
 ہے جن کا ہمنشین بد بخت نہیں ہے اور حضور
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر نفرت و
 کامیابی کے لیے فقراہ و معاجرین کے طفیل
 حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے (شرح ص ۱۱۱)
 شکوہ، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نے ان اولیاء کے متعلق ارشاد فرمایا
 "ہمت سے پہاکنہ بال، گند آلودہ بندے
 ایسے میں جنہیں دروازوں سے دھکیل
 دیا جاتا ہے اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھا میں
 تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری فرماتا ہے۔
 مسلم برطانیہ انیسویں جلد ۱۲ مشکوٰۃ

(۳) درخشاں امین بزرگواران را ان بزرگوں کی رضا کو حق تعالیٰ سبحانہ

اسے یہ حدیث بخاری شریف میں ان الفاظ سے مروی ہے ہم الجلسا، لا یشفی جلیئہم
 اور مسلم کے الفاظ میں ہم القوم لا یشفی بہم جلیئہم ۱۳

وسیلہ رضائے حق سازندہ سبحانہ کی رضا کا وسیلہ اور ذریعہ بنائیں۔
 طریق نجات و فلاح ابن است نجات اور فلاح کا طریقہ صرف یہی ہے
 والسلام۔ والسلام

دفتر اول المکتوب ۲۱۵

(۴) حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بر حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اس گروہ اولیاء
 محبت میں طائفہ استقامت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے اور
 کرامت فرماید و بایشان قیامت میں ان کے ساتھ حشر فرمائے یہ
 مشورہ دارد و ہم قوم کلا وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین بد بخت نہیں۔
 یسقی جلیسہم و لا یحرم اور ان سے انس رکھنے والا محروم
 انیسہم و لا یخیب نہیں۔ اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے
 مسیسہم و ہم جلساء میں نامرادی نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ
 اللہ و ہم اذ اسراء و ان کو دیکھنے
 ذکر اللہ و من عرفہم سے اللہ یاد آتا ہے جس نے ان کو

۱۵ ان الفاظ میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جن میں یہ مضامین وارد ہوئے ہیں۔

بیت۔ ہم نشینی اولیاء چوں کیا است کیمیائے خود بایں خوبی کجا است

حضور غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر

یا من تر جال لا یخاف جلیسہم! ربیب الزمان دلا یروی مایرہب

وَجَدَ اللَّهُ، نَظْرَهُمْ
 دَوَاءً وَكَلَامَهُمْ شِفَاءً
 وَصَلَبَتُهُمْ ضِيَاءً وَ
 بِهَاءً، هُمْ مَنْ رَأَى
 ظَاهِرَهُمْ خَائِبٌ وَ
 خِيسٌ وَمَنْ رَأَى بَاطِنَهُمْ
 بَهِيٌّ وَأَفْكَمَ خَوْشٍ كَفْتٌ أَلَكُ
 كَفْتٌ أَلَبِي حَلِيسَتِ أَيْكُهُ دَوَسْتَانِ
 خُودِرَا كَرْدِي كَه بَرَكُمَا ائِشَارَا
 شَنَاخْتِ تَرَا يَافِتِ وَتَا تَرَا
 يَافِتِ ائِشَارَا شَنَاخْتِ يَئِنِي
 شَنَاخْتِ ائِشَارَا دِيَا فِتِ تُو
 اَزِيكِ دِيكِرِ نَمُفَكِ مِيسْتَنَدِ
 مَكْتُوبَاتِ، دَفْتَرِ ثَانِي مَكْتُوبِ ۵۴

پہچان لیا۔ خدا کو پایا۔ ان کی نظر دواء
 اور ان کا کلام شفا ہے۔ اور ان
 کی صحبت ضیاء اور رونق بخشی ہے۔
 جس نے ان کے ظاہر کو ہی دیکھا وہ
 خائب و خاسر ہو گیا۔ اور جس نے
 ان کے باطن کو دیکھا وہ نجات اور
 فلاح پا گیا۔ کسی بزرگ نے کیا ہی اچھا
 فرمایا ہے ”اے اللہ تو نے اپنے دوستوں
 کو کیا کر دیا ہے۔ کہ جس نے ان کو پہچانا
 اس نے تجھے پہچانا اور جب تجھے
 نہ پہچان سکا ان کو بھی نہ پہچان سکا
 یعنی ان کی شناخت اور تیری
 شناخت ایک دوسرے سے جدا
 نہیں ہو سکتی۔

(۵) حضرت خواجہ محمد پارسا قدس
 سرہ نوشہ اندکہ در افاغنه
 علوم لدنی روحانیت حضرت خضر
 حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ
 نے لکھا ہے کہ علم لدنی کے پہنچنے میں
 حضرت خضر علی نبینا وعلی جمیع المرسلین

سے خضر دغا کے فتح اور ضار کے کسرہ کے ساتھ۔ اور ضار کے سکون اور خاء کے کسرہ (باقی بر صفحہ آئندہ)

متوسط است علی نبینا و علی
 جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ
 والسلام..... ومویدیں
 تخصیص است آنچه از حضرت
 شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ
 تعالیٰ سرہ منقول است کہ روز
 بر سر منبر بیان علوم و معارف
 مے نمودند درین اثنا گذر حضرت
 خضر واقع شد، شیخ فرمود اے
 اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو۔
 مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۵۵

الصلوٰۃ والسلام در میان میں واسطہ
 اور ذریعہ ہیں.....
 اس تخصیص کی تائید کرتا ہے وہ واقعہ
 جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی
 اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دن
 آپ منبر پر جلوہ افروز ہو کر علوم و
 معارف بیان فرما رہے تھے۔ کہ
 دوران وعظ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کا گزر ہوا شیخ قدس
 سرہ نے فرمایا اے اسرائیلی ادھر آ
 اور محمدی کا کلام سن۔

(۶) این صورت ہم چوں جامہ اس عارف کامل کی ظاہری صورت

دبقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ در فتح سے بھی پڑھنا درست ہے۔ کہا گیا ہے کہ آپ یعنی خضر علیہ السلام حضرت آدم
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی بیٹے ہیں۔ پھر صحیح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں۔ اور دجال کے ساتھ حضرت
 عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہاد کرنے کے زمانہ تک بقید حیات رہیں گے۔ علامہ کرمانی
 رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نبی مرسل ہیں یا غیر مرسل۔ بعض نے کہا ہے
 کہ وہی ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ملائکہ میں سے ہیں۔ حرز ثمین ۱۲ از مرتب عطفی عنہ۔

یکتا است نسبت بشخص
 لابس آں جامہ پس دیگران
 از حقیقت او چہ دریا بند
 و چہ فہم کنند و غیر از مماثل صور
 و حقائق خود ہا چہ تصور نمایند
 معرفت این عارف مستلزم
 معرفت حق است سبحانہ
 اذ اسراء و اذ کبر اللہ سبحانہ
 نشان شائست الہی چسیت
 اینکہ دوستان خود کردی
 کہ ہر کہ ایشانرا شناخت
 ترا یافت و ناترا نیافت
 ایشانرا شناخت۔
 مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۷۷

اس کے باطن کے اعتبار سے بالکل
 اس طرح ہے جس طرح کپڑا پہننے والے
 کے ساتھ کپڑے کی نسبت پس دوسرے
 (عوام) اس کی یعنی عارف کی حقیقت
 کو کیا پا سکتے ہیں۔ اور اس کے متعلق
 کیا سمجھ سکتے ہیں اور اسے اپنی حقیقتوں
 اور صورتوں کی مثل تصور کرنے کے
 سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ ایسے عارف
 کامل کی پہچان خدا تعالیٰ کی پہچان
 کا ذریعہ ہے۔ حدیث میں وارد
 ہے کہ اولیاء اللہ کی نشانی یہ ہے
 کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے
 الہی تو نے اپنے دوستوں کو کیا مرتبہ
 عطا کر دیا ہے۔ کہ جس نے ان کو
 پہچان لیا اس نے تجھے پہچان لیا۔
 اور جس کو تیری شناخت نصیب
 نہ ہوئی وہ ان کی شناخت
 سے بھی محروم رہا۔

(۷) بلکہ گوئیں کہ فی الحقیقت
وجود اہل اللہ کرامتے است
از کرامات و دعوت ایشان
خلق را بحق جل سلطانہ
رحمتے است از رحمت ہائے
حق جل سلطانہ و احیائے
قلوب اموات آیتے است
از آیت ہائے عظمیٰ۔ ایشان
امان اہل ارض اند و غنیمت
روزگار بہم مَبْصُورُونَ وَ
بِهِمْ بَرَزَقُونَ در شان
شان است۔ کلام شان
دوا است و نظر شان شفاہم
جُکِّسَا عَالِدًا۔ الخ
مکتوبات دفتر ثانی مکتوب ۹۲

بلکہ میں کہتا ہوں کہ اہل اللہ کا وجود
در حقیقت کرامتوں میں سے ایک
کرامت ہے۔ اور ان کی دعوت
الی الحق رحمتوں میں سے ایک
رحمت ہے۔ مردہ دلوں کو زندہ کرنا
ان کی عظیم نشانیوں میں سے ایک
نشانی ہے۔ یہ لوگ اہل زمین کے
لیے باعث امن ہیں۔ اور زمانے
کے لیے غنیمت۔ حدیث شریف
میں ان کی شان میں یوں وارد
ہے: "انہی اولیاء کے طفیل بارش
ہوتی ہے۔ اور انہی کے وسیلہ سے
مخلوق کو رزق ملتا ہے۔" ان کا کلام
دوا ہے اور ان کی نظر امراض باطنہ
کے لیے شفا ہے۔ یہی لوگ اللہ
تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔ الی الآخر
الاحادیث الواردة فی شان
الاولیاء الکرام المذکورہ
فی الصفحات السابقہ

اولیاء اللہ کی بزرگی، عظمت، رفعت شان اور فضائل کے متعلق مکتوبات شریف کی یہ سات عبارتیں آپ کے سامنے ہیں۔ ان عبارات میں جس انداز اور جس صراحت و وضاحت سے بزرگان دین کی عظمت اور جلالِ شان کا اظہار کیا گیا ہے۔ وہ کسی تشریح و توضیح اور تفصیل کا محتاج نہیں۔

مگر آج زعمی توحید کے علمبردار اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ ان کے کمالات کی کچھ اس انداز سے نفی کی جائے کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی عقیدت و ارادت کے نقوش بالکل مٹ کر رہ جائیں۔ مخالفین پر یہ کوئی جھوٹا الزام عائد نہیں کیا جا رہا۔ بلکہ یہ حقیقت ہے۔ جن لوگوں نے مولوی غلام خان، مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی اور ضیاء القاسمی لائل پوری وغیرہ کی فتنہ و فساد اور گستاخی و بے ادبی سے لبریز تقریریں سنی ہیں۔ وہ یقیناً اس حقیقت کی تصدیق اور اس کا اعتراف کریں گے اور جن کو شک و شبہ ہو وہ سن کر تصدیق کر سکتے ہیں۔ اور شک دور کر سکتے ہیں۔ سب سے تعجب انگیز پہلو یہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات وقتاً فوقتاً اپنی گفتگو اور بیانات میں یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ در حقیقت اسلام کے مجدد تھے، واقعی انہوں نے اسلام کی عظیم خدمت انجام دی، اور بلاشبہ آپ صاحب تحقیق عالم، اور عارف کامل تھے۔ ایک طرف تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے متعلق اسم قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور دوسری طرف حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے بیان کردہ عقائد و نظریات پر بلادریغ فتویٰ کفر و شرک لگاتے ہیں۔

گزشتہ عبارات کا خلاصہ:-

- (۱) اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لیے کرتے ہیں۔
- (۲) اولیاء اللہ کی عقیدت و محبت سرمایہ سعادت ہے۔
- (۳) بزرگوں کا معتقد اور ہم نشین بد بختی سے محفوظ ہے۔
- (۴) بزرگوں کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے۔
- (۵) رضا بزرگانِ رضا خدا ہے۔
- (۶) بزرگوں کے دیکھنے سے خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔
- (۷) ان کی نظر دوا، ان کا کلام شفا اور ان کی صحبت ایمان کو ضیاء اور رونق بخشتی ہے۔
- (۸) جس نے بزرگوں کو پہچان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا۔
- (۹) بزرگوں کے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر علوم و معارف نصیب نہیں ہو سکتے۔
- (۱۰) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس و عظ میں حضرت خضر علیہ السلام شریک ہوتے تھے۔
- (۱۱) لوگ اولیاء اللہ کے صرف ظاہر اجسام اور ظاہر صورتوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کے کمالات باطنی سے نا آشنا ہیں۔
- (۱۲) اس دنیا میں اولیاء اللہ کا وجود بھی کرامت ہے۔
- (۱۳) بزرگ اہل زمین کے لیے امن اور غنیمت ہیں۔
- (۱۴) لوگوں کو بارش و رزق ان بزرگوں کے وسیلہ سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہ فرمائیں کہ اولیاء اللہ کی عقیدت و محبت
 سرمایہ نجات ہے۔ اور ان کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اور ان پاک لوگوں کو
 دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اور رزق اور بارش وغیرہ ان کے وسیلہ سے اللہ
 تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس یہ بد بخت گروہ لوگوں کے دلوں سے ان
 پاک بستیوں کی عقیدت و محبت مٹانے میں مصروف ہے۔ ان کے فضائل و مناقب
 کی نفی پر کمر بستہ ہے۔ اور قرآن و حدیث کے غلط معنی کر کے ان سے برگشتہ کرنے
 پر تلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کرے۔ وهو الہادی الی سبیل الرشاد۔



محبت اولیاءِ کرام

اولیاء اللہ کی محبت اہل سنت و جماعت کا طرہ امتیاز ہے۔ اسی محبت کی بنا پر علمائے اہل سنت اولیاء کرام کی مدح و ثنا میں رطب اللسان رجتے ہیں۔ ان کے آستانوں پر حاضر ہوتے۔ اور ان کی رضا جوئی اور خلد متنگزاری کو سعادت جانتے ہیں۔ قاعدہ اور دستور ہے کہ جس سے محبت اور انست ہوتی ہے انسان اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ اور اپنے محبوب کے خلاف ادنیٰ بات بھی سننا گوارا نہیں کرتا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی نے اس موضوع پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ صرف چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ یہ محبت دو ابستگی کتنی بڑی دولت و سعادت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بھی اہل سنت و جماعت کو ہی عطا فرمائی ہے۔ دوسرے تمام فرقے اس دولت عظمیٰ سے محروم ہیں۔

- (۱) چہ سعادت کہ دوستانِ خدا
یہ کس قدر سعادت ہے کہ خدا تعالیٰ
جل و علا کے را قبول نمایند
کے دوست کسی کو قبول فرمائیں۔
چہ جانے آنکہ بمحبت و
چہ جائیکہ اس سے محبت کریں
قربت ممتاز سازند۔
اور اپنے قرب سے سرفراز

م ۸۹۴ - دفتر اول

فرمائیں۔

(۲) محبت این طائفہ کہ متفرع بر
 معرفت است از اجل نعم
 خدا و سیت جل سلطانہ.....
 بغض این طائفہ ستم قاتل
 است و طعن ایشان موجب
 حرمان ابدی است۔ نجا اللہ
 سبحانہ و ایاکم عن ذلالاتہ
 شیخ الاسلام فرمود الہی بر
 کرا خواہی بر اندازی اور اباما
 در اندازی۔
 م ۸۹۴ دفتر اول

اس طائفے (اولیاء اللہ) کی محبت
 جو معرفت پر مبنی ہے خدا تعالیٰ
 کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ اور
 اس گروہ سے بغض رکھنا نہ ہر قاتل
 ہے۔ اور ان کی عیب جو فی ابدی
 محرومی کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ
 ہمیں اور تمہیں اس ابتلا سے بچائے۔
 شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
 ہے۔ اے مولیٰ کریم تو جسے بر باد
 کرنا چاہتا ہے۔ اسے ہم سے لگا
 دیتا ہے۔

(۳) کناسی فقراہ از صدر نشینی
 اغنیاء است۔
 م ۱۳۲۴ - دفتر اول

فقراء کے آستانے کی جا رو ب کشتی
 دو لتمدول کے ہاں صدر نشینی سے
 بھی بہتر ہے۔

(۴) در بیان آنکہ جماعہ بیدرتان
 اس گروہ کے بیان میں جو اولیاء اللہ

کہ طعن در اہل اللہ سے خواہند
ہجرت و نکو ہش آن جماعہ
مجوز است بلکہ مستحسن۔
کی عیب جوئی کرتے ہیں۔ اس گروہ
کی مذمت و ہجو شرعاً جائز بلکہ
مستحسن ہے۔

۱۳۹۰۔ دفتر اول

(۵) و توجہ تام است بمرزئی خود
کہ وسیلہ حصول این دولت
اوست و در حضور و غیبت
رعایت و سائل این دولت
عظمیٰ را نیک نمایند و رضا
این بزرگواران را وسیلہ
رضائے حق سازند سبحانہ۔
طریق نجات و فلاح این
است۔ والسلام۔
۲۱۸۔ دفتر اول
اپنے مرزئی (پیر و مرشد) کی طرف پوری
توجہ رکھنی چاہیے کیونکہ اس دولت
(معرفت) کے حصول کا ذریعہ اور
وسیلہ یہی ہے۔ پیر و مرشد کی خدمت
میں حاضری کے وقت اور غیر حاضری
کے وقت ہر حال میں اس سے تعلق
رکھنے والی چیزوں کے آداب کی رعایت
اچھی طرح کرنی چاہیے۔ اور ان بزرگوں
کی رضا کو حق تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور
وسیلہ تصور کریں۔ فلاح اور نجات
کا راستہ یہی ہے۔

(۶) این محبت را سرمایہ سعادات
دنیویہ و اخرویہ دانستہ
اس محبت کو دنیوی اور اخروی سعادتوں
کا سرمایہ تصور کرتے ہوئے خدا تعالیٰ

از حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ
 ثبات و استقامت بر آن
 مسالت باید نمود۔ توفیق
 اتیان احکام شرعیہ نتیجہ
 این محبت است و تحصیل
 جمعیت باطن ثمرہ این مودت اگر
 عالم عالم ظلمات و کدورات را
 در باطن بریزند و این محبت را
 برپا دارند غم نباید خورد بلکه امید
 دار باید بود۔

م ۲۲۵ دفتر اول

(۷) محبت درویشاں و ارتباط و الفت
 با ایشاں و رغبت استماع سخنان
 این طائفہ علیہ و میل با وضاع و
 اطوار این طبقہ سنیہ از اجل نعم
 خدا و بیست جل سلطانہ و از
 اعظم دولت او تعالیٰ۔ مخبر
 صادق علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
 درویشوں سے محبت اور ان کے ساتھ ربط
 و الفت اور ان کے ارشادات سننے
 کا شوق اور ان کے طور طریقوں کی
 طرف میلان، خداوند تعالیٰ کی عظیم
 نعمتوں میں سے ہے اور عظیم ترین
 دولت ہے۔ مخبر صادق رہی کریم علیہ
 الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ انسان

والسلام المرء مع من
 احب۔ پس محب ایشاں
 با ایشاں است و در حرم
 حرم قرب طفیلی ایشاں۔
 اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اس کو
 پیار ہوتا ہے۔ لہذا ان اولیاء اللہ کا
 دوست ان کے ساتھ ہے۔ اور حرم قرب
 میں ان کے طفیل پہنچ کر رہے گا۔

م ۳۶ دفتر دوم

اللہ تعالیٰ ان کا ملین کی سچی محبت و عقیدت عطا فرمائے اور ان پاک لوگوں
 کے ساتھ حشر فرمائے۔ اور سعادت دارین سے مالا مال فرمائے۔ آمین



مسئلہ امرِ کانِ کذب

اس بات پر تمام اہل اسلام کا اتفاق چلا آ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ بر عیب و نقص سے پاک اور منزہ ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد جگہ خدا تعالیٰ کے نقائص و عیوب سے پاک اور منزہ ہونے کا ذکر موجود ہے۔ مگر مخالفین کے امام و پیشوا اور بقول صاحب فتاویٰ رشیدیہ "دلی اللہ" مولوی اسماعیل صاحب دہلوی مصنف کتاب تقویۃ الایمان و صراط مستقیم وغیرہ اور "شہید بالاکوٹ" نے خدا تعالیٰ کی ذات پاک میں بھی عیوب و نقائص کا امکان و جواز ثابت کیا ہے۔ چنانچہ مخالفین کے یہ اسماعیل شہید اپنی کتاب یک روزی میں رقمطراز ہیں :-

عدم کذب را از کمالات حضرت	بھوٹا نہ ہونے کو حضرت حق سبحانہ
حق سبحانہ سے شمارندہ اور ا	کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں۔
جل شانہ بآن مدح سے کنند	اور اللہ جل شانہ کی اس سے مدح
بخلاف اخرس و جماد کہ ایشان	کرتے ہیں بخلاف گونگا اور پتھر کہ ان
را کہ بعد کذب مدح سے نہ کنند	کی جھوٹ سے پاک ہونے پر مدح نہیں
و پر ظاہر است کہ صفت کمال	کرتے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ
ہمیں است کہ شخصہ قدرت	صفت کمال یہی ہے کوئی شخص جھوٹا کلام

تہ تکلم بکلام کاذب سے وارد
 بنا بر رعایت مصلحت و مقتضی
 حکمت بمنزہ از لوث کذب
 تکلم بکلام کاذب نمے نماید
 ہماں شخص ممدوح سے گردد
 بسلب عیب کذب و اقصاف
 بکمال صدق..... بالجملہ
 عدم تکلم بکلام کاذب ترفعاً
 عن عیب الکذب و تنزهاً
 عن التلوٹ بہ از صفات
 مدح است و بنا بہ عجز از تکلم
 بکلام کاذب بیچ گو نہ از صفات
 مدح نیست۔ یا مدح آن
 بسیار آدوں ست از مدح
 اول۔ بلفظہ۔

کرنے پر قدرت رکھتا ہو اور مصلحت
 کی رعایت اور حکمت کے تقاضے کے
 تحت جھوٹ کے شائبے سے پاک
 اور منزہ رہے۔ جھوٹ پر قدرت
 رکھنے والا شخص ہی اس مدح کے
 لائق ہوتا ہے کہ اس میں کذب کا عیب
 نہیں پایا جاتا اور سچائی کے کمال
 سے متصف ہے..... مختصر یہ کہ
 قدرت ہوتے ہوئے کذب سے
 بچنے اور اس عیب سے ملوث ہونے
 سے منزہ اور پاک رہنا صفات مدح
 میں سے ہے۔ جھوٹ پر قدرت ہی نہ
 ہونے کے باعث جھوٹ نہ بولنا صفات
 مدح میں سے بالکل نہیں۔ یا اس کی
 مدح قدرت رکھنے والے کی مدح سے
 بہت ہی کم درجہ ہے۔

مخالفین کے "شاہ اسماعیل شہید" کی مذکورہ عبارت کا حاصل اور خلاصہ
 یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولنا اللہ تعالیٰ کے کمالات و صفات مدح میں سے ہے۔ اور
 صفت کمال اور قابل مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب و

آلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے۔ نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے۔ گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم ہے کہ کذب الہی مقدر و ممکن ہو۔

یہ کس قدر ظلم اور گمراہی ہے کہ خود اپنی زبان سے کذب کو عیب و لوث کہتا ہے۔ پھر سے اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن بھی ٹھہرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ وہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت رکھتا ہے۔ لہذا اس لحاظ سے کہ کہیں عیب اور لوث سے آلودہ نہ ہو جاؤں کذب سے بچتا ہے۔ دیکھو صاف اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عیب دار اور لوث ہونا ممکن ہے۔ وہ چاہے تو ابھی عیبی اور لوث بن جائے۔ مگر یہ امر حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ اس لیے قصداً پرہیز کرتا ہے۔ قائل کی یہ دلیل اگر درست مان لی جائے تو پھر محاذ اللہ خدا تعالیٰ کا عاجز، احمق، جاہل، اندھا، بہرا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔ کھانا، پینا، پاخانہ پھر، پیشاب کرتا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا۔ مر جانا، مر کے پھر پیدا ہونا سب جائز اور ممکن ٹھہرتا ہے۔ غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمان یقین رکھتے ہیں دفعۃً سب باطل اور بے دلیل ہو جاتے ہیں۔ ایک ادنیٰ درجے کا بے علم مسلمان بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ مگر افسوس کہ علم اور تحقیق اور توحید کے یہ دعویٰ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی عیب کو جائز بلکہ جھوٹ جیسے بدترین عیب کو بھی خدا تعالیٰ کے لیے ممکن مانتے ہیں۔ "شہید بالاکوٹ" کا عقیدہ آپ نے دیکھ لیا۔

حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریفین میں اس مسئلہ پر

بھی قلم اٹھایا ہے۔ اور مسلک اہل سنت کی وضاحت فرمائی ہے۔ چند ایک اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

- (۱) پس گوئیا درین کریمہ ہم خلف
وعدہ منفی شد و ہم خلف و عید۔
دفتر اول مکتوب ۱۶۶
- پس گوئیا اس آیت کریمہ میں خلافت
وعدہ کی بھی نفی ہو گئی۔ اور خلافت
و عید کی بھی۔
- (۲) و ایضاً خلف در و عید در رنگ
خلف در و وعدہ مستلزم کذب است
تا شایان آنحضرت جل سلطانہ۔
دفتر اول مکتوب ۱۶۶
- نیز خلف و عید بھی خلف و وعدہ کی
طرح مستلزم کذب واجب تعالیٰ ہے۔
جو اس کی ذات پاک کے برگز شایان
شان نہیں۔
- (۳) این معنی را تجویز نمودن
شناخت تمام دارد۔
سبحان ربك رب العزة
عما یصفون .
- واجب تعالیٰ کے لیے ایسے معنی کو
..... جائزہ قرار دینا جس سے خلافت
و وعدہ یا و عید لازم آئے نہایت ہی بڑا ہے
سبحان ربك رب العزة عما یصفون۔

یہ ایک ہی مقام کی تین عبارتیں ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- (۱) اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلافت و وعدہ کی نفی ہے۔ اسی طرح خلافت و عید کی
بھی نفی ہے۔
- (۲) واجب تعالیٰ کے لیے خلف و عید کو جائز ماننا اتنا ہی قبیح ہے۔ جتنا خلف

وعدہ کو جائز ماننا۔

(۳) قرآن کریم کی کسی بھی آیت یا نفل کے ایسے معنی کرنا جس سے اس ذات کی طرف کذب کی نسبت لازم آئے، نہایت ہی شلیح اور ناروا ہے۔ اور وہ ذات پاک اس سے بالکل بلند و بالا ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ۔
 اللہ تعالیٰ درستی عقیدہ کی دولت نصیب فرمائے۔ وہوالموفق للسداد والرشاد
 خدا تعالیٰ کے ہر عیب اور نقص سے پاک و منزہ ہونے کا عقیدہ چونکہ اہل سنت و جماعت کے ہاں اجماعی عقیدہ ہے اس لیے اس کی تصریح صرف حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہی نہیں فرمائی بلکہ دوسرے بے شمار علماء حق نے بھی صاف صاف لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ کذب کے عیب و نقص سے قطعاً پاک و منزہ ہے۔
 چنانچہ تائید اور مزید اطمینان کے طور پر چند جدید علمائے اہل سنت کی تصریحات بھی ملاحظہ فرمائیں:-

شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے۔

(۱) الكذب محال باجماع العلماء جھوٹ باجماع علماء محال ہے کیونکہ وہ

لان الكذب نقص بانفاق العقلاء بانفاق عقلاء عیب ہے۔ اور عیب کا

وهو على الله تعالى محال الخ ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

(۲) قد بينا في مبحث الكلام ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے

امتناء الكذب على الشاهد ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل پر کذب

تعالیٰ۔ محال ہے۔

(شرح مقاصد مبحث سن و نبی)

(۳) محال جھلہ او کذبہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا جہل یا کذب دونوں محال
عن ذلك ہیں بڑی ہے اُسے ان سے۔

کتاب مذکور بحث تکلیف بالمحال

(۴) انکذب فی اخبار اللہ تعالیٰ یعنی خبر الہی میں کذب تسلیم کرنے پر
فیہ مفسد لا تحصی و بے شمار خرابیاں اور اسلام میں صاف
مطاعن فی الاسلام لا تحفے صاف عیب لازم آئیں گے۔ فلا سفہ
منہا مقال الفلاسفہ فی حشر میں گفتگو کریں گے۔ ملحدین کے
المعاد و محال الملاحدۃ فی لیے اپنے جھگڑوں کی گنجائش نکلتے گی۔
العناد و منہا بطلان ما علیہ کفار کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا کہ
الاجماع من القطع بخلود بالا جماع یقینی ہے اس پر سے
الکفار فی النار مع صریح یقین اٹھ جائے گا۔ کہ اگر چہ خدانے
اخبار اللہ تعالیٰ یہ فجواز عدم صریح خبریں دی ہیں مگر ممکن ہے کہ
و نوع مضمون هذا الخبر مختلف واقع نہ ہوں اور جب یہ امور یقیناً
ولما بان هذا باطلا قطعاً علم ان باطل ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ خبر الہی
القول بجواز الكذب فی اخبار اللہ تعالیٰ باطل قطعاً
میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے۔

(۵) شرح عقائد نسفی میں ہے:-

کذب کلام اللہ تعالیٰ محال۔ کلام الہی کا جھوٹا ہونا محال ہے۔

(۶) طوارح الانوار کی بحث فرع متعلق مبحث کلام میں ہے۔

الکذب نقص والنقص علی جموٹ عیب ہے اور عیب اللہ

اللہ تعالیٰ محال
تعالیٰ پر محال ہے۔

(۷) مواقف کی بحث کلام میں ہے:-

انہ تعالیٰ یمتنع علیہ الکذب
اقفاً اماً عند المعتزلة -
فلان الکذب قبیح وهو
سیحاً نہ لا یفعل القبیح
واما عندنا فلا نہ نقض
والنقض علی اللہ تعالیٰ
محال اجماً عاً
یعنی اہل سنت اور معتزلہ سب کا
اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا
محال ہے۔ معتزلہ تو اس لیے محال
کہتے ہیں کہ کذب بڑا ہے اور اللہ
بڑا فعل نہیں کرتا۔ اور اہل سنت کے
نزدیک اس سے ناممکن ہے۔ کہ کذب
عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر
بالاجماع محال ہے۔

(۸) مواقف و شرح مواقف کی بحث حسن و قبح میں ہے:-

مدرك امتناع الكذب
منہ تعالیٰ عندنا لیس
هو قبحه العقلي حتى
یلزم من انتفاء قبحه
ان یعلم امتناعه منہ
اذله مدرك اخر قد
تقدم
یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب
الہی کے محال ہونے کی دلیل قبح عقلی
نہیں ہے۔ تاکہ اس کے عدم سے
لازم آئے کہ کذب الہی محال نہ جانا
جائے۔ بلکہ اس کے لیے دوسری دلیل
ہے جو اوپر گزری یعنی وہی کہ جھوٹ
عیب ہے اور اللہ تعالیٰ میں عیب محال

(۹) اسی کتاب کی بحث معجزات میں ہے :-

قد مر فی مسئلہ الكلام
یعنی ہم موقف البیات کے مسئلہ کلام
من موقف الالہیات
میں بیان کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب
امتناع الکذب علیہ
برگز ممکن نہیں۔
سبحانہ و تعالیٰ۔

(۱۰) مسایرہ میں امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد فرماتے ہیں :-

یستجیل علیہ تعالیٰ
عیب کی جتنی نشانیاں ہیں جیسے
سمات النقص کالجہل
جہل اور کذب سب اللہ تعالیٰ پر
والکذب۔
محال ہیں۔

(۱۱) شرح مسایرہ میں علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریعت اس کی
شرح میں فرماتے ہیں :-

لاخلاف بین الاشعریہ و
یعنی اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کو اس میں
غیر ہم فی ان کل ما کان وصف
خلات میں کہ جو کچھ صفت عیب
نقص نالباری تعالیٰ منزلة
ہے باری تعالیٰ اس سے پاک ہے
وہو محال علیہ تعالیٰ والکذب
اور وہ اللہ تعالیٰ پر ممکن نہیں اور
وصف نقص۔
کذب صفت عیب ہے۔

(۱۲) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :-

قولہ تعالیٰ فلن یمخلف اللہ
اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ اللہ ہرگز اپنا
عہدہ۔ یدل علی انہ سبحانہ
عہدہ توڑنا نہ کرے گا دلالت کرتا ہے کہ

منزلاً عن الكذب في وعدة
 ووعيداً قال اصحابنا
 لان الكذب صفة نقص
 والنقص على الله تعالى
 محال وقالت المعتزلة
 ان الكذب قبيح لانه
 عيب فيستحيل ان
 يفعلهُ فدل على ان
 الكذب منه محال۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے ہر وعدہ اور وعید
 میں جھوٹ سے منزہ ہے۔ ہمارے
 اصحاب اہل سنت و جماعت اس دلیل
 سے کذب الہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ
 صفت نقص ہے اور اللہ عز و جل کی
 ذات میں نقص محال ہے۔ اور معتزلہ
 اس دلیل سے ممنوع مانتے ہیں کہ کذب
 قبیح لذات ہے تو باری تعالیٰ سے صادر
 ہونا محال ہے غرض ثابت ہوا کہ کذب
 الہی اصلاً امکان نہیں رکھتا۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ
 صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ
 لِكَلِمَاتِهِ ۗ وَهُوَ السَّمِيعُ
 الْعَلِيمُ ۝

پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور
 انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں
 اس کی باتوں کا اور وہی ہے سنا
 جانتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:-

اعلم ان هذه الآية تدل
 على ان كلمة الله تعالى
 موصوفة بصفات كثيرة
 یہ آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات
 بہت صفتوں سے موصوف ہے
 ان میں سے اس کا سچا ہونا ہے۔

(الی ان قال) الصفة الثانية اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب
من صفات کلمة الله كونها ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال
صدقا والدلیل علیہ ان ہے۔

الکذب نقض والنقص على الله تعالى محال۔

(۱۴) یہی امام اسی مقام پر ارشاد فرماتے:-

صحة الدلائل السمعية دلائل قرآن و حدیث کا صحیح ہونا
موقوفة على ان الكذب اس پر موقوف ہے کہ کذب الہی
على الله تعالى محال محال مانا جائے۔

(۱۵) یہی امام رازی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت:-

مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اس کی
مِنْ وَلَدٍ سُبْحَانَهُ اولاد ہو وہ اس سے پاک اور
منزه ہے۔

بعض دلائل معتزلم کے رد میں فرماتے ہیں:-

اجاب اصحابنا عنه بان اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب
الکذب على الله تعالى محال الہی محال ہے۔

(۱۶) علامہ سعد الدین تفتنازانی رحمۃ اللہ علیہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے

شرح مقاصد میں نقل فرماتے ہیں:-

صدق كلامه تعالى لما خدا تعالیٰ کے کلام کا صدق جبکہ اہل
كان عندنا ازليا امنتنا سنت کے نزدیک انزل ہے تو اس کا

کذب محال ہوا کیونکہ جس چیز کا
امتنع عدمہ۔
قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

(۱۷) تفسیر بیضاوی شریف میں ہے :-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ
حَدِيثًا. انکار ان یكون احد
اکثر صدقاً منه فاند لا
یتطرق الکذب الی خبره
بوجه لانه نقص وهو
على الله تعالى محال۔

اللہ تعالیٰ اس آیت میں انکار فرماتا
ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ
سچا ہو۔ کیونکہ اس کی خبر تک تو
کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں۔
کیونکہ کذب عیب ہے اور عیب
کا پایا جانا اللہ میں محال ہے۔

(۱۸) تفسیر مدارک شریف میں ہے :-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ
حَدِيثًا تمییز وہو استفہام
بمعنی النفی ای لا احد
اصدق منه فی اخباره و
وعیده لاستحالة الکذب
علیه تعالیٰ بقبحہ لکونہ
اخباراً عن الشی بخلاف
ما هو علیہ

اس آیت میں استفہام انکاری
ہے۔ یعنی خبر، وعدہ اور وعید کسی
بات میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ
سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب
تو محال بالذات ہے۔ کیونکہ خود
اپنے معنی ہی کے رو سے تبیح ہے۔
کیونکہ کذب خلاف واقع خبر دینے
کا نام ہے۔

(۱۹) تفسیر ابوالسعود میں ہے :-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ
 حَدِيثًا. انکار لان یکون
 احد اصدق منه تعالیٰ
 فی وعدہ و سائر اخبارہ
 و بیان الاستحالة کیف
 لا و ان کذب محال علیہ
 سبحانہ دون غیرہ۔
 آیت ہذا میں انکار ہے کہ کوئی شخص
 اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہو۔ وعدہ
 میں یا اور کسی خبر میں اور اس کے
 محال ہونے کا بیان ہے۔ اور محال
 کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب
 تو ممکن ہی نہیں۔ بخلاف اوروں
 کے۔

(۲۰) تفسیر روح البیان میں ہے:-

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ
 حَدِيثًا. انکار لان یکون
 احد اکثر صدقًا منه۔
 فان الکذب نقص وهو
 علی الله محال دون غیرہ
 اور کون شخص زیادہ سچا ہے اللہ تعالیٰ سے
 بات میں۔ یہ آیت اس امر کا انکار فرماتی
 ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے صدق
 میں زیادہ ہو۔ کیونکہ کذب عیب ہے
 اور وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے۔ نہ
 اس کے غیر پر۔

(۲۱) شرح السنوسیہ میں ہے:-

الکذب علی الله تعالیٰ محال
 لانه دناءة۔
 کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے کیونکہ
 وہ کیندہن ہے۔

(۲۲) سیف الدین ابری کی شرح مقاصد میں ہے:-

ممتنع علیہ الکذب اتفاقاً
 کذب الہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ

لا تہ نقص والنقص علی اللہ
تعالیٰ محال اجساماً
عیب ہے اور ہر عیب اللہ پر بالاجماع
محال ہے۔

(۲۳) شرح عقائد جلالی میں ہے:-

الکذب نقص والنقص
علیہ محال فلا یكون من
الممکنات ولا تشملہ
القدرة کسائر وجوه النقص
علیہ تعالیٰ کالجہل
والعجز۔
تجوڑ عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ
پر محال ہے۔ تو کذب الہی ممکنات
میں سے نہیں نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت
اسے شامل ہے۔ جیسے تمام اسباب
عیب مثل جہل و عجز الہی کہ سب محال
ہیں اور صلاحیت سے خارج۔

(۲۴) اسی شرح عقائد جلالی میں ہے:-

لا یصح علیہ تعالیٰ الحركة
والانتقال ولا الجہل ولا
الکذب لانہا نقص والنقص
علی اللہ تعالیٰ محال۔
اللہ تعالیٰ کے لیے حرکت، انتقال
جہل اور کذب کچھ ممکن نہیں
کہ یہ سب عیب ہیں۔ اور اللہ
میں عیب کا ہونا محال ہے۔

(۲۵) کنز الفوائد میں ہے:-

قدس تعالیٰ شأنہ عن
الکذب شرعاً وعقلاً اذ
ہو قبیح یدرک العقل
تبعہ من غیر توقف
اللہ تعالیٰ کی ذات کو شرعاً اور عقلاً
دونوں لحاظ سے کذب سے پاک
مانا گیا ہے اس لیے کہ کذب قبیح
عقلی ہے۔ کہ عقل خود بھی اس کے

علیٰ شرعاً فیکون محالاً
فی حقہ تعالیٰ عقلاً و
وشرعاً کما حققہ
ابن الہمام وغیرہ۔

قبح کو مانتی ہے۔ بغیر اس کے اس کا
پہنچنا شرع پر موقوف ہو۔ تو تھیوت
یوں اللہ تعالیٰ کے حق میں عقلاً و شرعاً
ہر طرح محال ہے۔ جیسے امام ابن الہمام
وغیرہ نے اس کی تحقیق کی ہے۔

(۲۶۱) مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر مصنفہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ میں فرماتے ہیں:-
الکذب علیہ تعالیٰ محال

اللہ تعالیٰ پر کذب محال ہے۔

(۲۶۱) مسلم الثبوت میں ہے:-

المعتزلة قالوا لولا کون
الحکم عقلياً لما امتنع
الکذب منه تعالیٰ عقلاً
والجواب انه نقص
فیجب تنزیہه تعالیٰ
عنه کیف وقد مر انه
عقلی باتفاق العقلاء لان
ما ینافی الوجود النافی
من جملة النقص فی
حق الباری تعالیٰ ومن

خلاصہ یہ ہے کہ معتزلہ نے اہل سنت
سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ
کا کذب محال نہ رہے۔ حالانکہ اسے
ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں۔
اہل سنت نے جواب دیا کہ کذب
اس لیے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے
تو واجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے
منزہ مانیں۔ اس کے عقلی ہونے پر
تمام عقلاء کا اجماع ہے۔ و جہ یہ ہے
کہ کذب الوہیت کی ضد ہے۔ اور

الاستقالات العقلية عليه
سبحانك
جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب
اللہ کے حق میں عیب ہے۔ اور اس کی
شان میں محال عقلی۔

(مختصامع الشرح)
(۲۸) مولانا نظام الدین سمالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:-

الكذب نقص لان ماينا
في الوجوب الذاق من
الاستقالات العقلية
بذلك اثبت الحكماء الذين
هم غير متشريعين بشريعة
فان الوجوب والكذب
لا يجتمعان كما بين في
الكلام

تجوٹ بون عیب ہے۔ کہ جو کچھ خدا
ہونے کے منافی ہے وہ سب محال
عقلی ہے۔ اسی دلیل سے وہ علماء تک
اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر
ایمان نہیں رکھتے۔ کیونکہ خدائی اور
دروع گوئی جمع نہیں ہو سکتیں۔ جیسا
کہ علم کلام میں ثابت ہو چکا ہے۔

(۲۹) مولانا بحر العلوم عبد العلی رحمۃ اللہ علیہ فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ صادق قطعاً
لاستحالة الكذب هناك
اللہ تعالیٰ یقیناً سچا ہے کہ وہاں کذب
کا امکان ہی نہیں۔

(۳۰) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب "شاہ اسماعیل شہید بالاکوٹ" کے حقیقی

بچپا تفسیر عزیزی میں آیت فَلَئِنْ يُخَلِّفَ اللَّهُ عَهْدَ ذَاكَ تَحْتَ فَرَاتِهِ ہیں:-

خبر از تعالیٰ کلام ازلی اوست و
کذب در کلام نقصان نیست عظیم
اللہ تعالیٰ کی خبر اس کا کلام ازلی ہے
اور تجھوٹا ہونا کلام میں نقصان عظیم ہے

کہ ہرگز بصفات اور راہ نیابد در کہ ہرگز اس کی صفات تک راہ نہیں پا
 حق او تعالیٰ کہ میرا از جمیع عجوب سکتا۔ کیونکہ وہ تمام عجوب و نقائص
 و نقائص است خلاف خبر سے منزہ ہے۔ اور خبر کا خلاف واقع
 مطلقاً نقصان محض است۔ ہونا خالص نقص و عیب ہے۔

مکتوبات شریف کے علاوہ یہ جید علمائے اہل سنت و جماعت کی کچھ تیس
 تصریحات ہیں جن میں بار بار یہی بات دہرائی گئی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں جھوٹ
 کے عیب کا پایا جانا ناممکن اور محال ہے۔ لیکن اس کے برعکس مخالفین کے امام و
 پیشوا اور ہادی و مقتدا جناب شاہ اسماعیل صاحب یہی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میں
 اس عیب کا پایا جانا ممکن ہے صرف مصلحت کے طور پر اس سے دور رہتا ہے۔ اللہ
 تعالیٰ سچا ایمان اور سچا ادب نصیب فرمائے۔



عرس کا شوٹ

کسی ولی اللہ کے وصال کے دن یا کسی دوسرے روز اس کی قبر پر یا کسی اور جگہ مسلمانوں کا جمع ہو کر اس بزرگ کے مناقب و کمالات اور سیرت و اخلاق کا تذکرہ کرنے، لوگوں کو اس کے اخلاق اور اس کی سیرت کی پیروی کی ترغیب دینے اور کوئی چیز بچا کر ایصالِ ثواب کرنے کا نام عرس ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک قسم کا تبلیغی اجتماع ہے۔ اور لوگ ایک ولی اللہ کی عقیدت کی بنا پر بغیر کسی دقت و اشتباہ کے جمع ہو جاتے۔ اور دین کی باتیں سن لیتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں تازگی ایمان کا سامان ملتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا "بیک صالِحین کے قصے اور حالات زندگی اپنے اندر درس نصیحت و عبرت رکھتے ہیں" شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ جہادگوں کی باتیں سننے میں کوئی فائدہ ہے یا نہ؟ ایک ہم ان باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہاں! یہ دو فائدوں سے خالی نہیں اول یہ کہ سننے والا اگر طالبِ ہمت ہو تو اس کی ہمت میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی طلب میں امانہ ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ سننے والا اگر مغرور و تکبر ہو تو اس کے غرور و تکبر میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

عزتِ پاک میں دارو ہے کہ نیک اور پاک لوگوں کے ذکر کے وقت خدا تعالیٰ

کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جب بزرگان دین وصال فرما جائیں اور مرشد کامل میسر نہ آئے تو ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے تاکہ دین و ایمان سلامت رہے۔ آپ نے فرمایا "گذشتہ بزرگوں کے حالات و ارشادات پڑھا اور سنا کرو"۔

عرس ایسی ہی مجلس کا نام ہے جس میں کاملین کے حالات، ان کی سیرت پاک، ان کے ارشادات عالیہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا بیان اور تذکرہ ہوتا ہے۔ لہذا کوئی بھی ایماندار ایسی مبارک روح پر در، پند و نصیحت سے لبریز محفل کو حرام و بدعت کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اہل سنت و جماعت جس عرس کو جائز کہتے ہیں وہ یہی ہے۔

افسوس کہ مخالفین نے اپنی کتابوں میں جا بجا مطلق عرس شریف کی مذمت کی ہے اور اسے حرام و بدعت قرار دیا ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ "کوئی سا عرس جائز نہیں" ایسا فتویٰ بلاشبہ زیادتی اور جائز کو ناجائز بنا نا ہے۔

خواہشات و منکرات، فسق و فجور، لہو و لعب اور ناچ گانے کی مجالس نہ عرس ہیں نہ ان کو عرس کا نام دینا روا اور درست ہے اور نہ ایسی مجالس شنیعہ کو اہل سنت و جماعت جائز و مستحب کہتے ہیں۔ جو شخص ان مجالس قبیحہ کو سامنے رکھ کر اصل عرس کی مذمت و تضحیک کرتا ہے۔ اور حرام و بدعت قرار دیتا ہے۔ وہ سراسر زیادتی کرتا ہے۔ اور ذکر خیر کو روکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تبلیغ دین سے لوگوں کو منحرف کرتا ہے۔

اب ہم مجدد صاحب قدس سرہ کا مسلک ان کے اپنے ارشادات میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت شیخ فرید قدس سرہ کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت خواجہ جیو قدس سرہ	در ایام عرس حضرت خواجہ
کے عرس مبارک کے ایام میں فقیر	جیو قدس سرہ بھرت دہلی
دہلی آیا ارادہ تھا کہ حضرت شیخ فرید	رسید بنماظر داشت کہ در
کی خدمت عالی میں بھی حاضر ہو۔	ملازمت علیہ نیز برسد
آنے کی تیاری میں ہی تھا۔ کہ آپ	دریں اثناء خیر کوچ منتشر
کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور	گشت۔ بضرورت توقف
ہو گئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔	ممودہ الخ

دفتر اول مکتوب ۲۲۲

یہ عبارت بصراحت بتا رہی ہے کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کسی بزرگ کے عرس میں شمولیت کے لیے دہلی تشریف لائے۔ عرس میں شرکت یا عرس کے لیے سفر اگر بدعت ہو تا تو حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ ہرگز اسے اختیار نہ فرماتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس سے منع کرتے بدعت کے متعلق حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے نظریات بالکل واضح ہیں۔ ان کے پیش نظر ضرور تھا۔ کہ آپ شرکت عرس سے شدت سے منع کرتے۔ مگر سارے مکتوبات کو چھان دیکھتے کسی بھی جگہ ممانعت عرس نہیں ملے گی۔ حالانکہ حضرت شیخ مجدد در ضی اشد

عندہ کے زمانہ میں عرسوں کا رواج تھا جیسا کہ مذکورہ عبارت سے ثابت ہوتا ہے۔
 نیز آپ کے صاحبزادے سلطان ملک ولایت۔ مالک سرپرہ نیابت افارس
 مضممار کمال۔ خازن اسرار جلال و جمال۔ آسمان بدایت کے ستارے اور افق نیابت
 کے آفتاب۔ قیوم العالمین وارث انبیاء والمرسلین الشیخ محمد معصوم فاروقی النسب محمدی
 الحسب رضی اللہ عنہ۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف میں شرکت
 کے بارے میں اپنا حال تحریر فرماتے ہیں:-

چند روز سے اس مسکین کو درد کا	چند روز است کہ این مسکین
قدر سے آرام ہے۔ چنانچہ ڈولی میں	را در درد تخفیف است چنانچہ
بیٹھ کر چند گھڑیوں کے لیے اپنے	در مجلس عرس پیر دستگیر ڈولی
پیر دستگیر (مجدد صاحب) قدس سرہ	نشمنہ چند ساعت حاضر
کی مجلس عرس میں شرکت کی۔	شده بود۔

مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم

دفتر ۳۴ م ۶۸۷ ص ۱۰۸

مطبوعہ امرتسر

عرس کا مذاق اڑانے والے اس عبارت کو خور سے پڑھیں۔
 حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب ۱۸۲
 میں مولانا جلال الدین قدس سرہ کو لکھتے ہیں:-

اعراس پیراں بر سنت
پیراں بر سنت کے عرس بزرگوں
پیراں بر سماع و صفائی
کے طریقہ پر سماع اور صفائی کے ساتھ
جاری دارندہ
جاری رکھیں۔

صفائی کے لفظ سے منکرات سے خالی ہونے کی طرف اشارہ ہے۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر سال اپنے
والد کا عرس کرتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم ملتانی نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے
عرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔ سال بسال کرتے ہو۔ اس کا درج ذیل جواب شاہ صاحب
نے دیا جو زیادة المفصاح ص ۲۲ پر مرقوم ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

این طعن بنی است بر جہل
یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے اس
احوال مطعون علیہ زیرا کہ
کے حالات سے بے خبری اور جہالت
غیر از فرائض شرعیہ مقررہ
کی بنا پر ہے۔ اس لیے کہ سوائے فرائض
راہیچکس فرض نمیداند۔ آسے
مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شے
زیارت قبور و تبرک بقبور
کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں یہ بات ضرور
صالحین و تلامذت قرآن و
ہے کہ زیارت قبور اور قبور صالحین
و مانے خیر و تقسیم طعام و
سے برکت حاصل کرنا۔ قرآن مجید
کی تلامذت، و مانے خیر تقسیم طعام و
شیرینی امر مستحسن خوب است
شہرینی باتفاق علماء کرام مستحسن اور
ہر اجماع علماء و یقین روز عرس

آنست کہ آن روز نذر انتقال
ایشان باشد از دار العمل
بدار الثواب۔
اور خوب کام ہے۔ اور روز عرس
کے متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن
ان کے دار عمل سے دار ثواب کی طرف
انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں تو عرس وغیرہ کی صریح شرک قرار
دیا ہے۔ مگر صراط مستقیم میں اسی عرس کو خوب اور ٹھیک قرار دیا ہے۔ چنانچہ
صراط مستقیم مطبوعہ مطبع مجتہبی مس ۵۵ پر لکھتے ہیں۔

پس در خوبی این قدر امر از
امور مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس
و نذر و نیاز اموات شک و
شبہ نیست۔
یعنی فاتحہ اور عرس اور اموات
کے لیے نذر و نیاز میں اس قدر
بیان کردہ خوبی و اچھائی میں کوئی
شک و شبہ نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کیا عرس کا ثبوت حدیث نبوی اور فعل صحابہ سے بھی
ملتا ہے۔ جو اب انکشاف ہے کہ فقہ کی مشہور کتاب رد المحتار میں ہے:-

ردی عن ابی شیبہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی
ابن شیبہ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع

قبور الشہداء باحد علی راس میں احد شریف میں شہداء احد کی
کل حول۔ قبروں پر آتے تھے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :-
ان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کان یأتی قبور
شہداء علی راس کل حول
فیقول سلام علیکم بہا
صبرتم فنعم عقبی الدار
والخلفاء الاربعة لہکذا
کانوا یفعلون۔

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر
سال کے شروع میں قبور شہداء
پر تشریف لاتے تھے اور آ کر
فرماتے تھے سلام علیکم بہا
صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اور
چاروں خلفاء بھی ایسا ہی کرتے
تھے۔

ان احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر
سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لاتے اور کچھ پڑھتے اور اسی طرح
خلفاء راشدین بھی کرتے تھے۔ تو اگر ہم لوگ ہر سال بزرگوں کے عرس میں حاضر
ہو کر کچھ پڑھ کر بختتے ہیں تو یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف
نہیں۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
فعل کی اقتداء اور اتباع ہے۔ اور کار ثواب ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مطلق عرس اور ایصال ثواب تو جائز ہے۔ اور اس کے مستحب

ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ مگر ان کا تعین اور ایصالِ ثواب کی تاریخ کی تخصیص ناجائز ہے۔ تو اس کے متعدد جوابات ہیں:-

(۱) عرس اور ایصالِ ثواب وغیرہ میں تخصیصات و تعینات عرفی ہیں۔ شرعی نہیں۔ اور ان تخصیصات و تعینات کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جیسے کسی دنیوی کام کی انجام دہی کے لیے پہلے سے دن کا تعین اور اس کام کی انجام دہی کی نوعیت کا مخصوص خاکہ ذہن میں رکھا جاتا ہے۔

(۲) جب تک ان خصوصیات میں سے کوئی خصوصیت شرعاً ممنوع اور ناجائز قرار نہ پائے تمام خصوصیات کے ساتھ ایصالِ ثواب جائز ہی رہے گا۔ اور ناجائز کہنے والے پر خصوصیت کی ممانعت ثابت کرنا ہوگی۔

(۳) جب مطلق ایصالِ ثواب جائز ہے تو اسے ایک تاریخ میں جائز کہنا اور دوسری تاریخوں میں ناجائز کہنا خلاف شرع ہے۔ کہ اطلاق شرعی کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے۔ اور یہ ناجائز ہے۔

(۴) اہل سنت و جماعت ان قیودات اور خصوصیات کو قطعاً ضروری اور لازم قرار نہیں دیتے۔ کسی مسلمان کے متعلق خواہ مخواہ بدظنی روا نہیں۔ یہ جتنی تخصیصات ہیں سب عرفی ہیں۔ شرعی تخصیصات نہیں۔

(۵) آج کل عموماً مسلمان مساجد میں اوقات نماز گھڑیوں سے مقرر کرتے ہیں۔ کہ اتنے بچ کر اتنے منٹ پر فلاں نماز ہوگی تو کیا اس طرح نماز کا وقت مقرر کرنا ممنوع ہے؟

(۶) اسی طرح مدرسہ کی تعمیر حضرت عبداللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور خلفائے

راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔ بات وہی ہے کہ اصل تبلیغ دین کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ آگے اس کے طریق کار کی خصوصیات محض عرفی ہیں۔

(۷) صحابہ کرام، تابعین عظام حتیٰ کہ امام اعظم، امام ابو یوسف و ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم تک بھی علم دین کی اجرت نہ لیتے تھے۔ اب علم دین کے پڑھانے پر تنخواہیں مقرر ہیں تو کیا تنخواہوں کے تقرر کے ساتھ تعلیم دین ناجائز و ناروا ہے۔ اگر ناروا ہے تو پھر مخالفین بڑی بڑی تنخواہیں لے کر کیوں دین فروشوں میں مصروف ہیں۔

(۸) آج کل چندہ دینے والوں کی نمائش ہوتی ہے۔ ان کے نام سال بہ سال کتابوں میں چھپتے ہیں۔ اس طرح کا طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور ائمہ دین سے کب ثابت ہے۔ حالانکہ یہ نمائش زیادہ تر مخالفین ہی کرتے ہیں۔ اور لمبے چوڑے گوشوارے چھاپتے ہیں۔ آجا کر سارا نزلہ عرس اور ایصال ثواب کے مروجہ جائز طریقوں پر ہی کیوں کرتا ہے۔ دراصل یہ ایصال ثواب وغیرہ کے انکار کے مختلف بہانے ہیں۔

(۹) اسی طرح امور خانہ داری، کام، ملاقات، سیر و تفریح، کھانے اور سونے وغیرہ کے لیے اوقات مقرر کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے کہ ان کا جواز شرع میں مطلق ہے۔ اور تخصیص بدعت ہے۔ تو پھر بدعت بدعت پکارنے والوں کو ان کے قریب بھی نہ آنا چاہیے۔ ورنہ کل ضلالة فی الناس کے تحت دوزخی قرار پائیں گے۔ عرس، گیارہویں

اور چہلم وغیرہ کو منع کرنے والے اپنے لباس، وضع قطع اور برہمات میں
 خصوصیات کو روادار کھتے ہیں۔ مگر مذکورہ امور میں خصوصیت آئی اور
 بدعت کا حکم لگا۔ اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ نفس
 ایصال ثواب ہی روکنا چاہتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لیے خصوصیات
 میں بحث کرتے ہیں۔



تصویر شیخ

اپنے مرشد کی صورت کا نقشہ دل میں حاضر کرنا اور اس کے او اسطے سے
 فیض ربانی کا منتظر ہونا ایک جائز اور درست فعل ہے۔ اور صوفیاء و مشائخ
 طریقت کا معمول یہ عمل ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے مخالفین عقیدت
 و محبت کا رشتہ ظاہر کرتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصویر شیخ
 کے جواز و صحت کی مکتوبات شریف میں تصریح کی ہے۔ اور اس کی برکات اور فوائد
 بیان فرمائے ہیں۔ مگر مخالفین اور ان کے اکابر تصویر شیخ کو شرک قرار دیتے ہیں۔ لہذا
 حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں اہل سنت و جماعت
 کے مسلک و مشرب کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ تاکہ اصل حقیقت نمایاں ہو۔
 اور مسلک اہل سنت کی تائید و تقویت کا باعث ہو۔ اور اس امر کا انکشاف بھی ہو
 کہ ان لوگوں کے خیالات حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کے نظریات و عقائد سے
 یکسر مختلف ہیں۔ اور مخالفین کا پشتی و قادری وغیرہ کہلانا اور ظاہر کرنا محض
 فریب عوام کے لیے ہے۔

در اصل یہ لوگ یقولون یا فواہم ما لیس فی قلوبہم کے

مصدق ہیں۔

(۱) پس در ابتداء و در توسط۔

مطلوب را بے آئینہ پیر

نمیتون دید۔

مکتوب ۱۶۹ دفتر اول

(۲) بدانند کہ حصول رابطه شیخ

از مرید را بے تکلف و

بے تحمل علامت مناسبت

نام دار و در میان پیرو مرید

کہ سبب افتادہ و استفادہ

است و بیچ طریقے اقرب

بوصول از طریق رابطه نیست

دریں طریق یا بی۔

مکتوب ۱۹۰

دفتر اول

(۳) تا کدام دولت متدر را بان

سعادت مستعد سازند

حضرت خواجہ اصرار قدس

اللہ تعالیٰ سرور العزیز در

فقرات سے آرند کہ ع

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق۔

بہ گفتن بہ اعتبار نفع است۔

مکتوب ۱۸۷۷ء

دفتر اول

(۴) اگر در ذکر گفتن صورت پیر

بے تکلف ظاہر شود آنرا

نیز بقلب باید برد و در

قلب نگاہ داشته ذکر

باید گفت میدانی کہ کسی پیر

کیست پیر آنکس است

کہ از طریق وصول بجناب

قدس خداوندی جل شانہ

نہ استفادہ نمائی و مدد

و اعانت ہا۔

مکتوب ۱۹۰۷ء

دفتر اول

(۵) خواجہ محمد اشرف درزش نسبت رابطہ را نوشتہ بودند کہ بحد استیلاء یافتہ است کہ در صلوة آزا مسجد نبود میداند وے بیند و اگر فرضاً نفی میکند منتفی نمیکرد، محبت اطوارا این دولت متمکنے طلاب ست از ہزاراں کے را مگر بد ہنار۔ صاحب این معاملہ مستعد تام المناسبت است بجل کہ باندک صحبت شیخ مقدا جمیع کمالات اورا جذب نماید۔ رابطہ را چنانفی کنند کہ او مسجد الیہ است نہ مسجد را۔ چرامحاریب و مساجد را نفی نکنند۔ ظہور این قسم دولت سعادت مند را میسر است تا در جمیع احوال صاحب خواجہ محمد اشرف صاحب نے نسبت رابطہ (تصور شیخ) کی درزش کے متعلق لکھا تھا کہ نسبت رابطہ (تصور شیخ) کا اس حد تک غلبہ ہو چکا ہے کہ نماز کے اندر بھی اپنے شیخ مقدا کو مسجد (جس کو مسجدہ کیا جائے) جانا اور دیکھتا ہے بالفرض تصور شیخ کو ہٹانے کی کوشش بھی کرتا ہے تو نہیں ہٹتا۔ اے محبت والے یہ دولت (تصور شیخ کی یہ کیفیت) وہ شے ہے جس کی طالبان صادق آرزو رکھتے ہیں۔ یہ کیفیت ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے (تصور شیخ کی اس کیفیت) کا حامل فیض معرفت کے لیے مستعد اور اپنے شیخ مقدا کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے ایسے شخص کے متعلق یہ احتمال ہے کہ صرف چند روزہ صحبت سے اپنے شیخ مقدا کے کمالات اپنے اندر

رابطہ را متوسط خود دانند
 در جمیع اوقات متوجہ او
 باشند نہ در رنگ جماعت
 بیدولت کہ خود را مستغنی
 دانند و قبلہ تو جہ را از شیخ
 خود منحرف سازند و معاملہ
 خود را بر ہم زنند۔
 مکتوب عن ۳
 دفتر دوم

جذب کرے نسبت رابطہ تصور
 شیخ کی نفی نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ
 وہ تو مسجود الیہ (جس کی طرف سجدہ
 کیا جائے) ہے نہ کہ مسجود لہ (جس کو
 سجدہ کیا جائے) مسجدوں و محرابوں
 کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ ان
 کی طرف بھی سجدہ کیا جاتا ہے) ایسی
 دولت کا ظہور سعادتمند لوگوں کو
 میسر آتا ہے۔ تاکہ تمام حالات میں
 صاحب رابطہ (شیخ مقتدا کو فیض
 کا واسطہ جانتے رہیں اور تمام اوقات
 اسی شیخ مقتدا کی جانب متوجہ رہیں۔
 ان بے نصیبوں کی طرح نہیں جو اپنے
 آپ کو بے نیاز جانتے ہیں۔ اور
 اپنی توجہ کا قبلہ اپنے شیخ سے پھیر
 لیتے ہیں۔ اور اپنے معاملہ طریقت
 کو تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔

عبارت مندرجہ بالا کا خلاصہ:-

(۱) نسبت رابطہ تصور شیخ و وہ عظیم دولت ہے جس کی طالبان صادق
تفکر کرتے ہیں۔

(۲) ہزاروں میں سے کسی ایک کو یہ دولت و سعادت نصیب ہوتی ہے۔

(۳) ایسی نسبت کا حامل ذی استعداد ہوتا ہے۔ ایسے شخص میں اخذ فیض
کی پوری صلاحیت ہوتی ہے۔

(۴) ایسا شخص چند روزہ صحبت سے درجہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

(۵) لہذا تصور شیخ کی نفی کرنا اور اسے اپنے دل سے ہٹانا اچھا نہیں۔ کیونکہ نماز
میں بھی اگر بے اختیار اس تصور کا غلبہ رہتا ہے۔ تو اس تصور کو محض مسجود

الیہ کی حیثیت حاصل ہے۔ جس طرح مساجد اور مساجد کے محراب۔ اس
تصور کی حیثیت مسجودہ کی نہیں کہ فخر لازم آئے اور اس کی نفی کی ضرورت

پڑے۔

(۶) نیز مرید نام حالات میں اپنے شیخ مقتدا کو واسطہ جانے۔

(۷) جمیع اوقات میں اپنے شیخ مقتدا کی طرف ہی متوجہ رہے۔

(۸) ان محروم قسمت لوگوں کی طرح ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ جو اپنے کو بے نیاز
جانتے ہیں۔ اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ مقتدا کو نہیں بناتے۔

(۹) کیونکہ ایسے لوگوں کا معاملہ طریقت تباہی و بربادی کا شکار ہو جاتا ہے۔

اور خسارے کے سوا ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

افسوس کہ اسی تصور شیخ اور نسبت رابطہ کو مخالفین کے مقتدا و امام مولوی

اسماعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں گاؤنہر کے تصور میں ڈوب جانے سے

بدر جہا بڈتر لکھا ہے۔ ع

یہ بہین تفاوت راہ از کجاست نابہ کجائے

مکتوبات شریف میں اس عبارت کے علاوہ بھی تصدور شیخ کے متعلق متعدد مقامات پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ نے گفتگو فرمائی ہے اور اس کو جائز و درست قرار دیا ہے۔ بخون طہالت فی الحال اتنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے منصف مزاج کے لیے اس قدر کافی ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔ وصلى الله تعالى على جيبه محمد وآله واصحابه وبارك وسلم۔

اسے مولوی اسماعیل صاحب کے پیر سید احمد رائے بریلوی نے تو شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کو کہہ دیا تھا کہ تصدور شیخ صریح شرک ہے۔ ملاحظہ ہو سید احمد شہید مولفہ غلام رسول مہر۔

حیات الانبیاء بعد الوفاة

علیہ الصلوٰۃ والسلام

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے مقابر مقدسہ میں زندہ اور حیات میں اور ان پر موت کا ورود و وعدہ خداوندی کے مطابق محض ایک آن کے لیے ہوا۔ اس کے بعد ان کی ارواح مقدسہ ان کے اجسام طاہرہ میں لوٹا دی گئیں۔ اور اب وہ عالم برزخ میں حیات حسی کے ساتھ زندہ ہیں اور نعمائے ولذائد آخری سے متمتع ہوتے ہیں۔

مخالفین ہذا ہذا اللہ تعالیٰ کا ایک غالی اور متشدد گروہ آج کل جیسا انبیاء کی تردید میں بڑا سرگرم ہے۔ اس گروہ کے نزدیک دین کی روح اور اسلام کی جان گویا یہی مسئلہ ہے کہ اٹھے سیدھے دلائل کے ذریعہ ثابت کیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عالم برزخ میں (معاذ اللہ) مردہ ہیں۔ اور ان میں زندگی اور حیات کی کوئی رمتی موجود نہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مسلک اور نکتہ نظر کو ہدیہ قارئین کر دیا جائے۔

(۱) احوال این موطن نظر با اشخاص
 متفادہ تفاوت فاش دارد
 الانبیاء یصلون فی القبور
 شنیدہ باشد۔ و
 حضرت پیغامبر ما علیہ و علی
 الہ الصلوٰۃ والسلام شب
 معراج چوں بر قبر حضرت کلیم
 علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام
 گذشتند دیدند کہ در قبر
 نماز سے گذارد و ہماں لحظہ
 چوں با آسمان رسیدند
 حضرت کلیم را آنجا یافتند
 معاملہ این موطن عجائب و
 غرائب دارد۔
 مکتوب ملا
 دفتر دوم
 عالم برزخ کے حالات و کوائف
 اشخاص کے امتحان کے لحاظ
 سے بہت ہی مختلف و متفاوت ہیں
 الانبیاء یصلون فی القبور انبیاء کرام
 اپنی قبروں میں نمازیں ادا فرماتے ہیں
 کے الفاظ آپ نے سنے ہوں گے۔
 ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 شب معراج جب حضرت موسیٰ علی
 نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک
 کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ حضرت
 کلیم اللہ اپنی قبر النور میں نماز ادا فرما رہے
 ہیں۔ اور میں اسی لحظہ میں جب حضور علیہ
 السلام آسمان پر تشریف لے گئے تو دیکھا
 کہ آسمان پر بھی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام
 تشریف فرما ہیں۔ وراصل برزخ کا
 معاملہ اپنے اندر بڑے عجائب و غرائب
 رکھتا ہے۔

لہ الانبیاء یصلون فی القبور الخ۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے
 ہیں عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احياء فی قبورهم

سند (ابی لیلیٰ) جامع صغیر، حیات الانبیاء للہبقتی، ابن بزار، ابن عدی، شفا والسقام۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔
اس حدیث کو صحیح کمنے والے محدثین کرام و علماء عظام کے اسمائے گرامی
یہ ہیں :-

- | | |
|--|----------------------------------|
| (۱) حافظ بہیقی | (۲) حافظ بہشمی |
| (۳) حافظ ابن حجر عسقلانی | (۴) علامہ عزیزی شارح جامع صغیر |
| (۵) حضرت ملا علی نقاری البروی | (۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی |
| (۷) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی | (۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی |
| (۹) علامہ سیوطی | (۱۰) قاضی شوکانی |
| (۱۱) علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہم اللہ تعالیٰ۔ | |

(۱) ہو حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے۔

عزیزی شرح جامع صغیر جلد ۲ ص ۱۳۴ مطبوعہ مصر۔

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

اخرجه من طریق یحییٰ یہ حدیث یحییٰ بن ابی بکر کے طریق سے

ابن ابی بکر و ہو من رجال مروی ہے اور وہ صحیحین کے راویوں

الصحیح عن المستلم بن میں سے ہے اس نے مستلم بن سعید

سعید وقد وثقه احمد الخ سے روایت کی ہے جسے امام احمد

د صحیحہ البیہقی۔ اور ابن جبران نے ثقہ کہا ہے الخ.....

فتح الباری ۳ ص ۲۴۸ اور امام بیہقی نے بھی اسے صحیح قرار
کتاب الانبیاء۔ دیا ہے۔

(۳) حضرت علامہ علی القاری البروی علیہ رحمۃ الباری۔

صم خبر الانبیاء احياء انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں
فی قبورهم۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

مرقاۃ جلد ۲ ص ۴۱۲ مطبوعہ مصر۔

(۴) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

ابویعلیٰ بنقل ثقات از روایت انس بن مالک آورده قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احياء فی قبورهم
یصلون۔ مدارج النبوة جلد ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ عمدة المطابع ۱۲۴۱ھ۔

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس سرہ (فیوض الحرمین ص ۲۸ مطبوعہ دیوبند)۔

(۶) علامہ شوکانی علیہ الرحمۃ رقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احياء فی قبورهم۔

رواہ المنذری۔ نیل الاوطار جلد ۳ ص ۲۱۱

(۷) علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ قوائمت بہا الاخبار (مرقاۃ الصعود)

حیاة النبی فی قبرہ و حیات النبی کے ثبوت میں متواتر روایات

سائر الانبیاء معلومہ موجود ہیں۔ حضور اور باقی سب

عندنا علما قطعیاً قائم انبیاء کا اپنی قبور میں زندہ ہونا

عندنا من الادلۃ فی ذلك ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی طور

بہ معلوم ہو چکا ہے۔

وتوارث بہ اخبار

قنادی حافظ سیوطی جلد ۲ ص ۱۴۷

مطبوعہ مصر۔

۲۷۵ علیہ اس پر دلائل قائم ہو چکے ہیں اور احادیث تواتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں۔

انور شاہ صاحب کشمیری۔

فی البیہقی عن انس و صحیحہ واقفہ الحافظ فی الدجلد السادس

ان الانبیاء اجیاء فی قبورہم یصلون فیض الباری جلد ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مصر

(۹) مولوی اشرف علی تھانوی۔

حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء

علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ نشر الطیب

ص ۱۸۳ مطبوعہ دیوبند۔

(۱۰) علامہ سندھی فرماتے ہیں:-

الصلوة تستدعی جسداً حیاً

نماز کی ادائیگی حیات جسمانی سے

حاشیہ سنن نسائی

ہو سکتی ہے۔

(۱۱) علامہ شعرانی فرماتے ہیں:-

قد صحت الاحادیث انہ

صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کہ حضور انور اپنی قبر مبارک میں زندہ

حی فی قبرہ یصلی باذان

ہیں اور اذان و اقامت سے نماز

اس صحیح حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر شریف میں زندہ ہونا اور نمازیں پڑھنا بصراحت مذکور ہے۔

ان عبارات و تصریحات علماء کرام سے صاف واضح ہوا کہ مقبولانِ حق تعالیٰ اپنی مقابر مقدسہ میں بالکل زندہ اور حیات ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تو حیات انبیاء کرام علیہم السلام کو قطعی یقینی قرار دیا ہے۔ اور دعویٰ کیا ہے کہ حیات انبیاء کے ثبوت میں متواتر احادیث و روایات موجود ہیں۔

ثبتنا اللہ تعالیٰ علی عقائد اہل السنۃ والجماعۃ وجعل خاتمنا علیہا



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا،

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا سایہ نہیں تھا۔ کیونکہ آپ نور ہیں۔ نیز آپ کے جسم اطہر سے زیادہ لطیف شے عالم ممکنات میں موجود نہیں۔ کچھ عرصہ کی بات ہے کہ ماہنامہ تجلی دیوبند کے مدیر جناب عام عثمانی صاحب نے وجود "سایہ" پر بڑا زور دار مضمون لکھا اور جوش تحریر میں نفی سایہ کی تمام روایات کو موضوع یا ضعیف قرار دے دیا۔ اور اسے محض خوش عقیدگی قرار دیا۔ بلکہ نفی سایہ کے عقیدے کا تمسخر اڑایا۔

ان لوگوں کی یہی روش دراصل ان کو راہ راست سے دورے جاتی ہے۔ بزرگان سلف کے عقائد کا استہزاء، ان کے ارشادات اور ان کی تحقیقات کی تضحیک، مقربین بارگاہ غلامندی کے فضائل و مناقب تسلیم کرنے میں ہٹ دھرمی دراصل ان لوگوں کی عادت ہے۔ حضرت شیخ مجدد قدس سرہ اس مسئلہ میں اپنا نقطہ نظر واضح فرماتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

(۱) دچوں وجوداں سرور علیہ السلام اور چونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

از عالم ممکنات نباشد بلکہ
فوق این باشد ناچار اورا
سایہ نمود و نیز در عالم شہادت
سایہ شخص از شخص لطیف
است و چوں لطیف تر از
دے در عالم نباشد اورا
سایہ چہ صورت بندد
مکتوب عتا
دفتر سوم

والسلام کا وجود مبارک عالم ممکنات
میں سے نہیں ہے بلکہ اس سے ارفع
امکان سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس
بنا پر آپ کے جدا طہر کا سایہ نہیں
تھا۔ اور اس بنا پر بھی آپ کا سایہ نہیں
تھا کہ اس عالم شہادت میں سایہ صاحب
سایہ سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور
عالم ممکنات میں چونکہ حضور علیہ السلام
سے زیادہ لطیف چیز ہے ہی نہیں
اس لیے آپ کے جسم طہر کا سایہ
کیسے ہوتا۔

(۲) ہر گاہ محمد رسول اللہ را
از لطافت سایہ نمود خدای
محمد را چگونہ ظل باشد۔
مکتوب ۱۲۲
دفتر سوم

جب لطیف ہونے کی وجہ سے
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کا سایہ نہیں تھا نہ حضور
کے خدا کا سایہ کس طرح ہو سکتا
ہے۔

مکتوبات شریف کے ان مذکورہ دو اقتباسوں میں حضرت شیخ مجدد

صاحب قدس سرہ نے تین بار ارشاد فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰت
والتسلیمات کے جسد اطہر کا سایہ نہیں تھا۔

جن علمائے کرام نے اپنی اپنی تصنیفات میں صاف صاف تحریر فرمایا کہ آپ
کے جسم شریف کا سایہ نہیں تھا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

- (۱) حافظ زریں
 - (۲) علامہ ابن سبع
 - (۳) امام قاضی عیاض
 - (۴) علامہ حسین بن محمد دیار بکری
 - (۵) مولانا جلال الدین رومی
 - (۶) صاحب سیرت حلبی
 - (۷) صاحب سیرت شامی
 - (۸) علامہ سیوطی
 - (۹) شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی محدث
 - (۱۰) علامہ شہاب الدین خفاجی
 - (۱۱) امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی
 - (۱۲) محدث زقانی مالکی
 - (۱۳) شیخ عبدالحق محدث دہلوی
 - (۱۴) حضرت شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی
 - (۱۵) بحر العلوم مولانا عبدالحق لکھنوی (۱۶) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
- وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔



مجلس میلاد شریف

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر ولادت، آپ کے معجزات اور آپ کی سیرت طیبہ کے بیان کی مجلس کو مجلس میلاد شریف کہا جاتا ہے۔ نیز حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف و محامد جس مبارک محفل میں بیان ہوں۔ اُسے محفل میلاد کہتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی و مسرت کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ حضور کا ذکر ولادت سُنے۔ حضور کے معجزات اور سیرت طیبہ کے حالات سن کر اپنے قلب کو منور اور حلاوت ایمانی میں اضافہ کرے کیونکہ مسلمان کے نزدیک جان، مال اولاد ماں باپ غرض ہر شے سے زیادہ حضور کی ذات محبوب ہے۔ پھر شرع شریف میں نیک مجالس کے قیام کی ترغیب موجود ہے۔ لہذا حضور نبی کریم علیہ السلام سے رشتہٴ محبت کی بنا پر اہل اسلام وقتاً فوقتاً حسب حالات اس طرح کی محافل و مجالس کا انعقاد کر کے بارگاہ رسالت میں بدنیہ عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مخالفین کے نزدیک اس طرح کی نورانی مجالس بھی بدعت و حرام اور ناجائز و ناروا ہیں۔ اور گناہ و محصیت میں داخل ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۶ جلد اول پر صاف مذکور ہے کہ انعقاد مجلس مولود

سہرہ میں ناجائز ہے۔ نیز فتاویٰ رشیدیہ جلد اول مشن پر مذکور ہے کہ مجلس میلاد کو جائز جاننے والا فاسق ہے۔ ایسی مجلس کے انعقاد پر مال وغیرہ خرچ کرنا بھی فسق ہے۔ اس مسئلہ میں بھی حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک بدریہ قارئین کرنا ضروری ہے۔ تاکہ یہ امر واضح ہو جائے کہ حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مسلک کون لوگ ہیں۔

دفتر سوم مکتوب ۱۷ ص ۱۵ مطبوعہ امرتسر میں ہے۔

- (۱) دیگر در باب مولود خوانی آپ کے خط میں مولود خوانی کے متعلق اندراج یافتہ بود در نفس درج تھا اس واس کا جواب یہ ہے کہ مجلس میلاد شریف میں الراقی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کی جائے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت شریف اور منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ نا جائز تو یہ ہے کہ قرآن عظیم کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے۔ اور قصیدے پڑھنے میں راگ اور موسیقی کے قواعد کی رعایت دیا ہندی
- اندر لاج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چه مضائقہ است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ و تردد بصوت بان طریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بر نمبے خوانند کہ تحریفے در کلمات قرآنی

واقع نشود در قصائد خواندن کی جائے اور تالیاں بجائی جائیں۔ اگر شرائط مذکورہ متحقق نہ گردد اس طرح پڑھیں کہ کلمات قرآن میں دآزہم بغرض صحیح تجویز نمایند تبدیلی واقع نہ ہو اور قصیدے پڑھنے میں شرائط موسیقی کا لحاظ نہ ہو اور چہ مانع ست۔
 غرض صحیح کے تحت پڑھے جائیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں۔

مولود خوانی یا مجلس میلاد کے متعلق مکتوبات شریف کی یہ عبارت آپ کے سامنے ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) مولود خوانی یا مجلس میلاد کا انعقاد درست اور جائز ہے۔ اس کی کوئی ممانعت نہیں اور نہ اس کے انعقاد میں کوئی حرج یا مضائقہ ہے۔

(۲) ہاں یہ چیز ضرور ناروا ہے کہ نعت خوانی کو موسیقی یا گانے کا رنگ دیا جائے تالیاں بجائی جائیں۔ اور اس طرح کی بے ہودہ حرکات کا مظاہرہ کیا جائے یا قرآن حکیم گانے کی طرز پر پڑھا جائے۔ جس سے اُس کے الفاظ ہی تبدیل ہو جائیں اور ان میں تخریب واقع ہو جائے۔ اس طرح کی صورت حال بلاشبہ غلط اور ناجائز ہے۔ مولود خوانی کی وہ مجلس جو ان قباحتوں سے پاک ہو وہ ٹھیک ہے اس کی ممانعت نہیں۔

مولانا نور احمد صاحب نقشبندی امرتسری رحمہ اللہ محشی مکتوبات نے حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کی مذکورہ عبارت کے حاشیہ پر علامتہ

محمد مراد کئی رحمتہ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے :-

اعلم انہ قد مر المنع معلوم ہونا چاہیے کہ مکتوبات شریف میں
 عن قرأۃ المولد مطلقاً منع و مقامات پر مولود خوانی سے مطلقاً
 فی مکاتیب عدیدۃ و (بلا قید) منع کا ذکر آیا ہے۔ لیکن حضرت
 مرادہ قدس سرہا ہو شیخ مجدد صاحب قدس سرہا کی منع سے
 هذا الذی ذکرہ هنا و مراد یہی خاص صورت ہے۔ جس کا یہاں
 انما اطلق هناك للعلۃ ذکر کر دیا ہے۔ یہاں چونکہ ممانعت کی
 المذكورۃ هنا فلا سند وجہ بیان کر دی ہے۔ اس لیے دوسرے
 فی منعه عنہ للوہابین مقامات پر مطلق منع کا ذکر کر دیا۔ ورنہ
 خذ لهم اللہ و من وہاں بھی منع سے یہی مخصوص صورت
 یحذو و حذوہم۔ مراد ہے۔ لہذا وہاں یہ خذ لهم
 علامہ مراد کئی اللہ اور ان کے ہمنوا لوگوں کے لیے
 معرب مکتوبات مکتوبات شریف میں اس امر کی کوئی
 سند نہیں کہ حضرت شیخ مجدد صاحب
 قدس اللہ تعالیٰ سرہا بھی مولود خوانی
 کو ناجائز جانتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد مظہر صاحب نقشبندی مجددی ابن شاہ احمد سعید صاحب
 دہلوی رحمہما اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ "مقامات سعیدیہ" میں اپنے والد ماجد جناب

شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عبارت نقل فرماتے ہیں:-

میں فرمودند کہ خواندین مولد شریف
 و قیام نزدیک ذکر ولادت باسعادت
 مستحب است و ذریں باب
 رسالہ خاص دارتدو دران تحقیق
 فرمودہ اند کہ منع حضرت شیخ مجدد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مولود خوانی
 محمول بر سماع و غنا است۔
 لا غیر (مقامات سعیدیہ ۱۲۵)
 مطبوعہ اکل المطابع دہلی،
 یعنی حضرت شاہ احمد سعید صاحب بلوی
 قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ میلاد
 شریف اور حضور علیہ السلام کی ولادت
 باسعادت کے وقت قیام کرنا مستحب
 ہے۔ اور خاص اس مسئلہ میں ایک رسالہ
 بھی تصنیف فرمایا جس میں تحقیق سے
 ثابت فرمایا ہے۔ کہ حضرت شیخ مجدد
 صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولود
 خوانی سے منع فرمانا صرف گانے اور
 سماع کی شکل میں ہے۔

علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا لٹریٹ اور حضرت شاہ احمد سعید
 صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے اس مسئلہ میں حضرت شیخ
 مجدد رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر بالکل عیاں ہو جاتا ہے۔ انصاف شرط ہے۔ واللہ الموفق
 للرشاد والسداد۔

ایصالِ ثواب اور فاتحہ مرویہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک تمام اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب ارواح کو بخشنا جائز اور درست ہے۔ اور ان کو یہ ثواب پہنچتا بھی ہے۔ اور یہ مسئلہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ اور اقوال فقہائے کرام سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لیے دعا کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز جنازہ بھی دعا ہے جس پر مذاہب ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوا کر فرمایا ہذا لا یرسعید۔ (مشکوٰۃ باب فضل الصدقہ) یعنی یہ ام سعد کا کنواں ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب ہدایہ میں ہے کہ اہل سنت کے نزدیک دوسرے کو ثواب بخشنا درست ہے۔ فاتحہ مرویہ اور چالیسواں وغیرہ اسی ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں ہیں۔ فاتحہ میں تلاوت قرآن کریم اور حسب توفیق صدقہ مال ہونا ہے۔ جس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں

اس کے جو اُز کی تصریح کی ہے۔ وہابیہ ہدایہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں یہی اہل سنت و جماعت سے اختلاف کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کی مختلف درجہ

سَلَّةٌ وَتَصَدَّقُ كَرْدَهُ شُوْدَا ز
میت کے مرنے کے بعد اس
میت بعد رفتن اواز عالم
کی طرف سے سات روز تک
تا ہفت روزہ (اشعة اللغات
صدقہ کیا جائے۔
باب زیارة القبور)۔

اسی باب میں ہے:-

و در بعض روایات آمدہ است
کہ روح میت مے آید خانہ خود را
شب جمعہ پس نظر مے کند کہ
تصدق کنند از دے یا نہ۔
جمعات کو میت کی روح اپنے گھر
آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف
سے لوگ کوئی چیز صدقہ کرتے ہیں
یا نہیں۔

و فی الحدیث من قرء الاخلاص
احد عشر مرۃ ثم وهب
اجورھا للاموات اعطی من
الاجور بعد الاموات۔
حدیث میں ہے کہ جو شخص گیارہ بار
سورہ اخلاص پڑھے پھر اس کا
ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو
تمام مردوں کے برابر ثواب ملے
گا۔
(در فتاویٰ بحث قرآۃ للیت)

و یقرأ من القرآن ما یتسر
جس قدر ممکن ہو قرآن مجید پڑھے

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

صورتوں کو حرام و بدعت کہتے ہیں۔ اگرچہ بسا اوقات خود بھی کھا لیتے ہیں۔ جیسا کہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ اس مسئلہ میں بھی حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

لہ من الفاتحة و اول البقرة
سورہ بقرہ کی اول آیات، آیتہ الکرسی
و آیتہ الکرسی و امن الرسول
آمن الرسول، سورہ یسین،
و سورۃ یس و تبارک الملك
سورہ ملک، سورہ تکوین اور
و سورۃ التکوین و الاخلاص
سورہ اخلاص بارہ یا گیارہ یا
اثنی عشر ہر ادا حدی عشر
سات یا تین دفعہ پھر کہے یا اللہ
اوسبعا او ثلاثا ثم يقول اللهم
جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب
اوصل ثواب ما قرعنا اى
فلاں یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

فلان ادا لہم۔ شامی، بحث قرۃ المیت (باب الدفن)

طعا بیکہ ثواب ان نیاز حضرت
جس کھانے پر حضرت عسین رضی اللہ
اما میں غائبہ بر آن قل و فاحہ
تعالیٰ عنہما کی نیاز کریں۔ اس پر قل
و درود خواندن متبرک کے
شریف، فاتحہ اور درود شریف پڑھنا
شود و خوردن بسیار خوب
باعث برکت ہے۔ اور اس کا کھانا
است (فتاویٰ عزیز یہ ص ۵۵)۔
بہت ہی اچھا ہے۔

اگر بالیدہ و شیر برائے فاتحہ
اگر دودھ، بالیدہ کسی بزرگ کی فاتحہ

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سرفہ کا مسلک و مذہب ظاہر کر دینا مناسب و موزوں ہے۔ لہذا اس مسئلہ پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

بزرگے بقصد ایصالِ ثواب کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے
 بروح ایساں پختہ بخوراند جائزہ پکا کر کھلائے تو جائز ہے۔ کوئی مضائقہ
 است بمضائقہ نیست۔ نہیں۔

(فتاویٰ عزیزہ ص ۴۱) پھر دس بار درود شریف اور پورا
 پس وہ مرتبہ درود خواند ختم ختم کریں اور قدرے شیرینی پر
 تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ تمام خواجگانِ چشت کی فاتحہ دیں
 بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند پھر خدا سے دعا کریں۔
 و حاجت از خدا سوال نمایند۔

(الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ مستفیضہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبِ قدس سرفہ)

د شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے دودھ چاول کسی بزرگ کی فاتحہ کے
 بقصد ایصالِ ثواب بروح ایساں لیے ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی
 پختہ بخورند مضائقہ نیست۔ نیت سے پکائیں اور کھائیں اس میں
 (زبدۃ النصائح مصنفہ شاہ ولی کوئی مضائقہ اور حرج نہیں۔)

اللہ صاحبِ محدث دہلوی۔

حاجی امداد اللہ صاحبِ مہاجر کی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو علمائے درویش کے پیروں میں

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کے مکتوبات شریف سے چند ایک اقتباسات ہدیہ
قارئین کیے جاتے ہیں:-

(۱) الحال برشما آن لازم است اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ
کہ مکافات احسان با احسان احسان سے دو اور ہر گھڑی دعا و
بکنند و بدعا و صدقہ ساعت صدقہ کے ذریعہ ان کی مدد کرتے
یساعت مدد نمایند فاذا المیت رہو۔ کیونکہ میت قبر میں ڈوبنے
کا لغریق ینتظر دعوتاً تلحقہ والے کی طرح ہے۔ اور مردہ ہر
من اب ادا امر او اخذ وقت اپنے باپ، ماں، بھائی یا
صدیق۔ دوست کی طرف سے دعا کا منتظر
دفتر اول مکتوب ۱۹۷۱ رہتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

میں فرماتے ہیں "گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسواں، بیسواں، چہلم، ہشتادہویں، سا یا نہ
وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق الخ ایصال ثواب کے کسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ
ہفت مسئلہ مصنفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی)۔

مذکورہ بالا ارشادات علمائے کرام سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ فاتحہ
مروجہ ایصال ثواب کی ایک شکل ہے۔ اور یہ بالکل درست اور جائز ہے۔ اس میں کسی
قسم کا حرج نہیں۔

(۲) بدعا و استغفار و تصدق
 امداد نمود
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَبِيتُ
 فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغُرْبَةِ الْمَتَّوِّشِ
 يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهُ مِنْ
 أَبِ إِسْحَاقَ وَ إِسْحَاقَ وَ صَدِيقِ
 فَإِذَا الْحَقَّةُ كَانَتْ أَحْبَبَ إِلَيْهِ
 مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنْ
 اللَّهُ لِيَدْخُلَ عَلَى أَهْلِ
 الْقُبُورِ مِنْ دَعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ
 أَمْثَالِ الْجِبَالِ مِنَ الرَّحْمَةِ
 وَإِنْ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى
 الْأَمْوَاتِ الْأَسْتِغْفَارِ لَهُمْ
 (دفتر اول مکتوب ۱۳۴)

دعا، استغفار اور صدقہ و خیرات کے
 ذریعہ مرنے والے کی امداد کر دی ہے
 نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے
 ہیں کہ میت قبر میں اس ڈوبنے والے
 کی طرح ہے جو مدد کے لیے پکار رہا
 - تو مردہ بھی اپنے والد، والدہ
 بھائی یا دوست کی طرف سے ہر وقت
 دعا کا منتظر رہتا ہے۔ جب اُسے قبر
 میں کسی کی دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اُس کے
 نزدیک دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب
 ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اہل زمین کی
 دعاؤں کو پہاڑوں جتنی رحمت کی شکل
 دے کر اہل قبور کی قبروں میں داخل کرتا
 رہتا ہے اور زندوں کی طرف سے مرے
 ہوئے لوگوں کے لیے اہل تخفہ یہ ہے
 کہ ان کے لیے دعا و مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ ایک عقیدت مند کو لکھتے ہیں:-
 نیازیکہ بدرویشاں فرستادہ آپ نے جو نیاز درویشوں کے لیے

بودند نیز وصول یافت فاتحہ
سلامت خواندہ شد۔
دفتر اول مکتوب ۱۴۲۰ھ

روانہ کی تھی۔ وہ مل گئی ہے۔ اور
اس پر سلامتی کے لیے فاتحہ بھی پڑھ
دی گئی۔

(۴) صدیقہ زوجہ مطہرہ اوست
علیہ و علی جمیع اہل بیت
الصلوات والسلام وحبیبہ
مقبولہ او علیہ و علی آلہ
الصلوات والسلام۔ پیش
ازیں پچند سال و اب فقیر
آں بودہ کہ اگر طعام سے بخت
مخصوص بر و حانیات مطہرہ
آں عبا میساخت باں سرور
حضرت امیر و حضرت فاطمہ
و حضرت امایین را هم میکریم
علیہم الصلوات والتسلیمات
شبہ در خواب سے بیند کہ آن
سرور حاضر است علی آلہ الصلوٰۃ
والسلام فقیر برایشان عرض
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا حضور نبی کریم علیہ و علی جمیع
اہل بیتہ الصلوات والسلام کی زوجہ
پاک ہیں۔ اور حضور نبی کریم علیہ آلہ
الصلوٰۃ والسلام کی منظور نظر محبوبہ
ہیں۔ آج سے چند سال قبل رفاتحہ
دلانے میں، فقیر کا طریقہ یہ تھا کہ
ایصال ثواب کے لیے، اگر کوئی کھانا
پکاتا تو اس کا ثواب صرف آل
عباد کی روحوں کو بخشا تھا۔ اور حضور
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح
پر فتوح کو ایصال ثواب کرتے وقت
سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ، حضرت فاطمہ الزہراء،
اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ

سلام میکند رو بجانب دیگر
 دائرہ دریں اثنا بفقیر فرمودند
 کہ من طعام در خانہ عائشہ
 میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد
 بخانہ عائشہ فرستد ایں زمان
 فقیر دریافت کہ سبب عدم
 توجہ شریف ایشان آن
 بودہ کہ فقیر حضرت صدیقہ
 را در ان طعام شریک
 نمی ساخت بعد از ان
 حضرت صدیقہ را بلکہ ساثر
 ازواج مطہرات را کہ ہمہ
 اہل بیت اند و جمیع اہل
 بیت تو سل میں نمود۔
 مکتوب ۳۶
 دفتر دوم
 ۶۰۱۵۹
 مطبوعہ نول کشور
 تعالیٰ عنہم کو ہی شامل کرتا تھا۔ ایک
 رات فقیر نے خواب دیکھا کہ آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم
 تشریف فرما ہیں فقیر نے سلام عرض
 کیا مگر حضور انور نے اپنا چہرہ مبارک
 دوسری طرف کیا ہوا ہے۔ اس دوران
 میں آپ نے ارشاد فرمایا "میں کھانا
 عائشہ کے گھر کھانا ہوں۔ مجھے جو بھی
 کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے" فقیر
 اسی وقت جان گیا کہ مجھ سے چہرہ مبارک
 دوسری طرف پھیرے رکھنے کی وجہ یہی
 ہے کہ فقیر اس ایصال ثواب میں حضرت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
 شریک نہیں کرتا تھا۔ اس واقعہ
 کے بعد سے ایصال ثواب میں
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا بلکہ تمام ازواج مطہران
 کو کہ یہ بھی حضور کے اہل بیت
 میں داخل ہیں، شامل کرتا ہے۔

اور ان تمام اہل بیت سے وسیلہ
پکڑتا ہے۔

وفات یافتہ لوگوں کو ایصالِ ثواب کے سلسلے میں مکتوبات شریفین کے چار
اقتباس قارئین کے پیش خدمت ہیں۔ جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) وفات یافتہ لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی یہ ہے۔ کہ ہر وقت ان کے
لیے مغفرت کی دعا اور ان کی ارواح کو ایصالِ ثواب کے لیے حسبِ توفیق
صدقہ و خیرات کرتے رہیں۔ اور مردہ ہر وقت اپنے زندہ لواحقین کی طرف
سے دعاؤں اور صدقہ و خیرات کا منظر رہتا ہے۔

(۲) وفات یافتہ لوگوں کی مدد و اعانت یہی ہے کہ کوئی شے صدقہ کر کے ان کی
ارواح کو ثواب بخش جائے۔ ان کے حق میں دعائے مغفرت کی جائے۔
اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کے لیے استغفار کیا جائے۔ اور مردوں
کے لیے ایسا کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم نے اس کی ترغیب دی ہے۔

(۳) صدقہ وغیرہ کے ذریعے اور اس کے لیے دعا و استغفار سے اس کی مدد
کرنا اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ کیونکہ
وہ اس کا محتاج ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ وفات یافتہ لوگوں کے لیے ان کے لواحقین کی طرف سے صدقات اور
دعاؤں وغیرہ کو بڑے بڑے پہاڑوں جتنی رحمت و مغفرت کی شکل.....

میں ان کی روحوں تک پہنچاتا ہے۔

(۵) وفات یافتہ لوگوں کے لیے زندوں کی طرف سے تحفہ یہ ہے کہ ان کے لیے استغفار کرتے رہیں۔ اور دعا مغفرت میں ان کو یاد رکھیں۔

(۶) حضرت شیخ مجدد قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی خدمت میں بھی ان کے عقیدہ تہمند نیاز کے طور پر چیزیں پیش کرتے تھے۔ اور ان پر فاتحہ پڑھی جاتی۔ اور دعا کی جاتی تھی۔

(۷) حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول شریف تھا کہ ہمیشہ پنجتن پاک کا ختم دلاتے تھے۔ اور ان کی ارواح کو ثواب پہنچاتے تھے۔

(۸) فاتحہ وغیرہ دلانے کا ثواب اموات کو ضرور پہنچتا ہے اور جس قسم کا کوئی کھانا پکاٹے اور جس جگہ ان کو ایصال ثواب کرے بعینہ اسی طرح وہ ثواب پہنچ جاتا ہے۔

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں اور اہل بیت کا لفظ صرف پنجتن پاک کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ایصال ثواب میں ازواج مطہرات کو بھی شریک کرنا چاہیے۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوفت ہوتی ہے۔

(۱۰) اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ذات مقدسہ سے وسیلہ پکڑنا بالکل درست اور جائز ہے جیسا کہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کا معمول اور طریقہ مبارک تھا۔

مسئلہ ایصال ثواب کے بارے میں آپ حضرات نے حضرت مجدد الف

ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک و مشرب جان لیا۔ مکتوبات شریف میں سے دیے گئے اقتباسات سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس بارے میں اہل سنت و جماعت کا اعتقاد درست و صحیح ہے۔

اس مسئلے کی مزید وضاحت کے طور پر چند سطور اور بدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ اور مسئلہ مذکورہ کو احادیث مبارکہ اور اقوال فقہاء کرام سے مزید مدلل کیا گیا ہے۔

مسلمانوں میں بزرگان دین اور سلف صالحین سے عقیدت و تعلق جوں جوں کم ہوتا گیا، اسی قدر ان میں بد عقیدگی اور بے دینی کے اثرات پھیلنے لگے۔ ادب و احترام کی جگہ ادبی اور گستاخی نے لے لی۔ عقائد صحیحہ کی جگہ بد مذہب مولویوں کے پھیلائے ہوئے گندے خیالات نے لے لی۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا والوں کے سامنے اپنا بہترین اسوہ حسنہ پیش کیا۔ اور انسان کے لیے نفع و نقصان کی تمام باتیں پوری وضاحت سے بیان فرمادیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہم اس اسوہ حسنہ سے منہ پھیر کر گمراہ مولویوں کے خیالات کے زیر اثر آگئے۔ یہاں تک کہ آج نادان لوگوں کے نزدیک وہ گندے عقیدے ہی دین کا حصہ قرار پا گئے۔ ان گندے عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کو ثواب ثواب پہنچانا بدعت اور بے اصل ہے۔ اور نیجا، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ جو ایصال ثواب کی جائز صورتیں ہیں، حرام و ناروا ہے۔ وہابیوں، دیوبندیوں نے انکار ایصال ثواب کا مسئلہ گمراہ کر تیجے چالیسویں وغیرہ کی صورت میں ایصال ثواب کرنے والے مسلمانوں کو مشرک و بدعتی کہنا شروع کر دیا۔ نیجا، چالیسواں وغیرہ

بلاشبہ ایصالِ ثواب کی مباح صورت ہے۔ اور اموات کو ثواب پہنچانا شرعی مسئلہ ہے۔ جس کے ثبوت و جواز پر قرآن و حدیث کے دلائل موجود ہیں۔ انکارِ ثواب کا عقیدہ وہابیوں و یوہندیوں نے معتزلہ سے اخذ کر کے مسلمانوں پر مسلط کر دیا اور جاہل و ہابی و اعظیبن نے اسے عقیدہ اہل سنت کا بارہ اڑھا کر مسلمانوں کا امتیازی نشان قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم میں سے کسی نے بھی ایصالِ ثواب کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے اہل سنت ہونے کی نشانی اور علامت قرار دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال مبارک ہوا تو آپ ہر سال بکری ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء میں تقسیم کرتے رہے۔ جو ایصالِ ثواب کی بین دلیل ہے۔ اور آپ ہمیشہ ان کے لیے دعا مغفرت کرتے رہے۔ البتہ آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ کے وصال شریف کے بعد کسی ضیافت و دعوت کا ہرگز کوئی اہتمام نہیں کیا کیونکہ موت پر ضیافت و دعوت کا اہتمام کرنا شریعت میں حرام ہے۔ اسے کوئی بھی جائز قرار نہیں دیتا۔

سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حضور کے محبوب چچا تھے جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کی المناک شہادت سے آپ کی طبیعت نہایت مغموم ہوئی۔ حاشیہ خزانۃ الروایات میں مذکور ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی شہادت کے بعد تیسرے دن، ساتویں دن، چھٹے ماہ اور سال کے بعد

ان کو ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ دیا۔ اس روایت کے مطابق تیسرے روز میت کو ثواب پہنچانے کا طریقہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل مبارک سے ثابت ہے۔ اسے بندوانہ رسم قرار دینا اور بدعت دہے اصل بتلانا غلط اور تھیوت ہے۔ نیز ایصالِ ثواب کا انکار خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام میں سے کسی نے نہیں کیا۔ بلکہ سیدنا حضرت معاذ نے اپنی ماں کے ایصالِ ثواب کے لیے پانی کا کنواں کھدوایا۔ اور فرمایا ہذا البیر لہ سعد۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ختم قرآن کے دن اپنے گھروالوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ نووی (کتاب الاذکار باب تلاوة القرآن)۔
خلفائے راشدین اور دیگر تمام صحابہ کرام ہرگز ہرگز ایصالِ ثواب کے منکر نہ تھے۔ بلکہ صحابہ کرام سے انکار کے بجائے ایصالِ ثواب کرنا منقول ہے۔ بدقسمتی سے ایصالِ ثواب کے منکر اپنے آپ کو حضرت امام الاٹمہ۔ سیدنا حضرت امام ابو حنیفہ کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے تو معاذ اللہ و ہا بیہ اور معتزلہ کی طرح کہیں ایصالِ ثواب کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ فقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمان مشہور و معروف کتاب ہدایہ جلد اول باب حج عن الغیر میں تو یوں مذکور ہے۔

(۱) الاصل فی هذا الباب ایصالِ ثواب کے بارے میں اصل
ان الانسان له ان يجعل بات یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت
ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ کے نزدیک انسان اپنے عمل نماز
او صوماً او صدقۃً او غیرہا روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب دوسرے

عند اهل السنة والجماعة کو بخش سکتا ہے۔

ہدایہ مطبوعہ مطبع مجیدی جلد اول

۲۶۳

ہدایہ کی اس عبارت مذکورہ کی شرح میں امام ابن ہمام فتح القدير شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:-

خالف في جميع ذلك معتزلة ايصال ثواب کے مطلقاً
المعتزلة مطلقاً۔ شکر میں۔

تبیجا، ساتواں اور چالیسواں وغیرہ ایصال ثواب ہی کی مختلف صورتیں ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایصال ثواب مطلقاً جائز اور درست ہے۔ آپ کے تلامذہ حضرت امام محمد اور امام ابو یوسف کے ہاں بھی یہ بالکل جائز اور درست ہے۔ اور بدعت و خلاف اسلام نہیں ہے تو پھر اس کے کرنے والوں کو بدعتی و مشرک کیوں قرار دیا جائے۔ اور ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیوں کیا جائے۔ بعد از موت انسان اپنے اعمال کے حساب اور جواب دہی کے سخت پیچیدہ اور خطرناک حالات سے دوچار ہوتا ہے۔ اور اس بات کی شدت سے آرزو کرتا ہے کہ اس کے خوبئیش اقرباء ایصال ثواب کی صورت میں اس کی مدد کریں۔ خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مردے کی بے چینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

ما المیت فی القبرا الا
 مرد سے قبر میں راہ نکلتے ہیں کہ اپنے
 كالغریق المتغوث ینتظر
 خویشیوں اور دوستوں کی طرف سے کسی
 دعوة تلحقه من اب او
 طرح کی ان کو مدد پہنچے جس طرح ڈوبنے
 اخ او صدیق فاذا الحقتہ
 والا مددگار کی انتظار کرتا ہے۔ جب
 کان احب الیہ من
 اسے اپنے باپ یا بھائی یا دوست
 الدنیا وما فیہا۔
 کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو وہ
 (بیہفتی)
 اسے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب
 ہوتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
 الحال برشمالا لازم است کہ
 اب تم پر لازم ہے کہ احسان کا بدلہ
 مکانات احسان با احسان
 احسان سے دو اور ہر گھڑی دعا و
 کینند و بدعا و صدقہ ساعت
 صدقہ کے ذریعہ ان کی مدد کرتے
 بساعت مدد نمایند۔
 رہو۔

دفتر اول مکتوب ۸۹

سنی بریلوی علماء اسی لیے ایصال ثواب کی ترغیب و تلقین کرتے
 رہتے ہیں۔ مگر بد عقیدہ اور گستاخ، منکر احادیث ایصال ثواب اور فرقہ مغنزلہ
 کے ترجمان مولوی ایصال ثواب کا مذاق اڑاتے اور اسے ختمی ملاں کی پیٹ
 پہستی قرار دیتے ہیں۔ اگر چہ تیجے، سانویں اور چالیسویں کے ختم پر اسے حرام اور
 نجس جانتے ہوئے وہابی ملاں اور وہابی مدرسوں کے طلباء چہلم، ساتویں اور

تیجے کے "لذیذ کھانوں" پر مردار خور چلیوں کی طرح بڑی بے جگری سے چھپتے ہیں۔ میں خود چند روزان کے مدارس میں رہ کر ان کی اس حرام خوری کے نظارے کثرت سے دیکھ چکا ہوں۔ اور تعجب کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا کیسا گندنا مذہب ہے اور ان کے قول اور فعل میں کس قدر فرق ہے۔ اور دیانت و جہاد سے یہ لوگ کس قدر دور ہیں اور کس قدر نفاق اور دوغلی پن سے یہ لوگ کام لیتے ہیں۔ اور عوام اہل سنت و جماعت کے گھروں کا کھا کر نمک حرامی کرتے ہوئے انہیں کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں۔

دعائی دیوبندی مولوی بڑی بددیانتی اور عیاری سے کام لیتے ہیں کہ دعوت و ضیافت اور ایصال ثواب کے طور پر صدقہ و خیرات کو ایک ہی شے ظاہر کرتے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ دعوت و ضیافت مسرت و خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے۔ جس کا موت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تیجے وغیرہ میں قرآن پڑھ کر اور کچھ طعام پکا کر اور درثناء کی طرف سے حسب توفیق کچھ پکا کر متوفی کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے فقراء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

لہذا تیجا وغیرہ میں اور دعوت و ضیافت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ فقہاء کرام دعوت و ضیافت کو حرام و مکروہ کہتے ہیں اور یہ لوگ کمال ڈھٹائی سے فقہاء کے اقوال کو تیجے چالیسویں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔ فقہاء کرام نے دراصل اس رسم کی تردید کی ہے جو اکثر بلاد ہند و پاک میں مروج ہے کہ میت کے روز و قات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورتیں اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اس اجتماع کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دوسرے روز اکثر تیسرے روز

واپس آتی ہیں بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں ان عورتوں کے خورد و نوش وغیرہ کا انتظام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث خرچ کثیر کے زیر بار ہوتے اگر تنگ دستی ہو تو قرض لیتے ہیں۔ قرض نہ ملے تو سود پر روپیہ لے کر ان کے خورد و نوش کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگر نہ کریں تو بدنام ہوتے ہیں فقہاء کرام نے تو اس مذکورہ رسم بدکار دیکھا ہے اور اسے حرام و بدعت اور مکروہ قرار دیا ہے۔ لیکن بدعتیہ مولوی خبیث و ہابیت کی بنا پر کمال عیاری کے ساتھ ایصال ثواب کے انکار پر چسپاں کر دیتے ہیں حالانکہ اموات کو ثواب بخشتا قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور ائمہ اہل سنت و جماعت کے اقوال سے ثابت ہے۔ اور صرف معتزلہ ہی اس کے منکر ہیں جیسا کہ علامہ ابن ہمام کے فتح القدر میں اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں ذکر کیا ہے۔

تیجے، چالیسویں وغیرہ کے ذریعہ محض نفع اموات مطلوب و مقصود ہے۔ اسے شکم پرستی قرار دے کر اس کی تضحیک کرنا اور اس طرح لوگوں کو اس سے متنفر کرنا سراسر دھوکا اور مسلمانوں کو کار خیر سے روکنا ہے۔ اور معتزلی عقائد کی تردید ہے اور اس کا انکار عقائد اہل سنت و الجماعت کے خلاف و ہابیہ کا ستون ہے اور اسے غیر اسلامی رسم قرار دینا بھی محض غلط اور فریب ہے۔ قرآن خوانی اور صدقہ و خیرات کو مسلمانوں کے لیے سم قاتل قرار دینا بے دینی اور گمراہی ہے۔

سر دست چند احادیث صحیحہ اور فقہاء کرام کے اقوال سے ثابت کیا جائیگا کہ تیجہ، چالیسواں وغیرہ جو ایصال ثواب کی ایک صورت ہے بالکل جائز ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ حسبِ توفیق اپنے وفات یافتہ خویش و اقارب کو ایصالِ ثواب کے ذریعہ مدد و اعانت کرتے رہیں۔ اور وہابیہ نجدیہ کی باتوں میں اگر اس کا رخیر کو ترک نہ کریں۔

احادیث مبارکہ

(۱) عن سعد بن عبادۃ قال
یا رسول اللہ ان ام سعد
ماتت فای الصدقة
افضل قال الماء فحضرت
بثرا و قال هذه لام سعد
حضرت سعد بن عبادہ سے مروی ہے
کہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ
سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا تو اس
کے لیے کتنا صدقہ بہتر ہے ارشاد
فرمایا پانی کا صدقہ تو انہوں نے ایک
کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی
ماں کے لیے ہے۔
ابوداؤد و نسائی بروایت سعد
بن عبادہ۔

(۲) ان رجلا قال للنبی صلی
اللہ علیہ وسلم ان امی
قد اقلت نفسها و
ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت اقدس میں عرض کی میری
ماں دفعۃً مر گئی اور میرا گمان ہے کہ

اظنہا لو تکلمت تصدقتہ وہ اگر بولتی تو صدقہ کرتی تو اگر میں
 فہل لہا اجر ان تصدقتہ اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے
 عنہا قال نعم ثواب پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا ہاں۔
 صحیح بخاری و صحیح مسلم بروایت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔

اس حدیث کے تحت حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ
 لمعات میں فرماتے ہیں:-

فی الحدیث دلیل علی ان - اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے
 ثواب الصدقة یصل کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے
 الی البیت وکذا حکم الدعاء اور دعا کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ اہل
 ہذا مذہب اہل الحق حق کا یہی مذہب ہے۔

(۳) عن انس انہ سأل رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
 یا رسول اللہ انا نصدق عن
 صوتنا و نحبب عنہم و ندعوا
 لہم فہل یصل ذلک الیہم
 قال نعم انہ یصل الیہم
 حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
 سوال کیا یا رسول اللہ ہم لوگ اپنے
 مردوں کی طرف سے صدقہ
 اور حج کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا
 کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ پہنچتا ہے ارشاد

وانهم يقرحون كما
 يقرح احدكم بالطبق ،
 اذا اهدى اليه -
 فرمایا بیشک وہ ان کو پہنچتا ہے۔ اور
 بیشک وہ اس سے خوش ہوتا ہے
 جیسا کہ تم میں سے کسی کو بطبق ہدیہ کیا
 جائے تو خوش ہوتا ہے۔

فتح القدير شرح البدايه بروايت
 انس رضي الله عنه جلد ثانی ص ۳۰۹
 مطبوعہ مصر

(۴) عن انس رضي الله عنه
 قال قال رسول الله صلى
 الله عليه وسلم من
 دخل المقابر فقرأ
 سورة لا يس خفف عنه
 يومئذ -
 حضرت انس سے روایت ہے کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
 قبرستان میں جائے اور سورۃ
 یسین پڑھے تو اس دن اس
 قبرستان والوں کے عذاب میں تخفیف
 ہو جاتی ہے۔

فتح القدير جلد ۲ ص ۳۰۹ -
 بروايت انس

حضرت امام ابن ہمام نے فتح القدير میں اور صاحب بحر الرائق نے
 بحر الرائق میں بیان کیا ہے کہ ایصال ثواب کا انکار فرقہ معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

(۵) عن ابی ہریرہ قال رضی اللہ
 عنہ قال قال رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اذا
 مات الانسان انقطع
 عمله الا من ثلث صدقة
 جاریة و غلام یتفقہ بہ و
 ولد صالح یدعولہ۔
 بخاری و مسلم۔ بروایت ابو
 ہریرہ مرفوعاً
 ثلاث بھیرہ و رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا جب انسان فوت ہو جائے
 ہے تو اس کے عمل کا ثواب سو قوت
 ہو جا تا ہے۔ مگر تین عملوں کا ثواب
 باقی رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ۔ علم
 جس سے لوگ نفع اٹھائیں۔ اور
 ام ولد صالح جو اس کے لیے دعا
 کرتی ہے۔

(۶) سعید بن صالح سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 نے اپنے بھائی عبدالرحمن کی طرف سے جو سوتے میں فوت ہو گئے
 تھے بہت سے غلام آزاد کیے۔

(مؤطا امام مالک بروایت سعید بن صالح)۔

(۷) کان النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم اذا فرغ من دفن
 البیت و وقف علی قبرہ
 و قال استغفر و الاخیکم
 حضور نبی کریم علیہ السلام جب دفن
 بہت سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر
 اس کی قبر پر کھڑے رہتے اور فرماتے
 اپنے بھائی کے بیٹے اللہ کے حضور

واسألوا اللہ لعل التبیات
 فانه اکان بیسئل -
 (رد المختار بجوالد - کی دعا کرو کیونکہ ابھی اس سے سوالات
 سنن ابی داؤد) قبر ہونے والے ہیں۔

مسک فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

(۱) حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:-
 فذهب ابو حنیفہ واحمد یعنی امام ابو حنیفہ اور امام احمد اور
 وجہہور السلف الے جمہور سلف کا عقیدہ ہے کہ میت کو
 وصولہا ثواب پہنچتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ
 لہذا جمہور فقہاء حکم کردہ لہذا جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ
 است کہ ثواب ہر عبادت کا فیصلہ ہے کہ ہر قسم کی عبادت کا
 بمیت میرسد ثواب میت کو پہنچتا ہے۔
 تذکرۃ الموتی والقبور

تمام اہل سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ۔

عقائد اہل سنت و جماعت کے مشہور ترین جہان حضرت علامہ تفتازانی علیہ

الرحمۃ شرح عقائد میں فرماتے ہیں۔

و فی دعاء الاحیاء للاموات

زندوں کے مُردوں کے لیے دعا اور

و صدقتہم معنہم نفع لہم

صدقہ و خیرات کرنے میں مُردوں کو

خلافاً للمعتزلة۔

ضرور نفع پہنچتا ہے۔ صرف فرقہ معتزلہ

(شرح عقائد نسفی)

ایصالِ ثواب کا منکر ہے۔

صاحب بحر الرائق کتاب بدائع سے نقل کرتے ہیں۔

من صام او صلی او تصدق

جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے

و جعل ثوابہ لغيره من

یا صدقہ کرے اور اس کا ثواب کسی

الاحیاء وللأموات جاز

کو بخشے تو یہ بالکل جائز ہے اور اس

و یصل ثوابہا الیہم عند

کا ثواب اہل سنت کے نزدیک مردے

اہل السنۃ و الجماعۃ

کو ضرور پہنچتا ہے۔

اللہ تعالیٰ صحیح عقائد اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔



مسئلہ بدعت

مکتوبات شریف میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ سرہ نے بدعت کے متعلق متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ "فقیر کسی بدعت کو حسد نہیں مانتا اور فقیر کو کسی بدعت میں حُسن نظر نہیں آتا۔" مخالفین، مکتوبات شریف کے اس طرح کے الفاظ سے دھوکا دیتے ہیں۔ لہذا غلط فہمی کے ازالہ کے لیے مسئلہ بدعت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے مسلک و مشرب کی وضاحت ضروری ہے۔ درج ذیل تحقیق سے واضح ہو جائے گا کہ اس مسئلہ میں حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کا دوسرے علمائے اہل سنت سے کوئی اختلاف نہیں۔

حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ثم مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ ابن ماجہ کے حاشیہ انجیح الحاجتہ میں حدیث کل بدعتہ ضلالتہ کے تحت فرماتے ہیں:-

"نہایتہ میں ہے کہ بدعت دو قسم ہے بدعت بدنی اور بدعت ضلالتہ۔ تو جو بدعت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو وہ لائق مذمت و انکار ہے اور جو بدعت ان چیزوں کے تحت ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہیں وہ لائق مدح ہے۔ اور جن چیزوں کی شرع میں کوئی مخصوص صورت نہ ہو۔"

جیسے جو دو سخاکی مختلف صورتیں اور نیک اعمال کے مختلف طریقے تو ایسی چیزیں
افعال محمودہ (پسندیدہ) میں داخل ہیں۔ اور ان کو خلافت شرع نہیں کہا جاسکتا۔
کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں پر ثواب مقرر کیا
ہے۔ اور فرمایا ہے:-

من سن سنة حسنة	یعنی جو شخص اسلام میں نیک طریقہ
فله اجرها واجر من	جاری کرے تو اس کو اس کے جاری
عمل بها وقال في ضدها	کرنے کا اجر ملے گا۔ اور ان کا ثواب
من سن سنة سيئة	بھی ملے گا۔ جو اس پر عمل کریں گے
فعليه وزرها ووزر	اور جو شخص اسلام میں بڑا طریقہ جاری
من عمل بها۔	کرے گا تو اس کا بوجھ اس پر ہوگا۔
	اور جتنے لوگ اس بڑے طریقے پر عمل
	پیرا ہوں گے۔ ان سب کا بوجھ بھی
	اس پر ہوگا۔

اور بڑا طریقہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
حکم کے خلاف ہو۔ اور اسی اچھے طریقے میں سے ہے۔ تراویح یا جماعت ادا کرنے
کے متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک نعمت البدعة
ہذا۔ یعنی یہ بڑی اچھی "بدعت" ہے۔ اور تراویح کا یا جماعت ادا کرنا چونکہ
نیک کام تھا۔ لیکن حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ مبارک میں
نہیں تھا۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نعمت البدعة

فرمایا کہ بہت اچھی بدعت ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو تراویح دو تین رات ادا فرمائیں پھر انہیں چھوڑ دیا اور ان کی پابندی نہ فرمائی اور نہ لوگوں کو اس کے لیے جمع فرمایا اور نہ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں تراویح کو باجماعت نماز کی صورت میں اہتمام کے ساتھ ادا کیا گیا بلکہ تراویح کو یہ حیثیت سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حاصل ہوئی اور لوگوں کو جماعت کی صورت میں ان کی ادائیگی کی ترغیب دی۔ تو اس بنا پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح پر بدعت کا اطلاق کر دیا اور نہ درحقیقت یہ سنت میں داخل ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:-

عليكم بسنة وسنة
المخلفاء الراشدين من
بعدي
تم پر لازم ہے کہ میرے طریقے اور
میرے بعد آنے والے خلفاء راشدین
کے طریقے پر قائم رہو۔

یہ بھی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے:-
اقتدوا بالذین من
بعدي
میرے بعد آنے والے صحابہ کرام
کی اقتداء اور پیروی کرو۔

یہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

اقتدوا بالذین من
بعدي ابی بکر وعمر
یعنی میرے بعد آنے والوں (ابوبکر
وعمر رضی اللہ عنہما) کی اقتداء
پیروی کرو۔

اس تحقیق کے پیش نظر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد
 کل محدثۃ بدعة کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام کی
 مراد بدعتہ محدثہ مذمومہ سے وہ ہے جو اصول شریعت کے خلاف ہو اور موافق
 سنت نہ ہو۔ اور عرف میں بدعت کا اطلاق عموماً بدعت مذمومہ پر ہی ہوتا ہے۔
 علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کل بدعة ضلالة کے تحت لکھتے ہیں یہ عام

مخصوص البعض ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عام مخصوص البعض ہے۔

وَأُزَيَّبَتْ مِنْ كُلِّ
 یعنی اس عورت (ملکہ سبا بقیس) کو
 شئی ہے۔ سب کچھ دیا گیا تھا۔

یا ہوا کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔

تَدَّهَرُ كَكَّ شَيْءٍ
 یعنی وہ ہوا ہر شے کو تباہ و برباد کر

دیتی تھی۔

اور کل بدعتہ ضلالہ سے مراد عام بدعات ہیں۔ لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے
 ہیں۔ جن کی مثال نہ ہو۔ اور اصطلاح شرح میں بدعت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں نہ تھی۔

امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام اپنی کتاب القواعد کے آخر میں فرماتے ہیں
 بدعت پانچ قسم ہے۔

۱۔ بدعت واجبہ۔

جیسے علم نحو کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کا کلام
 سمجھنے کی یاقوت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شرع شریف کی حفاظت ضروری ہے۔ اور

یہ حفاظت بغیر ان قواعد نحویہ کے نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور جو چیز کسی ضروری چیز کا ذریعہ اور واسطہ ہو وہ بھی ضروری اور واجب ہوتی ہے، اسی طرح قرآن و سنت کے غرائب کا الفاظ مشککہ کے لیے لغات کا تتبع، حفظ بھی واجب و ضروری ہے۔ یوں ہی علم اصول فقہ اور علم کلام کی تدوین، جرح و تعدیل کے قواعد اور تقسیم و صحیح احادیث کی تیز کے طریقے جاننا بھی واجب و ضروری ہے۔

۲۔ بدعت محرمہ :-

یہ ہے۔ جیسے قدریہ، مرجئیہ اور مجسمہ فرقوں کے عقائد اور ان فرقوں کی تردید بھی واجب و ضروری ہے کیونکہ حفظ شرع کی خاطر ان بدعتی فرقوں کی تردید فرض کفایہ ہے۔

۳۔ بدعت مستحجمہ :-

جیسے مدارس دینیہ کا قیام۔ مسافر خانے بنانا اور ہر نیک کام جو صدر اول میں موجود نہیں تھا۔ اسی طرح نماز تراویح کی باجماعت ادائیگی، نصوص کے باریک مسائل میں بحث و گفتگو، دلائل کے ذریعہ مسائل کی تفہیم کے لیے مجالس و محافل کا انعقاد کہ یہ سب امور مستحب و مندوب ہیں۔

۴۔ بدعت مکروہ :-

جیسے خلاف شرع طریقہ پر مساجد کو سجانا وغیرہ۔

۵۔ بدعت مباحہ :-

جیسے نماز صبح و عصر کے بعد مصافحہ، اور لذیر کھانوں، عمدہ مشروبات، بہترین لباس اور اعلیٰ درجہ کے مکانات کا استعمال، کہ یہ اشیاء بدعت مباحہ

ہیں نیز عرس مہولہ و خوانی، ایصال ثواب، بہرہ نیت کذائی (فاتحہ دلانا) یہ امور بھی بدعت حسنہ ہونے کی وجہ سے جائز ہیں

حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ بھی ان تمام مذکورہ امور کو درست مانتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو اپنے مکاتیب شریفہ میں متعدد مقامات پر یہ بات ارشاد فرمائی ہے: "کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں یا بدعت میں کوئی حُسن نہیں" اور مخالفین حضرات اہل سنت و جماعت کے خلاف حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بات کو خوب اچھالتے ہیں۔ سو درحقیقت حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کے ان الفاظ میں کوئی اشکال یا پیچیدگی نہیں کیونکہ جس فعل یا چیز کو دوسرے علماء بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ مجدد صاحب قدس سرہ اسے داخل سنت مانتے ہیں اور اس پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ بدعت کو بدعت سیئہ ہی میں منحصر مانتے ہیں۔ یہ ایک اصطلاحی فرق ہے۔ اس بنا پر حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ اور دوسرے علماء کے درمیان یہ محض لفظی اختلاف ہے۔ حقیقی اختلاف نہیں۔ خوب سمجھ لینا چاہیے۔ بدعت حسنہ یا سیئہ کے متعلق حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا مذکورہ اصطلاحی فرق درج ذیل وجوہات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسئلہ بدعت میں حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے کرام کے درمیان صرف لفظی اور اصطلاحی فرق ہے۔ حقیقتہً کوئی اختلاف نہیں۔

(۱) حضرت شیخ مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ علیہ عرس بزرگان دین کو جائز مانتے ہیں۔ اور ان میں شرکت بھی کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ بحث عرس

میں آچکا ہے۔ نیز حضرات القدس جلد دوم کے صفحہ ۲۹ پر ہے کہ آنجناب
بتقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہ دہلی تشریف لائے۔

(۲) نیز گاہ گاہ آپ اپنے فوت شدگان کی فاتحہ بھی لاتے تھے۔ چنانچہ
ایصال ثواب کے باب میں اس امر کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اور زبدۃ
المقامات تصنیف حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ جامع دفتر
ثالث مکتوبات و مرید خاص حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ میں
اپنے پیر و مرشد امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے متعلق لکھتے ہیں:-

آزائجہ یہ کہ ایک روز آپ نے اپنے ایک فرزند متوفی کے ایصال ثواب
کے لیے کھانا پکوا یا۔ غلبہ انکسار کے باعث آپ کی زبان مبارک سے نکلا
کہ یہ ہمارا صدقہ کیونکر قبول ہو گا کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے:-
إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ
الْمُتَّقِينَ۔ سوائے اس کے نہیں کہ اللہ پرہیزگاروں
سے قبول کرتا ہے۔

تو اس آیت میں آپ کو آواز پہنچی:-

لَإِنَّكَ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ کہ تم پرہیزگاروں میں سے ہو۔

زبدۃ المقامات ص ۱۸

عہ یاد رہے کہ یہ واقعہ کتاب "حضرات القدس" مصنفہ علامہ بدر الدین صاحب رحمۃ

اللہ علیہ خلیفہ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کی جلد دوم کے صفحہ ۲۹ پر بھی مذکور ہے۔

(۳) مولود خوانی کو جائز قرار دیتے تھے۔ جیسا کہ مکتوبات شریف کے دفتر ثالث میں مذکور ہے۔

(۴) مزارات بزرگان دین کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے۔ اور قبر پر پڑے ہوئے اچھاڑ و غلاف کو تبرک جانتے تھے۔ اور عقیدت کے ساتھ قبول کرتے تھے۔ چنانچہ حضرات القدس (مصنفہ علامہ بدرالدین سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ رشید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں درج ذیل واقعہ مذکور ہے:-
مکاشفہ:-

ایک دفعہ حضرت شیخ (مجدد صاحب قدس سرہ) اجمیر شریف زیارتِ روضہ شریفہ قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ تشریف لے گئے تھے اور بہت دیر تک اس بدر اولیاء کے مزار پر انوار پر مراقب رہے۔ جب باہر نکلے تو مخرمان اسرارِ خاصہ سے فرمایا کہ حضرت خواجہ نے بہت کچھ اعطاف اور الطاف فرمایا اور اپنے برکاتِ خاصہ کی صیافت کی اور سخنان اسرار کی گفتگو فرمائی اور ہم کو جو یہ کوشش تھی۔ کہ لشکرِ سلطانی کی ہمراہی سے علیحدگی ہو جائے۔ آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس کو رخصتے حق تعالیٰ پر تفویض کرنے کے لیے حکم دیا۔ اتنے میں مجاورانِ مرقد منور حضرت خواجہ قدس سرہ چادرِ غلاف قبر شریف حضرت خواجہ کی کہ ہر سال تازہ آپ کی قبر پر قرب اثر پر ڈالی جاتی ہے یا سلاطین وقت اس کو تبرک لے لیتے ہیں۔ اور لعل و زمرہ کی طرح صندوق میں کامل تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں، بطورِ تحفہ کے آنجناب کے پاس لائے۔ اور کہا

کہ آپ سے بڑھ کر اس تبرک کا سزاوار اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس کو ادب کے ساتھ لیا۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ کا یہ تبرک ہمارے کفن کے لیے رکھا جائے۔ کہ اس وقت اس کے سوا حضرت خواجہ کے پاس اور کوئی لباس نہ تھا۔ اس لیے اُسے ہم کو عطا فرمایا؟

حضرات القدس ج ۲ ص ۸۰۷

جب اہل سنت و جماعت میں مروجہ تمام مذکورہ معمولات کو حضرت شیخ مجدد قدس سرہ جائز اور صحیح جانتے اور عملی طور پر انہیں کرتے بھی ہیں اور اس کے برعکس مخالفین کے نزدیک یہ چیزیں بدعت سیئہ ہیں تو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہ چیزیں بدعت سیئہ نہیں کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک یہ چیزیں بدعت سیئہ بھی ہوں اور پھر آپ کے نزدیک جائز بھی ہوں۔

(۵) اسی نزاع لفظی کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت شاہ محمد مظہر رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ اپنی کتاب مقامات سعیدیہ کے ص ۱۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت شاہ احمد سعید دہلوی فرمایا	میں فرمودند کہ بدعت حسنہ نزد
کہتے تھے کہ بدعت حسنہ حضرت	امام ربانی قدس سرہ داخل
امام ربانی قدس سرہ کے نزدیک داخل	سنت است اطلاق بدعت
سنت ہے۔ حضرت مجدد صاحب قدس	برائے فرمائید بموجب
سرہ قاعدہ کلیہ کل بدعة ضلالة	کُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ

و نزاع در میان ایشان و علماء
 کہ بوجود حسن بدعت قائل
 اند لفظی است و این را
 با بلغ و جوہ ثابت کرده اند
 کے مطابق اس پر بدعت کا لفظ اطلاق
 نہیں کرتے اور حضرت شیخ مجدد صاحب
 قدس سرہ اور ان علماء کے درمیان جو بدعت
 حسنہ کے قائل ہیں عربی لفظی نزاع ہے۔
 اور حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ
 اللہ نے اس بحث کو اپنے رسالہ رابطہ
 میں پوری شرح و بسط سے بیان
 فرمایا ہے۔

(۶) حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ اور دوسرے علمائے اہل سنت کے
 درمیان اس اصطلاحی اور لفظی فرق کو بیان کرتے ہوئے حضرت علامہ محمد
 مراد کی معرب مکتوبات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

يقول المعرب عفى عنه
 قد شد الامام الرباني
 قدس سرہ في البدعة
 تشديد كثيرا في غير
 موضع من مكاتيبه
 ويحق له ذلك فلو لا
 هذا الاستغراق
 معرب مکتوبات امام رباني (محمد مراد کی)
 عفى عنه کتاب ہے کہ حضرت امام رباني قدس
 سرہ نے اپنے مکتوبات میں بحث سے
 مقالات پر بدعت کے متعلق سخت رویہ
 اختیار فرمایا ہے۔ اور آپ اس کے
 حق دار بھی تھے کیونکہ اگر بدعت کے
 معاملہ میں آپ شدت نہ اختیار

ظلمات البدعة جميع
 بلاد الهند وما وراء
 النهر ولا يخالف قوله
 في ذلك قول العلماء
 الاسلام رحمة الله
 حيث قسموا الله البدعة
 على حسنة وسيئة
 واراوا بالحسنة ما
 يكون له اصل في الصد
 الاول ولو اشارة كبناء
 المناثر والمدارس
 والرباطات وتدوين
 الكتب وترتيب الدلائل
 ونحو ذلك والسيئة
 ما ليس له اصل فيه
 اصلا فالامام قدس
 ستره لا يطلق اسم
 البدعة على القسم الاول
 لوجود اصله في الصدر

فرماتے تو سارا ہندوستان اور ماوراء
 النہر کا علاقہ بدعت کی تارکیوں میں
 ڈوب جاتا لیکن بدعت کے متعلق
 آپ کا یہ رویہ دوسرے علمائے
 اسلام کے اس قول کے خلاف
 نہیں کہ بدعت دو قسم ہے۔ بدعت
 حسنة اور بدعت سیئہ کیونکہ حسنة
 سے ان کی مراد ہر ایسی شے ہے جس
 کے لیے صدر اول میں اصل موجود ہو
اگرچہ اشارہ ہی ہو۔ جیسے مساجد
 کے منارے بنانا۔ مدارس اسلامیہ
 قائم کرنا۔ مسافر خانے تعمیر کرنا، کتابوں
 کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور
 اسی طرح اور چیزیں اور بدعت سیئہ
 وہ ہے جس کی صدر اول میں بالکل کوئی
 اصل اور بنیاد نہ ہو تو حضرت امام
 ربانی قدس سرہ بدعت کی قسم اول
 پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ
 اس کی اصل صدر اول میں موجود

الاول فلا يكون مبتدعا
 ومحدثا بل يخصه بالقسم
 الثاني فقط لكونه مبتدعا
 ومحدثا حقيقة لقوله صلى
 الله تعالى عليه وسلم وكل
 بدعة ضلالة فالنزاع
 بينهما لفظي اعني في اطلاق
 اسم البدعة على القسم الاول
 وعدم اطلاقه المحسنة
 عند العلماء داخله عند
 الامام الرباني قدس سره
 في السنة.
 حاشية مکتوبات شریف مطبوعہ
 نقوش پریس لاہور دفتر اول -
 مکتوب ۱۳۱ از مولانا نور احمد صاحب
 امرتسری

ہوتی ہے۔ تو ایسا شخص مبتدع اور
 محدث بھی نہیں کہلائے گا۔ بلکہ آپ
 بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم پر
 ہی کرتے ہیں۔ دراصل اس دوسری
 قسم کا ترکیب ہی مبتدع اور محدث
 کہلانے کا سزاوار ہے اور اس بنا پر بھی
 کہ حضور علیہ السلام نے مطلقا فرمایا
 کل بدعة ضلالة خلاصہ یہ نکلا کہ
 بدعت حسنة اور سیئہ کے مسئلہ میں
 حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دوسرے
 علمائے کرام کے درمیان محض نزاع لفظی
 ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرتا
 چاہیے یا نہیں الغرض علماء وجہ بدعت
 حسنة کہتے ہیں مجدد صاحب قدس سرہ
 کے نزدیک سنت میں داخل ہے۔

(۷) شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ابن ماجہ کے حاشیہ انجیح الحاجتہ میں حدیث
 من احدث فی امرنا هذا ما لیس منہ کے تحت فرماتے ہیں:-
 ای ما لہ لیکن من وسائلہ یعنی مردود وہ بدعت ہے جو دین بادیہ

فان الوسيلة داخله فيه
 دل هذا قال الشيخ المجدد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
 العلوم التي وسائل الامر
 الدين كالصرف والنحو
 داخله في السنة ولا يطلق
 علينا اسم البدعة فان
 البدعة عندك رضی اللہ
 عنہ ليس فيها حسن
 البتة -

کے وسائل میں سے نہ ہو۔ کیونکہ کسی نئے
 کا ذریعہ اور وسیلہ بھی اس نئے میں
 داخل ہوتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت شیخ
 مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے
 کہ ایسے علوم جو حصول دین کے ذرائع
 اور وسائل ہیں جیسے علم صرف و نحو وہ
 سنت میں داخل ہیں۔ اور حضرت شیخ
 مجدد رضی اللہ عنہ ان پر بدعت کا اطلاق
 نہیں کرتے۔ کیونکہ حضرت شیخ مجدد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بدعت

میں بالکل کوئی حسن نہیں۔

انجام الحاجتہ حاشیہ ابن ماجہ

الغرض مذکورہ بالا بحث و تحقیق سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ
 میں بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دوسرے علمائے اہل سنت و جماعت میں ہرگز
 کوئی اختلاف نہیں۔ امید ہے کہ یہ تحقیق ذہن نشین ہو جانے کے بعد مخالفین اس
 معاملہ میں بھی کسی کو بہکانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔



فضیلتِ حسین

رضوان اللہ تعالیٰ عنہما

جو لوگ سلاطین مغلیہ کے دور حکومت کی تاریخ سے واقف ہیں انہیں اچھی طرح علم ہے کہ دور اکبری میں مغلیہ حکومت کے اندر شیعوں کا کافی عمل دخل ہو چکا تھا۔ اور عہد جہانگیری میں تو نور جہاں کی بدولت حکومت کی پوری باگ ڈور ہی شیعوں کے ہاتھ چلی گئی تھی۔ خود جہانگیر تزک جہانگیری میں رقم طراز ہے۔

درد دولت پادشاہی من اب میری ساری بادشاہی اسی
 حال اور دست این سلسلہ سلسلہ (نور جہاں کے خاندان) کے
 است پدر دیوان کل پسر ہاتھ میں ہے اس (نور جہاں) کا باپ
 وکیل مطلق۔ دختر ہمران دیوان کل ہے اور اس کے باپ کا
 و مصاحب۔ لڑکا (اصف خان) وکیل مطلق ہے
 اور بیٹی ہمران وہم صحبت۔

ایسے حالات میں الناس علی دین ملوکہم کے مطابق لوگوں پر شیعیت کا اثر ہونا ضروری تھا چنانچہ عوام میں شدہ شدہ شیعہ نظریات و خیالات سراپت

کرنے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی "افضلیت مطلقہ" کا عقیدہ اور جن صحابہ کرام نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اختلافات کئے تھے۔ ان کے متعلق عام لوگوں میں بغض و عداوت کے اثرات پھیلنے لگے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دنیا میں تشریف آوردی ہی چونکہ اس لیے ہوئی تھی۔ کہ اس طرح کے فتنوں کا استیصال کر کے دین اسلام کو از سر نو تازہ کریں۔ اس لیے آپ نے اس فتنہ کی طرف خاص توجہ کی اس مقصد کے لیے آپ نے شیعہ علماء سے مناظرے و مباحثے کیے جن میں ان کو فاش شکستیں ہوتی رہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیعیت کے جراثیم جو بڑی تیزی سے پھیل رہے تھے، بہت حد تک رُک گئے۔ اور آپ کی اس ضرب کاری نے اس فتنہ کی کمر توڑ دی۔ شیعیت کی تردید میں رسائل و کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جس سے شیعیت کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کے بادل چھٹ گئے۔ اپنے بیسیوں مکاتیب میں اطراف عالم میں پھیلے ہوئے اپنے خلفاء و مریدین کو اس فتنہ کی سرکوبی کی تلقین و تاکید فرمائی۔

شیعہ حضرات سادہ لوح سنیوں کو بہکانے کی ابتداء اس طرح کرتے ہیں کہ عوام سنیوں کو سب سے پہلے اس عقیدے پر لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب میں قریبی رشتہ دار ہیں۔

(۲) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سب سے لاڈلی بیٹی حضرت

فاطمہ الزہرا کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔

(۳) حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بچپن سے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنکوش تربیت میں پروان چڑھے۔

(۴) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان سے مختلف مواقع پر حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے خصوصی فضائل و مناقب بیان فرمائے۔ ان خصوصیات کی بنا پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب صحابہ سے افضل اور بلند مرتبہ تھے۔ لہذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد خلافت اور حضور کی جانشینی کے اولین حقدار وہی تھے لیکن خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ نے ان کو ان کا یہ حق نہ دیا بلکہ آپ کا حق غصب کر لیا۔ اور ان سے بے انصافی کی اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ منتخب کرنے میں غلطی کی، معاذ اللہ بس یہاں سے خلفائے ثلاثہ اور بعض دوسرے اجلہ صحابہ سے بغض و عداوت اور بدظنی کی ابتدا ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ شیعیت کا پہلا زینہ عقیدہ "تفضیل علی" ہے۔ حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے گراں قدر مکتوبات میں جا بجا اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے کے چند ایک اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ قارئین کرام پر ان اقتباسات کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا۔ کہ افضلیت شیخین (صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا عقیدہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک قطعی و اجماعی ہے اور جو شخص بھی اس عقیدہ سے انحراف کرتا ہے۔ وہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔

تکلیفیں و حقوق

<p>۱۔ اللہ کی تعظیم و تکریم</p> <p>۲۔ اللہ کے رسولوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۳۔ اللہ کے دینوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۴۔ اللہ کے نبیوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۵۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۶۔ اللہ کے انبیاء کی تعظیم و تکریم</p> <p>۷۔ اللہ کے رسل کی تعظیم و تکریم</p> <p>۸۔ اللہ کے فرشتوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۹۔ اللہ کے علمبرداروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۰۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۱۔ اللہ کے انبیاء کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۲۔ اللہ کے رسل کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۳۔ اللہ کے فرشتوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۴۔ اللہ کے علمبرداروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۵۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۶۔ اللہ کے انبیاء کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۷۔ اللہ کے رسل کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۸۔ اللہ کے فرشتوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۹۔ اللہ کے علمبرداروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۲۰۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p>	<p>۱۔ اللہ کی تعظیم و تکریم</p> <p>۲۔ اللہ کے رسولوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۳۔ اللہ کے دینوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۴۔ اللہ کے نبیوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۵۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۶۔ اللہ کے انبیاء کی تعظیم و تکریم</p> <p>۷۔ اللہ کے رسل کی تعظیم و تکریم</p> <p>۸۔ اللہ کے فرشتوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۹۔ اللہ کے علمبرداروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۰۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۱۔ اللہ کے انبیاء کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۲۔ اللہ کے رسل کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۳۔ اللہ کے فرشتوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۴۔ اللہ کے علمبرداروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۵۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۶۔ اللہ کے انبیاء کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۷۔ اللہ کے رسل کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۸۔ اللہ کے فرشتوں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۱۹۔ اللہ کے علمبرداروں کی تعظیم و تکریم</p> <p>۲۰۔ اللہ کے پیغمبروں کی تعظیم و تکریم</p>
---	---

اگر دیگران در تمام عمر ریاضات
 و مجاہدات سعی نمایند مرتبہ
 ان فعل قلیل اصحاب زہد
 لہذا آل سرور فرمودہ علیہ
 و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
 کہ اگر انفاق نمایند یکے از
 شما مانند کوہ احد طلارا
 زہد ان انفاق بحد شجر
 اصحاب کہ انفاق نمایند بلکہ
 بہ نصف ہم زہد افضلیت
 حضرت صدیق رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ازین راہ آمدہ
 است کہ او اسبق است در
 انفاق اموال کثیرہ و در
 خدمات لائقہ۔ لہذا در شان
 او نازل شدہ است کریمہ
 لَا یَسْتَوِی مِنْکُمْ مَنْ
 أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
 وَقَاتَلَ وَأُولَئِکَ الْأَعْظَمُ

میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیں تو
 بھی صحابہ کرام کے اس فعل قلیل کے
 مرتبہ کو نہیں پاسکتے۔ اسی بنا پر حضور
 سرور عالم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
 نے فرمایا کہ اسے (صحابہ کے بعد آنیوالوں)
 اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کی مقدار
 میں بھی فی سبیل اللہ سونا خرچ کرے
 تو میرے صحابہ کے ایک سیر بلکہ نصف
 سیر جو انہوں نے راہ خدا میں دیے اس کے
 برابر نہیں ہو سکتا۔ حضرت صدیق اکبر
 رضی اللہ عنہ کی دوسرے تمام صحابہ کرام
 سے افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ آپ
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان
 لانے میں، جان نثاری میں راہ خدا میں
 اموال کثیرہ خرچ کرنے میں اور دوسری
 خدمات لائقہ میں سب سے اول و اسبق
 ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں درج
 ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اے

دَرَجَةٌ مِّنَ الَّذِينَ
 أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا
 وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحَسَنَىٰ

صحابہ تم میں وہ لوگ جو فتح مکہ سے قبل راہ
 خدا میں مال خرچ کرتے رہے اور جہاد میں
 مصروف رہے مرتبہ میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ
 یہ درجہ اور نشان میں ان سے بہت بڑھ کر ہے
 جنہوں نے بعد فتح اپنے مال راہ حق میں خرچ
 کئے اور کفار سے لڑے۔ لیکن اتنی بات ضروری
 ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ دونوں
 گروہوں سے کیا ہو ہے۔

صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کے تمام صحابہ سے افضل ہونے کی وجہ

(۲) جمع نظر بر کثرت فضائل
 و مناقب دیگران انداختہ
 در افضلیت او توقف نمایند
 نمیدانند اگر سبب افضلیت
 کثرت فضائل و مناقب
 بود بیاست کہ بعضی از
 آحاد امت کہ این فضائل
 دارند از نبی خود افضل باشند

ایک گروہ سے دوسرے صحابہ کرام
 کے کثرت فضائل و مناقب پر نظر کرتے
 ہوئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کی افضلیت میں توقف کرتا ہے۔ لیکن
 یہ لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ اگر
 افضلیت کا سبب کثرت فضائل و مناقب
 کو قرار دیا جائے تو ایسی صورت میں تو بعض
 غیر صحابہ جو کثرت فضائل و مناقب رکھتے

کہ این فضائل تدارک پس مایہ
 اتفاضل دیگر است وراء
 این فضائل و مناقب و آن
 بزعم این فقیر اسبقیت تائید
 دین و اقدمیت انفاق
 اموال و بذل نفس در
 نصرت احکام دین رب
 العالمین۔

ہیں۔ اپنے نبی سے بھی افضل قرار پائیں
 گئے جو اس طرح نہ ہو (حالانکہ غیر نبی کا نبی
 سے افضل ہونا عقلاً و شرعاً محال ہے۔
 لہذا کثرت فضائل و مناقب افضلیت
 کی وجہ نہیں ہو سکتی) بلکہ افضلیت کی
 وجہ ان فضائل و مناقب کے سوا اور
 چیز ہے۔ اور وہ اس فقیر کے نزدیک
 تائید دین اسلام میں اولیت و اسبقیت
 اور رب العالمین کے احکام کی مدد و نصرت
 میں جان نثاری اور انفاق اموال میں
 پیش پیش ہونا ہے۔

دوسرے چھوڑ کر فرماتے ہیں:-

(۳) و درین امت بعد از نبی
 ما علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
 صاحب این دولت عظمی
 صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 است کہ اسبق سابقان
 است در انفاق اموال

اور تائید دین منین میں اولیت کی
 دولت عظمیٰ ہمارے نبی کریم علیہ و علی
 آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد صرف حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل
 ہے۔ کیونکہ آپ ہی راہ حق تعالیٰ میں
 اموال خرچ کرنے، کفار سے جدال و

کثیر و در مقابلہ و مجادلہ
 شدیدہ و در بذل عرض
 و جاہ و در رفع فساد و تباہ
 از جہت تائید دین و نصرت
 سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت
 و التسلیمات پس افضلیت
 از دیگران اورا مسلم باشد۔

قتال کرنے میں، اور اپنی عزت و آبرو
 دین کے لیے لٹا دینے میں، فساد اور
 خرابیوں کو دور کرنے میں اور تائید
 دین اور حضور علیہ و علیہم الصلوٰت و
 التسلیمات کی مدد و نصرت کرنے میں
 سب سے سابق اور پہلے ہیں۔ لہذا
 تمام صحابہ کرام سے افضلیت بھی
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کو ہی حاصل ہے۔

چند سطر بعد فرماتے ہیں:-

(۴) و حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ
 نیز فرمودہ است کہ ابو بکر
 و عمر افضل این امت اند
 ہر کہ برابر ایشان فضل و ہد
 مفتزی ست اور اتا زیانہ
 ز غم چنا پنچہ مفتزی راز نند
 تحقیق این مبحث در کتب و
 رسائل خود بتفصیل نمودہ۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے بھی خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا
 کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس
 امت میں سب سے افضل ہیں جو
 شخص مجھے ان سے افضل قرار دے
 وہ مفتزی ہے میری طرف سے ایسے
 شخص کو مفتزی کی طرح کوڑے مارنے
 کا حکم ہے۔ میں نے اس مسئلے کی تحقیق اپنے

رسائل اور اپنی کتابوں میں کر دی ہے۔

(۵) امام برحق و خلیفہ مطلق بعد
حضرت خاتم مرسل علیہ و علیہم
الصلوات و التسلیمات حضرت
ابوبکر صدیق است۔
حضرت ختم المرسلین علیہ و علیہم
الصلوات و التسلیمات کے بعد امام
برحق اور خلیفہ مطلق حضرت ابوبکر
صدیق ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
مکتوب ۶۷ دفتر دوم

(۶) افضلیت حضرات خلفائے
اربعہ بترتیب خلافت ایشان
چہ اجماع اہل حق کہ افضل بشر
بعد پیغمبران صلوات اللہ
تعالیٰ و تسلیما تہ سبحانہ علیہم
اجمعین۔ حضرت صدیق است
رضی اللہ عنہ۔ بعد ازاں حضرت
فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
حضرات خلفائے اربعہ میں افضلیت
کی ترتیب خلافت کی ترتیب کے مطابق
ہے کیونکہ اس امر پر اہل حق کا اجماع و
اتفاق ہو چکا ہے کہ افضل البشر
بعد الانبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات
سیدنا حضرت صدیق ہیں۔ پھر فاروق
اعظم اور پھر حضرت عثمان غنی اور پھر
سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ہیں۔
دفتر سوم مکتوب ۷۱

(۷) افضلیت ایشان بترتیب
خلفائے اربعہ میں افضلیت کی

خلافت است افضلیت
شیخین با جماع صحابہ
و تابعین ثابت شدہ
است۔
حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے
فرمایا کسیکے برابر ابی بکر و عمر
فضل بدہ مفتری است و
اور اتنا زیانہ رنم چنانکہ مفتری
رازتند۔

ترتیب، خلافت کی ترتیب کے مطابق
ہے شیخین (ابو بکر صدیق و عمر فاروق
رضی اللہ عنہما) کی بنام صحابہ پر افضلیت
خود صحابہ کرام و تابعین عظام کے اجماع
سے ثابت ہو چکی ہے۔
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے
ہیں جو مجھے ابو بکر و عمر پر فضیلت دے
وہ مفتری ہے میں اسے اسی طرح کوڑے
لگاؤں گا جس طرح مفتری بولگانے
جاتے ہیں۔

مکتوب ۶۷ دفتر دوم

(۸) نور الحمد والصلوة و تبلیغ
الدعوات معلوم اخوی ارشدی
خواجہ محمد اشرف باد۔ بعضے
از علوم غریبہ و اسرار عجیبہ
و مواہب لطیفہ و معارف
شریفہ کہ اکثر انہا تعلق بفضائل
و کمالات حضرت شیخین و
ذی النورین و جیدر کرار سے ہے۔ اپنے

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد
اخوی ارشدی خواجہ محمد اشرف پر
واضح ہو کہ بعضے علوم غریبہ و اسرار عجیبہ
و مواہب لطیفہ اور معارف
شریفہ کہ ان سے اکثر کا تعلق فضائل
و کمالات شیخین را ابو بکر و عمر حضرت
ذو النورین اور فضائل و کمالات
حضرت جیدر کرار سے ہے۔ اپنے

داشتہ حسب فہم قاصر خود
 مینویسد بگوش بوش استماع
 فرمانید صدیق و فاروق با وجود
 حصول کمالات محمدی و وصول
 بدرجات ولایت مصطفوی
 علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
 در میان انبیاء ما تقدم در طرف
 ولایت مناسبت بحضرت ابراہیم
 صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علی
 نبینا و علیہ دارند در طرف
 دعوت کہ مناسب مقام نبوت
 است۔ مناسبت بحضرت موسیٰ
 دارند صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ
 علی نبینا و علیہ حضرت ذوالنورین
 در ہر دو طرف مناسبت بحضرت
 نوح دارند صلوات اللہ تعالیٰ
 و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ اور
 حضرت امیر در ہر دو طرف
 مناسبت بحضرت عیسیٰ دارند

فہم قاصر کے مطابق لکھتا ہوں۔
 گوش بوش سے سنیں۔ حضرت صدیق
 و فاروق، کمالات محمدی کے حصول
 کے باوجود گذشتہ انبیاء کرام
 میں سے جانب ولایت میں حضرت
 ابراہیم خلیل اللہ صلوات و تسلیماتہ
 علی نبینا و علیہ سے مناسبت رکھتے
 ہیں۔ اور جانب دعوت و تبلیغ میں
 حضرت موسیٰ کلیم اللہ صلوات
 اللہ و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ سے
 مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت
 عثمان غنی ذوالنورین ہر دو جانب
 میں حضرت نوح صلوات اللہ
 و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ سے
 مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت
 علی مرتضیٰ دو نوں جانب میں حضرت
 عیسیٰ صلوات اللہ و تسلیماتہ علی
 نبینا و علیہ سے مناسبت رکھتے
 ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ روح

صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علی نبینا و علیہ و آلہ و صحبہ وسلم
 اللہ بھی ہیں اور اس کا کلمہ بھی، اس بنا پر آپ میں جانب نبوت سے
 روح اللہ است و کلمہ اولاً جرم جانب ولایت غالب ہے۔ اسی طرح
 طرف ولایت در ایشاں غالب حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی اس
 است از جانب نبوت در حضرت مناسبت کی بنا پر جانب ولایت
 امیر نیز بواسطہ آن مناسبت غالب ہے۔
 طرف ولایت غالب است۔

اسی مکتوب میں کچھ سطروں کے بعد فرماتے ہیں :-

(۸) حضرت صدیق و قاروق حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ
 حامل بار نبوت محمدی اند علی عنہما اپنے اپنے مراتب کے مطابق
 اختلاف المراتب و حضرت بار نبوت کے حامل ہیں۔ اور حضرت
 امیر بواسطہ مناسبت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ
 عیسیٰ و غلبہ جانب ولایت علیہ السلام کے ساتھ مناسبت کی
 حامل بار ولایت محمدی و وجہ سے ولایت محمدی کے بوجہ
 حضرت ذوالنورین باعتبار کے حامل ہیں اور حضرت عثمان
 برزخیت حمل بار پر دو طرف ذوالنورین دونوں جانبوں کے درمیان
 فرمودہ اند و تو اند بود کہ ہونے کی وجہ سے بار نبوت اور ولایت
 بایں اعتبار نیز ایشاں را دونوں کے حامل ہیں۔ ممکن ہے اس

درجہ سے بھی آپ کو ذوالنورین (دو
نوروں والے) کہتے ہوں۔

پندرہ سطر بعد پھر فرماتے ہیں:-

(۹) وچوں حضرت امیرِ حاملِ بار
ولایتِ محمدی بودہ اند اکثر
سلاسل اولیاءِ بایشاں
منتسب گشت و کمالات
حضرت امیرِ پیش از کمالات
حضرت شیخین بر اکثر اولیاء
عزالت کہ کمالات و ولایت
مخصوص اند ظاہر شد اگر نہ
اجماع اہل سنت بر افضلیت
شیخین بودے کشف اکثر
اولیاء عزالت با فضیلت حضرت
امیر حکم کردے زیر اکہ
کمالات حضرت شیخین شبیہ
کمالات انبیاء است علیہم
الصلوات و التسلیمات دست

اور چونکہ حضرت علی مرتضیٰ ولایتِ محمدی
کے بار (بوجھ) کے حامل ہیں۔ اس بنا
پر اکثر سلاسل اولیاء آپ سے منسوب
ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ
عنه کے کمالات اولیاء عزالت و خلوت
نشین) پر جو کمالات و ولایت کے ساتھ
مخصوص ہیں شیخین کے کمالات کی
نسبت بہت زیادہ ظاہر ہوئے ہیں۔
اگر افضلیت شیخین (ابوبکر و عمر رضی
اللہ عنہما) پر اہل سنت و جماعت کا
اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیاء عزالت کا
کشف اس کے خلاف فیصلہ کرتا
در اصل حضرت شیخین کے کمالات،
کمالات انبیاء علیہم السلام سے مناسب
و مشابہت رکھتے ہیں۔ اربابِ ولایت

ارباب ولایت از دامانی آلی
 کمالات کو تباہ است و کشف
 ارباب کثوت بواسطہ علو درجہ
 آتما در راہ، کمالات ولایت
 در جنب ان کمالات کا مطروح
 فی الطریق اند۔ کمالات ولایت
 زینہا انداز برائے عروج بر
 کمالات نبوت پس مقدمات
 را از مقاصد چہ خبر بود مبادی
 را از مطالب چہ شعور۔ امروز
 این سخن بواسطہ بعد نبوت بر
 اکثرے گرانست و از قبول دور
 لیکن چہ تو اں کردے
 در پس آئینہ طوطی صفتم داشته اند
 آنچه استاذ ازل گفت ہمہ میگویم
 اما الحمد للہ سبحانہ والمنة
 کہ دریں گفتگو بعلم اہل سنت
 شک اللہ سعیم موافقم و باجماع
 ایشان متفق است۔ لالی ایشان

کا ہاتھ کمالات نبوت کے دامن تک
 نہیں پہنچ سکتا۔ اور ارباب کشف کا
 کشف کمالات نبوت کے درجات
 کی بلندی کے راستے میں ہی رہ جاتا
 ہے۔ کمالات ولایت نبوت کے کمالات
 کے سامنے کا مطروح فی الطریق ہیں
 کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بلکہ کمالات
 ولایت کمالات نبوت کی طرف عروج
 کرنے کا صرف زینہ ہیں۔ لہذا مقدمات
 کو مقاصد کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ اور
 مبادی کو مطالب کا کیا شعور ہو سکتا
 ہے۔ آج بہ بات زمانہ نبوت سے دور
 کے باعث اکثر لوگوں پر گراں گزرے
 گی۔ اور اس بات کو طبائع قبول کرنے
 سے گریز کریں گی لیکن کیا کیا جائے۔
 در پس آئینہ طوطی صفتم داشته اند
 آنچه استاذ ازل گفت ہمہ میگویم
 (خلاصہ ترجمہ) لیکن میں تو وہی کچھ کتابوں
 جس کا مجھے ادھر سے حکم ہوتا ہے۔

را بر من کشفی ساخته اند و اجمالی
 را تفصیلی این فقیر را تا زمانیکہ
 بحالات نبوت بتابعت پیغمبر
 خود رسانیدند بر فضائل شخصین
 بطریق کشف اطلاع درخشیدند
 وغیر از تقلید را ہے نہ نمودند
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا
 لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ
 لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ
 جَاءَتْ رُسُلًا رَبِّنَا بِالْحَقِّ
 وَرَبِّ شَخْصِي تَقَلُّبُ كَرْدِ كِه نَوْ قِسْمَه
 اند کہ نام حضرت امیر برور
 بہشت ثبت کردہ اند بخاطر
 رسید کہ حضرات شخصین را انحصار
 آن موطن چہ باشد بعد از
 توجہ تام ظاہر شد کہ دخول
 این امت در بہشت
 باستصواب و تجویز این دو
 اکابر خواهد بود گوئی حضرت

مگر الحمد للہ سبحانہ والمنتبہ کہ میں اس
 گفتگو میں علماء اہل سنت و شکر اللہ
 کے موافق اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔
 علماء کے استدلالی مسائل و مطالب مجھ پر
 منکشف کر دیے گئے ہیں اور اجمالی مسائل
 میرے لیے تفصیلی ہو چکے ہیں۔ اس فقیر
 کو جب تک کمالات نبوت نہیں دکھائے
 گئے تھے اور فضائل و کمالات شخصین را بویکر
 و عمر اہد بصورت کشف اطلاع نہیں دی
 گئی تھی تو تقلیداً افضلیت ابو بکر و عمر
 رضی اللہ عنہما کا فائل تھا۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ
 الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ
 لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ
 رُسُلًا رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔
 ایک روز کسی نے یہ بات نقل کی کہ
 بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی
 رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک بہشت کے
 دروازہ پر لکھا ہوا ہے یہ بات سن کر
 دل میں گزرا کہ حضرات شخصین کی شان وہاں

صدیق بر در بہشت ایستادہ
اندو تجویز دخول مردمے
فرمودند و حضرت فاروق دست
گرفتہ بدرونے برند و مشہود
میگردد کہ گویا تمام بہشت
بنور حضرت صدیق مملو است
در نظر حقیر حضرات شیخین را
در میان جمیع صحابہ شان
علیحدہ است و درجہ منفردہ
گویا ہیچ احدے مشارکت
ندارند۔

کیا ہوگی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ
جنت میں لوگوں کا داخلہ ان دونوں حضرات
(ابوبکر صدیق و عمر فاروق اعظم) رضی
اللہ عنہما کی تجویز و رائے سے ہوگا۔
گویا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ
عنه بہشت کے دروازہ پر تشریف
فرمایں۔ اور لوگوں کو بہشت میں داخلے
کی اجازت فرما رہے ہیں اور حضرت
فاروق اعظم ہاتھ پکڑ پکڑ کر جنت کے
اندرے جا رہے ہیں۔ اور یوں محسوس
ہوا کہ تمام بہشت حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے نور سے پڑ رہے اس فقر
کی نظر میں ان دونوں حضرات کو بلا تشناہ
تمام صحابہ کرام میں علیحدہ شان عطا ہوئی
ہے۔ اور منفرد درجہ ملا ہے گویا کسی کو
بھی اس میں شرکت نہیں۔

پھر کچھ سطویں چھوڑ کر فرماتے ہیں:-

(۱۰) و شیخین بعد از موت نیز از حضرت
حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی

نمودہ اندو بر این معنی
 اجماع فرمودہ اندو کشفی
 کہ بر خلافت این اجماع
 ظاہر شدہ بر عدم صحت
 حمل نمودہ اعتبار نہ کردہ
 اند۔ کیف وقد صم فی
 الصدر الاول افضلیتہا
 کما روی البخاری عن
 ابن عمر قال کنا فی
 زمن النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم لا
 نعدل بابی بکمر احدنا۔
 ثم عمر ثم عثمان ثم
 نترہ اصحاب النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم
 لا نفاضل بینہم
 متواتر روایات کی بنا پر ان دونوں
 حضرات کے کمالات کو معلوم کیا ہے
 اور ان کے فضائل کو پہچانا ہے اس
 وجہ سے بے حیل و حجت ان کی افضلیت
 کا فیصلہ کیا ہے اور اس افضلیت
 پر اجماع کیا ہے۔ اور صوفیا کا جو
 کشف بھی اس اجماع کے خلاف
 ظاہر ہوا ہے اس کو غلط جانتے
 ہوئے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور
 اس طرح کے غیر صحیح کشف کا اعتبار
 بھی کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ جب
 کہ صدر اول (دو پہلے صحابہ) میں ان کی
 افضلیت مسلم ہو چکی تھی۔ جیسا کہ امام
 بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے
 کہ ہم لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں حضرت
 ابو بکر صدیق کے برابر کسی کو نہیں
 جانتے تھے ان کے بعد حضرت عمر

فاروق کو اور ان کے بعد حضرت عثمان
 غنی کو پھر ان تین کے بعد باقی صحابہ میں
 کوئی تفاضل نہیں جانتے تھے۔

خلاصہ اقباسات

(۱) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صحابہ کرام پر
 افضلیت خود تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان و تابعین عظام کے اجماع سے
 ثابت ہے اس اجماع کو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔
 (۲) بلکہ جمیع صحابہ کرام باقی تمام امت سے یقیناً قطعاً افضل ہیں۔ کیونکہ اس افضلیت
 کی علت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شرف صحبت ہے۔ اور یہ شرف صحابہ
 کرام کو ہی حاصل ہے۔

(۳) صحابہ کرام کے معمولی درجہ کے نیک کام کے سامنے بعد والوں کے ہزاروں بڑے
 بڑے نیک کام کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس
 وقت اسلام کی خدمت کی جب اللہ کا یہ دین کمزور تھا۔ مسلمانوں کی
 تعداد قلیل تھی۔ اسی لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہارا
 اُحد پیار کی برابر سونا خرچ کرنا میرے صحابہ کے نصف سیر جو خرچ کرنے
 کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(۴) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام صحابہ کرام سے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے

کہ آپ راہِ خدا میں جان مال اور ہر چیز خرچ میں اول و اسبق ہیں۔ یہ سعادت صرف سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی حاصل ہے۔ اس لیے افضل البشر بعد الانبیاء بھی صرف آپ کی ذات مقدس ہے۔

(۵) قرآن حکیم میں بھی فرمایا گیا کہ فتح مکہ کے بعد ایمان لا کر کفار سے جدال و قتال کرنے والے اور اپنا مال و متاع خرچ کرنے والے ان اہل ایمان کے درجات کے برابر نہیں ہو سکتے جن کو یہ سعادت فتح سے قبل ہی نصیب ہو چکی ہے۔

(۶) بعض کم فہم لوگ دوسرے صحابہ میں فضائل و مناقب کی کثرت دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت میں تردد و توقف کرتے ہیں۔ یہ ان کی سراسر غلط فہمی ہے کیونکہ افضلیت کا سبب فضائل و مناقب کی کثرت نہیں۔ بلکہ اس کا سبب دین اسلام کی خدمت اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد و نصرت و احکام خداوندی کی تائید و حمایت میں اول و اسبق ہونا ہے۔

(۷) خود سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس امت میں سب سے افضل ہیں۔ جو شخص مجھ کو ان دو بزرگوں پر فضیلت دے۔ وہ مفتری ہے میں اس کو مفتری کی طرح کوڑے لگاؤں گا۔

(۸) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد امام برحق اور خلیفہ مطلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

(۹) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار خلیفوں میں افضلیت بھی اسی ترتیب

سے جو خلافت کی ترتیب ہے۔

(۱۰) حضرت صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم ولایت و نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کمالات سے مشرف ہونے کے ساتھ ساتھ جانب ولایت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور تبلیغ و دعوت اسلام کے پہلو سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین دونوں پہلوؤں کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جانب ولایت غالب ہے۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ میں بھی اس مناسبت سے کمالات نبوت کی نسبت کمالات ولایت کا پہلو غالب ہے۔

(۱۱) چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جانب ولایت کے کمالات کا غلبہ ہے اس لیے اکثر سلاسل اولیاء آپ کی طرف منسوب ہیں۔ اور وہ اولیاء اللہ جو عزت گزیر رہتے ہیں اور جو صرف کمالات ولایت کا ہی حصہ رکھتے ہیں۔ ان کو حضرت ابو بکر و عمر کے بجائے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب اور کمالات اس قدر زیادہ نظر آتے ہیں۔ کہ اگر افضلیت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اہل سنت و جماعت کا اجماع نہ ہوتا تو یہ اولیاء سب صحابہ کرام پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل ہونے کا فیصلہ کر دیتے۔ دراصل ان اولیاء عزت کا ہاتھ کمالات نبوت کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس طرح کے ارباب کشف (اولیاء) کا کشف کمالات نبوت کے حصول کے راستے میں ہی رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ کہ کمالات نبوت کے سامنے کمالات ولایت کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ کمالات ولایت تو

کمالات نبوت تک جانے کا زینہ ہیں۔ اگر چہ زمانہ نبوت سے بعد اور دوری کی وجہ سے آج یہ بات بہت لوگوں کو گراں گزرے گی۔

(۱۲) کشف صحیح سے یہ بات شاید بے میں اچکی ہے کہ جنتیوں کا جنت میں جانا حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مشورہ اور اجازت سے ہوگا۔ حضرت صدیق اندر جانے کی اجازت دیں گے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہاتھ پکڑ پکڑ کر جنت کے اندر لے جائیں گے۔

(۱۳) یہ چیز بھی کشف صادق میں اچکی ہے کہ تمام جنت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نور سے پڑے۔

(۱۴) حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما جس طرح زندگی میں ہر وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے۔ اسی طرح بعد از وصال قبر میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہیں اور حشر کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان دونوں بزرگوں کے درمیان اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے۔

(۱۵) جو کشف بھی اس عقیدہ افضلیت کے خلاف ہے وہ درست نہیں۔ اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ افضلیت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے قطعی دلائل سے ثابت ہو چکی ہے۔

آخر میں دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر قائم رکھے اور اسی پر سب کا خاتمہ کرے آمین ثم آمین۔ وصلى اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔



فضائل اہل بیت

(علیہم الرحمۃ والرضوان)

علامہ نور بخش توکل ایم۔ اے رحمۃ اللہ علیہ "الاقوال الصیحة فی جوہر
المجروح علی ابی حنیفہ کے صفحہ ۲۵۲، ۲۵۴ میں لکھتے ہیں کہ "بغوات کرنا تو فرقہ
وہابیہ کا شعار ہے جو خوارج کی ایک شاخ ہے۔ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
پر خروج کیا تھا۔ ان خوارج کے اتباع ہر زمانے میں فتنہ و فساد برپا کرتے رہے ہیں، یہاں
تک کہ تیرھویں صدی کے شروع میں انہوں نے بسرکردگی محمد بن عبدالوہاب نجد سے
خروج کیا۔ اور بنام نجدیہ مشہور ہوئے "رد المحتار" رجز ثالث۔ باب البغاة
صفحہ ۲۲۵ میں "در مختار" کے قول دیکھا وہ اصحاب نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
کے تحت درج ہے:-

تو نے جان لیا کہ یہ یعنی تکبیر صحابہ شرط نہیں۔ خوارج کے مسمیٰ میں بلکہ یہ تو
بیان ہے ان کا جنہوں نے خروج کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر۔ ورنہ کافی ہے خوارج
میں یہ اعتقاد کہ کافر ہے وہ جس پر یہ خروج کریں۔ جیسا کہ واقع ہوا زمانے میں عبدالوہاب
کے اتباع میں جنہوں نے خروج کیا نجد سے اور تغلب کیا حرمین پر۔ اور وہ اپنا انتساب
کرتے تھے طرف مذہب حنابلہ کی۔ مگر وہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم ہی مسلمان ہیں اور
جو مخالف ہیں ہمارے اعتقاد کے وہ مشرک ہیں اور مباح سمجھا انہوں نے اس وجہ

سے اہل سنت اور ان کے علماء کا قتل۔ یہاں تک کہ توڑ دی اللہ تعالیٰ نے شوکت ان کی اور تباہ کر دیے شہر ان کے اور فتح پائی ان پر مسلمانوں کے لشکروں نے ۱۲۲۳ء میں۔
 وہابیہ پاک و ہند کو جب بھی محمد بن عبدالوہاب نجدی کا نام یاد دلایا گیا تو انہوں نے دفع الوفتی کے طور پر اس خارجی سے لا تعلقی کا اظہار کیا۔ مگر کتاب التوحید اور اس کے مطلب خیز ترجمہ "تقویتہ الایمان" کے متعلق یہ کہا جاتا رہا کہ اس کتاب کا گھر میں رکھنا عین ایمان ہے۔ اور بدنام مصلح "لکھ کر اس کو آسمان پر چڑھانے کی کوشش کی گئی۔ اور جب علمائے دیوبند کو کہا گیا کہ آپ تعلیمات نجدیہ سے متاثر ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے گالیوں کا پلندہ "الشہاب الثاقب علی المشرق الکاذب" چھاپ دیا۔ جس میں چالاک یہ کی گئی کہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے امام نجد کو بھی گندی گالیوں سے نواز دیا۔ تاکہ عوام کالانعام یہ سمجھیں کہ ان کا تعلق خوارج کی شاخ وہابیہ سے نہیں ہے۔

مگر یہ بات چھپنے والی نہیں تھی۔ بالآخر ظاہر ہو کر رہی، چونکہ پاک بھارت میں انجام بالاکوٹ کے بعد ان کے لیے قتال اہل سنت ناممکن ہو گیا اس لیے انہوں نے یہ ترکیب

۱۔ ردالمختار کی اس عبارت کی تصدیق پاک و ہند کے حادثہ سرحد میں بھی ہوئی مولوی محمد اسماعیل دہلوی وہابی اور اس کے مبعثین نے محض اختلاف رائے کی بنا پر سرحد کے چٹھانوں کو شکر و کافر سمجھ کر ان کا خون بہایا اور اس قتال مسلمین کا نام "جماد" رکھا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ یہ لوگ سکھوں اور چٹھانوں سے جماد کرتے رہے۔ گویا ان کے نزدیک سکھ اور چٹھان یکساں تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ۔

سوجی کہ حُب صحابہ کی آڑ میں لوگوں کو خارجی بنا دیا جائے۔ لہذا اس سلسلہ میں بی شمار
 لٹریچر پھیلا یا جا رہا ہے۔ خلافتِ معاویہ و یزیدہ تحقیق سید و سادات۔ سبائی سبز باغ،
 اور خلافتِ رشید ابن رشید جیسی خطرناک کتابوں کو لاکھوں کی تعداد میں ملک میں تقسیم
 کر دیا گیا ہے۔ اور اس ناپاک مہم کو کامیاب بنانے کے لیے پاک و ہند کے دہائی
 اور ان کے پیچھے تن من دھن کی بازی لگا چکے ہیں

خلافتِ معاویہ و یزیدہ کے پہلے ایڈیشن کا تعارف مولوی عبدالوہاب آروسی
 صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے لکھا۔ اور پاک و ہند کے وہابیہ و دیوبندیہ نے
 اس کو صحیفہ آسمانی کا درجہ دے کر اس کی اشاعت کثیرہ کی۔ رشید ابن رشید کا
 مصنف ابو یزید محمد دین بٹ غیر مقلد ہے۔ اور اس کی حوصلہ افزائی وہابیوں اور دیوبندیوں
 نے کی ہے۔ مصنف رشید ابن رشید کے ہم خیال علماء وہابیہ و دیوبندیہ کی فہرست
 بڑی طویل ہے بہت سے علماء کے تائیدی و تحریفی خطوط رشید ابن رشید کے آخر میں
 درج ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

مولوی سید اظہار الحق سہیل ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مولوی غلام محمد فاضل دیوبند
 راجن پور۔ مولوی غلام مرشد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور۔ مولوی عبدالجلیل سنگری
 مولوی عبدالحی فاضل دیوبند جام پور۔ مولوی عبدالمجید خطیب جامع اہل حدیث شیخوپورہ
 مولوی محمد اسماعیل ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان۔ قاضی شمس الدین
 گوجرانوالہ۔ مولوی بشیر احمد پسروری خلیفہ مولوی احمد علی لاہوری۔ مولوی نور الحسن
 بخاری ملتان۔ مفتی عبدالحمید لدھیانوی ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ مفتی محمد شفیع سرگودھا مولوی
 محی الدین لکھوی سابق امیر جماعت اہل حدیث۔ مولوی شمس الحق افغانی جامعہ اسلامیہ

بماد لپور۔ مولوی سجاد بخاری مدیر تعلیم القرآن راولپنڈی وغیرہ وغیرہ۔

خوارج جو اپنے آپ کو اہل حدیث اور سلفی وغیرہ کہلاتے ہیں۔ عوام کو ان کے زہریلے اور خطرناک پروپیگنڈے سے بچانا بھی از حد ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی باتوں میں اگر لوگ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اب پاکستان میں ان کے ہم نوا بہت زیادہ تعداد میں پیدا ہو چکے ہیں۔ لہذا ضروری تھا کہ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کے مکتوبات شریف کی عبارات کی روشنی میں اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقامات عالیہ سے لوگوں کو باخبر کر دیا جائے۔ تاکہ سادہ لوح لوگ ان کے دام تزدیر میں پھنس کر اپنے ایمانوں کو ضائع نہ کر لیں۔

اقتباسات از مکتوبات شریف

اے برادر۔ چونکہ حضرت علی مرتضیٰ	اے برادر حضرت امیر چونکہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت محمدی علی	حامل بار ولایت محمدی اند
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے	علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
بوجہ کے حامل ہیں، اس لیے اقطاب،	والتحیہ تربیت مقام اقطاب
ابدال اور اوتادوں کے مقام کی	و ابدال و اوتاد کہ ازاد یباء
تربیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ	عزمت اند و جانب کمالات
عنہ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے	ولایت درایشان غالب

است مفوض بامداد و اعانت
 آنحضرت است سر قطب
 الاقطاب کہ قطب مدار است
 زیر قدم اوست قطب مدار
 بحمايت و رعایت او ہم خود
 را سر انجام مے نماید و از عہدہ
 مدارت بر مے آید۔ حضرت
 فاطمہ و امین نیز دریں مقام
 با حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم شریک اند۔
 دفتر اول مکتوب ۲۵۱

اور یہ مذکور الصدر اولیا، اولیاء
 عزت کھلانے ہیں اور ان پر
 ولایت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔
 قطب الاقطاب جسے قطب مدار
 بھی کہتے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی
 اللہ عنہ کا قدم مبارک اُس کے سر پر
 ہوتا ہے۔ قطب مدار حضرت علی مرتضیٰ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت و رعایت
 کے ذریعہ ہی اپنی ذریعہ انجاء مے
 سکتا ہے اور اپنے عہدہ قطب
 مدارت کو سنبھال سکتا ہے۔ حضرت
 فاطمہ اور حسین بھی اس کام میں
 آپ کے ساتھ شریک ہیں۔

(۲) پیشوا سے واصلان راہ و
 سرگروہ اینہاد منبع فیض
 این بزرگواران حضرت علی
 مرتضیٰ است کرم اللہ تعالیٰ
 وجہہ الکریم و این منصب
 راہ ولایت کے ذریعہ خلافت و زندہ تعالیٰ
 تک پہنچنے والوں کے امام اور پیشوا
 اور اس گروہ اولیاء کے سردار اور
 ان اولیاء عزت کے فیض و برکت
 کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

تعلق دارد۔ درین مقام گویا
دو قدم مبارک آن سرور علیہ
و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام
بر فرق مبارک اوست کرم
اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت فاطمہ
و حضرات حسین رضی اللہ
تعالیٰ عنہم درین مقام بایشان
شریک اند۔ انگارم کہ حضرت
امیر قبل از نشاء عنصری نیز
ماوی و ملجاء ایں مقام بودہ اند
چنانچہ بعد از نشاء عنصری۔
دبر کرا فیض و ہدایت ازین
راہ میرسد بتوسط ایشان میرسد
چہ ایشان نزد نقطہ منتہائی
این راہ اند و مرکز این مقام
بایشان تعلق دارد۔ و چون
دورہ حضرت امیر تمام شد ایں
منصب عظیم القدر حضرات
حسین ترتیباً مفوض و سلم
ذات مبارکہ ہے۔ اور یہ منصب عظیم
آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے گویا اس میں
حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
و سلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی
مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک
پر ہیں۔ اور حضرت فاطمہ الزہرا اور
حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
بھی اس مقام میں آپ کے ساتھ شریک
ہیں۔ میرا گمان ہے۔ کہ دنیا میں تشریف
لانے سے قبل بھی حضرت علی مرتضیٰ شیر
خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام تربیت
میں اقطاب و اتاد وغیرہ کے ملجاء و ماوی
تھے۔ جس طرح کہ بعد از پیدائش
ملجاء و ماویٰ ہیں۔ اور جو بزرگ بھی
قطبیت وغیرہ کے درجے پر فائز ہوتا
ہے اور جس کسی کو جو فیض اور ہدایت
ملتی ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ
عنہ کے وسیلہ و واسطہ سے ملتی ہے۔
کیونکہ آپ اس کے نقطہ انتہائی

گشت و بعد از ایشاں ہماں
منصب بہر یکے از ائمہ اثنا
عشر علی الترتیب و التفصیل
قرار گرفت۔ و در اعصار این
بزرگواران و پچنین بعد از
ارتحال ایشاں بر کرافض
و ہدایت میرسد بتوسط این
بزرگواران بودہ و بسبب
ایشان ہر چند اقطاب و
نجائے دقت بودہ باشند
و ما وئی و ملجاء ہمہ ایشاں
بودہ اند۔

کے قریب ہیں اور اس مقام کا مرکز
آپ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور جب
آپ کا دور مبارک ختم ہوا تو یہ ترتیب
و فیض رسائی کا منصب عظیم حضرات
حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
علی الترتیب سپرد کر دیا گیا۔ اور ان
دونوں حضرات کے بعد یہ منصب عظیم
علی الترتیب بارہ اماموں کے حوالہ
کیا گیا۔ چنانچہ ان حضرات کے زمانوں
میں اور ان کے بعد کے زمانوں میں
جس کو بھی جو ہدایت و فیض ملتا رہا
ان کے واسطے اور وسیلے سے ہی ملتا

۱۔ اہل بیت کے بارہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام ادل حضرت
علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسرے امام حسن مجتبیٰ۔ تیسرے امام حضرت حسین
شہید کربلا۔ چوتھے امام حضرت زین العابدین۔ پانچویں امام حضرت محمد باقر، چھٹے امام
حضرت جعفر صادق۔ ساتویں امام موسیٰ کاظم۔ آٹھویں امام حضرت علی موسیٰ رضا۔ نویں
امام حضرت محمد تقی۔ دسویں امام حضرت محمد تقی۔ گیارہویں امام حضرت حسن عسکری سبارتین
امام حضرت محمد مہدی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

رہا۔ اگرچہ اقطاب و نجواہ وغیرہ ہم ہی
کیوں نہ ہوں سب کے لمجاؤ و ماوی
یہی ائمہ اثنا عشر رہے ہیں۔

(۳) چہ اطراف را غیر از حقوق
بمركز چاره نیست تا آنکہ
نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی رسیدہ قدس سرہ
و چوں نوبت بایں بزرگوار
شد منصب مذکور باوقدس
سرہ مفوض گشت و مابین
ائمہ مذکورین و حضرت شیخ
بیچ کس بریں مرکز مشہود میگردد
و وصول فیوض و برکات درین
راہ بہر کہ باشد از اقطاب و
نجواہ بتوسط شریعت او مفہوم
میشود چہ ایں مرکز غیر اورا
میرشدہ ازینجا است کہ
ذمیرہ۔ شعر

کیونکہ اطراف و جوانب کا کسی مرکز کے
ساتھ ملحق رہنا ضروری ہے یہ سلسلہ
فیض رسانی انہی بزرگواروں سے چلتا
رہا یہاں تک کہ حضرت غوث الاعظم
رضی اللہ عنہ کا درآ گیا۔ چنانچہ آپ
کے وقت میں یہ منصب عظیم القدر آپ
کو سپرد کر دیا گیا۔ ائمہ اثنا عشر اور حضور
غوث پاک کے درمیان کوئی بھی اس
مرتبہ کا بزرگ محسوس نہیں ہوتا جس
کو یہ مرتبہ عطا ہوا ہو۔ چنانچہ حضور
غوث پاک کے زمانہ مبارک سے لے
کر اب تک، اور آئندہ بھی جن کو فیض
و ہدایت ملتی ہے چاہے وہ اقطاب و
نجواہ ہی کیوں نہ ہوں حضور غوث پاک
کے وسیلہ و واسطہ سے ملتی ہے اور بعد

افلت شمس الاولین شمسنا
 ابتدا علی افق العلی لا تعرب
 و نیز تا معاملہ توسط فیضان
 برپاست بتوسل اوست۔

از ائمہ اثنا عشریہ مرکز آپ کو ر غوث
 پاک، ہی عطا ہوا ہے۔ اور کسی کو یہ مقام
 عطا نہیں ہوا۔ اسی بنا پر آپ کا شعر
 مبارک ہے۔

یعنی پہلوں کے سورج غروب ہو گئے
 اور ہمارا آفتاب فیض ہمیشہ پابندیوں پر
 چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہیں ہو گا۔

نیز آئندہ بھی جب تک معاملہ فیضان
 جاری رہے گا حضرت غوث اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے واسطے اور وسیلے سے ہی
 جاری رہے گا۔

(۴) گوئم کہ مجدد الوفت ثانی دریں
 مقام نائب مناب حضرت
 و بہ نیابت حضرت شیخ
 این معاملہ بادر لوط است
 چنانکہ گفتہ اند

میں کتا ہوں کہ مجدد الوفت ثانی
 اس مقام تربیت میں حضرت غوث
 پاک کے قائم مقام ہوتا ہے اور ان کی
 نیابت سے یہ معاملہ اس کے ساتھ
 متعلق رہتا ہے۔

جیسا کہ کہا گیا ہے کہ چاند سورج
 سے روشنی لیتا ہے۔

دفتر سوم مکتوب ۱۳۳

(بنام مولانا نور محمد تہاری قدس سرہ)

(۵) پس محبت حضرت امیر شرط
تسلی آمد و آنکہ میں محبت مدار
از اہل سنت و جماعت خارج
گشت و خارجی نام یافت۔
پس اہل سنت و جماعت ہونے کی ایک
شرط یہ بھی ہے کہ انسان حضرت علی مرتضیٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھے۔
جس شخص کا دل اہل بیت کی محبت سے
خالی ہے وہ اہل سنت و جماعت سے خارج
ہے اور خارجی فرقہ میں داخل ہے۔

(۶) نیلے جابلے باید کہ اہل سنت
و جماعت را از مہمان حضرت
امیر نداند و محبت امیر مخصوص
بر فضلہ دارد۔ محبت امیر رض
نیست بنزی از خلفائے
ثلاثہ رض سنت و بیزار ی
از اصحاب کرام مذموم و ملام
امام شافعی سے فرماید
وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت
و جماعت کو اہل بیت کا محبت نہیں
سمجھتا اور اہل بیت سے محبت کرنا
شیعوں کا خاصہ جانتا ہے حضرت
علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
محبت کرنا شیعیت نہیں بلکہ اصحاب
ثلاثہ کی شان میں تبرک کرنا شیعیت ہے
اور صحابہ کرام سے بیزار ی قابل مذمت
دلائل سے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ فرماتے ہیں۔

لَوْ كَانَ رَفُضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلَيْتَ شَهَادَةَ الثَّقَلَيْنِ إِنِّي رَافِضٌ
اگر آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
محبت رکھنا شیعیت ہے تو جن دنس
گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں

(۷) وگو تم چکونہ علم محبت اہل بیت
در حق اہل سنت گماں بردہ
شود کہ آن محبت نزد ایں
بزرگواران جزو ایمان ست
وسلامتی خاتمہ را بر سوخ آن
محبت مربوط ساختہ اند والد
بزرگوار ایں فقیر کہ عالم بودند
بعلم ظاہری و بعلم باطنی در اکثر
اوقات ترغیب محبت اہل
بیت میفرمودند و میفرمودند
کہ این محبت را در سلامتی
خاتمہ مدخلتے ست عظیم نیک
رعایت آن باید نمود۔ در
معرض موت ایشان ایں فقیر

میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت
کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے
کہ وہ اہل بیت کے محب نہیں ہیں حالانکہ
اہل بیت کرام سے محبت رکھنا ان
بزرگواروں (اہل سنت) کے نزدیک
جزو ایمان ہے اور بوقت موت
ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کے ساتھ
محبت رکھنے کو بڑا دخل ہے اس
فقیر کے والد جو ظاہری و باطنی علوم
کے عالم تھے، اکثر اوقات اہل بیت
سے محبت کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔
اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو
سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے اس
کا اچھی طرح لحاظ رکھنا چاہیے۔ یہ

حاضر بود چوں معاملہ ایشان
 باختر رسید شعور بایں
 کم مانند در آن وقت سخن
 ایشان را بیاد ایشان داد
 ازاں محبت استفسار
 نمود و راں بے خودی فرمودند
 کہ غریق محبت اہل بنیم شکر
 خدا عزوجل را در انوقت
 بجا آوردہ شد۔ محبت اہل
 بیت سرمایہ اہل سنت
 است۔
 دفتر دوم مکتوب ۲۶

فقیر آپ کے وصال کے وقت اُن
 کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب حضرت
 والد ماجد کا اخیر وقت آیا اور
 (نزع کے وقت) اس عالم دنیا کا
 شعور کم رہ گیا تو فقیر نے محبت اہل
 بیت کی بات یاد دلائی اور اُس کے
 متعلق دریافت کیا آپ نے اُس
 بے خودی کے عالم میں فرمایا کہ میں
 اہل بیت عظام کی محبت میں مستغرق
 ہوں۔ حضرت والد ماجد کی
 اس حالت پر خدا تعالیٰ کا شکر
 بجالایا گیا۔ اہل بیت سے محبت
 اہل سنت و الجماعت کے نزدیک
 سرمایہ نجات ہے۔

حضرت شیخ مجدد صاحب اسی مکتوب ۲۶ کو حضرت سعدی شیرازی رحمۃ
 اللہ تعالیٰ علیہ کے ان دو شعروں پر ختم کرتے ہیں۔

الہی بحق بنی فاطمہ یا الہی حضرت فاطمہ الزہرا کی اولاد
 کہ بر قول ایمان کنی خاتمہ کے صدقے مجھے ایمان پر خاتمے کی

تو فیتق دے۔

اگر دعوت تم رد کنی اور قبول
تو میری دعا کو چاہے رد کر دے
من و دست و دامن آل رسول
یا قبول میں تو آل رسول کا دامن ہاتھ
میں لیے تیرے حضور میں دعا کرتا ہوں۔

شانِ اہل بیت میں چننا احادیث

(۱) روی ابن عبد البرانہ
علامہ ابن عبد البر نے روایت کی
قال علیہ و علی آلہ
ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
الصلوٰۃ والسلام من
نے فرمایا جس نے علی سے دوستی کی
احب علیاً فقد احبنی و
اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے
لکن بغض علیاً فقد
علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے
ابغضنی و من اذی
بغض رکھا۔ اور جس نے علی کو تکلیف
علیاً فقد اذانی و من
دی اس نے مجھے تکلیف دی اور
اذانی فقد اذی اللہ
جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ
کو تکلیف دی۔

(۲) قال رسول اللہ صلی
حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کافر مان مبارک ہے "اللہ نے مجھ کو چار

ان الله امرني بحب
 اربعة واخبرني انه
 يحبهم قيل يا رسول
 الله سمعنا قال
 علي من بعد يقول ذلك
 ثلاثا. و ابو ذر والمقداد
 وسلمان -
 ترندی و حاکم بروایت بریدہ ص ۲۹
 رضی اللہ عنہم -

شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا
 ہے اور مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ میں بھی ان
 سے محبت کرتا ہوں۔ لوگوں نے عرض
 کی ان چار شخصوں کے نام کیا ہیں آپ
 نے فرمایا علی ان چار میں سے ہے یہ
 آپ نے تین دفعہ دہرایا۔ اور ابو ذر
 عقاری حضرت مقداد اور سلمان فارسی

(۳) عن ابن مسعود رضی
 الله تعالى عنه انه
 قال قال النبي صلى الله عليه
 وسلم النظر الى علي عبادة
 اسناد حسن (طبرانی و حاکم)
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور
 نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 فرمایا۔ علی مرتضیٰ کی طرف دیکھنا
 عبادت ہے۔

(۴) وَحُرْمُوا عَنْ هَجْرَةِ أَهْلِ
 بَيْتِ الرَّسُولِ وَمَوْلَاتِهِ
 أَوْلَادِ الْبَتُولِ فَمَنْعُوا عَنْ
 خَيْرٍ كَثِيرٍ نَأَىٰ عَنْهَا أَهْلُ السُّنَّةِ
 وہ لوگ جو محبت اہل بیت
 رسول سے اور اولادِ فاطمہ کے ساتھ
 دوستی رکھنے سے محروم ہیں۔ وہ
 خیر کثیر سے محروم ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۵۹

(۵) وَأَهْلُ بَيْتِ الرَّسُولِ
مَثَلُ كَمَثَلِ سَيْفِيْنَةِ نُوْحٍ
مَنْ رَكِبَهَا بَجَاءَ وَمَنْ تَخَلَّفَ
عَنْهَا هَلَكَ

حضور نبی کریم علیہ السلام کے اہل بیت
کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی
کشتی کی طرح ہے کہ جو اس کشتی پر سوار
ہوئے وہ تو نجات پا گئے۔ اور جو اس
سے پیچھے بٹے وہ ہلاک ہو گئے۔

دفتر اول مکتوب ۵۹

(۶) دسادی الیسوس بن
مخرمة ان رسول الله
صلى الله تعالى عليه
واله وسلم قال فاطمة
بضعة مني فمن اغضبها
اغضبني وفي رواية
يريني ما اسابها و
يوذيني ما اذها

مسور بن مخرمه راوی ہیں کہ رسول
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ
میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اسے
ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا
اور ایک روایت میں ہے جو چیز اسے
پریشان کرتی ہے وہ مجھے پریشان کرتی
ہے۔ اور جس چیز سے اسے تکلیف
ہوتی ہے اس سے مجھے بھی تکلیف
ہوتی ہے۔

(۷) واخرج الحاكم عن ابى
حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

ہریرۃ ان النبی صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم
 قال لعلی فاطمة احب
 الی منک وانت اعز
 علیٰ منہا۔ (حاکم)

عنه سے روایت کی ہے کہ حضور نبی
 کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت
 علی سے فرمایا مجھے فاطمہ تجھ سے
 زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے فاطمہ
 سے زیادہ عزیز ہے۔

(۸) عن ابی سعید ان رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم قال اشتد
 غضب اللہ علی من اذانی
 فی حقیق

حضرت ابو سعید سے مروی ہے کہ
 حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت
 غضبناک ہوتا ہے جو میری عزت یعنی
 آل کی وجہ سے مجھے اذیت پہنچائے۔

(۹) وعن ابی ہریرۃ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم قال
 خیرکم خیرکم اہلی
 من بعدی۔ (حاکم)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ”میرے نزدیک تم میں سے بہتر وہ
 انسان ہے جو میرے بعد میرے اہل
 بیت سے اچھا سلوک کرے۔“

(۱۰) وَ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى
 وَجْهَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ
 عَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 مَنْ صَنَعَ إِلَيَّ أَهْلَ بَيْتِي
 بَرًّا كَمَا فَاتَهُ عَلَيْهِ يَوْمَ
 الْبَيْتِ (ابن عساکر)

حضرت علی کریم اللہ وجہ سے مروی
 ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اہل
 بیت کے ساتھ اچھا سلوک کریگا
 میں قیامت کے دن اُس کو اُس کا
 بدلہ دوں گا۔

(۱۱) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَ عَلَىٰ آلِهِ
 وَسَلَّمَ قَالَ أَثْبَتَكُمْ عَلَيَّ
 الصِّرَاطِ أَشَدُّكُمْ حُبًّا لِأَهْلِ
 بَيْتِي وَ لِأَهْلِ عَائِشَةَ -
 (ابن عدی و دیلمی)
 دفتر دوم مکتوب ۳۷

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 فرمایا تم میں سے ہل صراط پر چلنے
 میں زیادہ ثابت قدمی وہی دکھلائیگا
 جو دنیا میں میرے اہل بیت اور
 میرے صحابہ کے ساتھ زیادہ محبت
 رکھتا ہوگا۔

نوٹ:- یہ سب احادیث مکتوبات شریف کے دفتر دوم مکتوب ۳۷

سے ماخوذ ہیں۔

خلاصہ اقتباسات

(۱) تمام اقطاب، ابدال اور اوتاد وغیرہ کی تربیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہے۔ ان کے تمام کام آپ کی مدد و اعانت سے انجام پاتے ہیں۔ اور اس تربیت و فیض رسانی اور مدد و اعانت میں آپ کے ساتھ حضرت فاطمہ الزہراء اور حضرات امامین کریمین بھی شریک ہیں۔ حضرت شیخ مجدد صاحب قدس سرہ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد و اعانت کے بغیر کسی فرد کو ولایت نہیں مل سکتی۔ اور جب مخالفین کے نزدیک مدد از غیر اللہ کا عقیدہ کفریہ اور مشرکانہ ہے تو ان میں سے کوئی ولی اللہ کس طرح ہو۔ لہذا قیامت تک ان میں سے کوئی ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) راہ ولایت کے ذریعہ وصول الی اللہ کا مرتبہ پانے والوں کے سردار و پیشوا

حضرت حیدر کرار ہیں۔ سرداری کا یہ منصب عظیم آپ ہی سے خاص ہے۔

(۳) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدم مبارک حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک پہ ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا قدم مبارک اولیاء اللہ کے سروں پر۔

(۴) اولیاء اللہ کو فیض اور مدد دینے کا یہ مرتبہ آپ کو اپنی ولادت سے پہلے بھی

حاصل تھا اور دنیا میں تشریف لانے کے بعد بھی۔ اندازہ لگائیے کہ حضرت

شیخ مجدد صاحب قدس سرہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

غائبانہ امداد کے کس قدر قائل اور معتقد ہیں۔

(۵) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال شریف کے بعد یہ منصب و مرتبہ حضرات حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو علی الترتیب عطا ہوا۔ ان کے بعد یہ منصب بارہ اماموں کو عطا ہوا اور حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک انہی کے پاس رہا۔ اور یہ بارہ امام اپنے وصال کے بعد چار پانچ سو سال تک تمام اولیاء اللہ کی غائبانہ مدد و اعانت کرتے رہے۔ پھر یہ مدد و اعانت کا منصب و مرتبہ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ کو عطا ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام و امام مہدی کے علاوہ باقی تمام اولیاء اہل بیت اس اخذ تربیت میں حضور غوث پاک کے ماتحت ہیں۔ اور مجدد الف ثانی بھی اس معاملہ میں حضور غوث پاک کا نائب ہے۔

(۶) اہل بیت عظام سے محبت و عقیدت اہل سنت ہونے کے لیے شرط ہے۔ جس کا دل اس محبت سے خالی ہے وہ اہل سنت نہیں بلکہ خارجی ہے۔

(۷) اہل بیت کرام کے ساتھ محبت و عقیدت کا نام شیعیت نہیں بلکہ صحابہ کرام کی شان میں تبرا بازی کا نام شیعیت ہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔

(۸) اہل بیت اور سادات کرام سے محبت و عقیدت اہل سنت کے نزدیک جزو ایمان ہے۔

(۹) ایمان پر خاتمہ میں اہل بیت کی محبت کو بڑا دخل ہے مطلب یہ ہوا کہ جو اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا اس وقت موت اس کا ایمان چھین جانے کا

خطرہ ہے۔

ناظرین کرام مذکورہ احادیث مبارکہ کو بھی غور سے دیکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے اہل بیت عظام کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے کی کس قدر تاکید و تلقین فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ حب صحابہ کرام اور حب اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو خاتمہ عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا محمد
والہ واصحابہ و جمیع امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین



معجم اہل بیت

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عزت شیخ محمد قاسم السیاحی

(۱۱) تصحیح انہ کما ان اعلما	بیانات: المجلد پنجم
علا لاتی حقوق اللہ	سہ ماہیہ
سید حکانہ حق حقوق	رضی اللہ تعالیٰ عنہ
المسلمین	حقوق مسلمین
ذکر اول کتب	بیانات

(۱۲) شیخ ابوشامہ علی بن حمید	شیخ ابوشامہ علی بن حمید
تفسیر کتب اللہ	تفسیر کتب اللہ
جماعت ہر آئینہ مطبوعہ	جماعت ہر آئینہ مطبوعہ
یا جمعہ و الاصلیہ کتب	یا جمعہ و الاصلیہ کتب
اولیہ و ثانیہ و ثالثہ	اولیہ و ثانیہ و ثالثہ
ایشان رحمہ اللہ	ایشان رحمہ اللہ
تفسیر کتب اللہ	تفسیر کتب اللہ

منازعت معاویہ با امیر
از روئے اجتہاد بودہ و این
قول را از معتقدات اہل
سنت فرمودہ۔
دفتر اول مکتوب ۲۵۱

نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ
حضرت علی سے حضرت معاویہ کا
نزاع اجتہاد پر مبنی تھا۔ اور اس
کو انہوں نے اہل سنت کے عقائد
میں شمار کیا ہے۔

چند سطر بعد فرماتے ہیں:-

در احادیث نبوی باستناد
ثقات آمدہ کہ حضرت پیغمبر
علیہ الصلوٰۃ والسلام در
حق معاویہ دعا کردہ اندہ
اللہم علمہ الكتاب
والحساب وقله العذاب
ووجائے دیگر دعا فرمودہ اند
اللہم اجعلہ ہادیا
مہدیا۔ دعائے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
مقبول۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ
والسلام میں معتبر راویوں کی سند سے
دارد ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کے حق میں یوں دعا فرمائی
”اے اللہ اس کو کتاب اور حساب
کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا
اور ایک دوسرے موقعہ پر حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے
حق میں اس طرح دعا فرمائی ”خداوند
اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت

یافتہ بنا۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
(دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱)

والتسليم کی دعا کے قبول ہونے میں
کیا شک ہو سکتا ہے۔

چند عطوروں کے بعد پھر فرماتے ہیں :

امام مالک کہ از تابعین است
والعلم علمائے مدینہ اشاہم مساویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمرو بن العاص
را بقتل حکم کردہ است و ایضا
شتم اور ادرنگ شتم ابی بکر و
عمرو عثمان ساختہ است اسے
برادر معاویہ تنہا درس معالہ
نیت نصفہ از اصحاب کرام
درس معالہ بادے شریک اند،
پس محاربان امیر اگر کفرہ یا فسق
باشند اعتماد از شطر دین سے
خیزد کہ از راہ تبلیغ الیثاں بما
رسیدہ است و تجویز نکند این محنی
را مگر زندیقے کہ مقصودش ابطال
دین است۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو
تابعین میں سے ہیں اور اپنے
زمانے مبارک میں علمائے مدینہ
منورہ میں سب سے بڑے عالم
تھے۔ ان کا فتوے یہ ہے کہ
حضرت امیر معاویہ اور ان کے
ساتھی حضرت عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا کہنے
والے گردن زدنی ہیں نیز
امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کو برا کہنے والے کو حضرت
ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق،
حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کو گالی دینے والے کی طرح
قرار دیا ہے یعنی جس طرح

دفتر اول مکتوب ۲۵۱

اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو

گالی دینے والا گردن زنی ہے

اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ

عنه کو برا کہنے والا بھی گردن زنی

ہے۔ اسے برادر یہ معاملہ تنہا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نہیں

بلکہ قریباً نصف صحابہ کرام اس

معاملہ میں ان کے ساتھ شریک

ہیں۔ پس اگر حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے

والے کو کافر یا فاسق کہا جائے

تو آدمی دین سے ہاتھ دھونا

پڑے گا جو انہی حضرات کی نقل و

روایت سے ہم تک پہنچا ہے،

اور اس انجام سے وہی زندیق

اور بے دین راضی ہو سکتا ہے

جس کا مقصد ہی دین کو برباد

کرنا ہو۔

آخر پر اس معاملہ میں سلامتی کا راستہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

اے برادر! اس بارے میں سلامتی
 کی راہ اور نجات کا راستہ صرف یہی
 ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات
 اور محاربات کے متعلق خاموشی اختیار
 کی جائے اور زبان نہ کھولی جائے۔
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
 ہے "میرے صحابہ میں جو جھگڑے
 ہوں تم ان سے الگ رہو" نیز
 آپ نے فرمایا "میرے صحابہ کے
 بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور
 اس کا خوف کرو اور ان کو بدگوئی
 کا نشانہ بناؤ"

اے برادر طریقِ اہلِ علم دریں موطن
 سکوت از ذکرِ مشاجرات اصحاب
 پیغمبر است علیہ وعلیہم الصلوٰت و
 التسلیٰمات و اعراض از تذکرہ مناقب
 ایشان پیغمبر فرمودہ علیہ الصلوٰة
 والسلام ایام و ماشجر
 بین اصحابی نیز فرمودہ
 اللہ اللہ فی اصحابی لا
 تتخذوہم غرضاً۔
 دفتر اول مکتوب ۲۵۱

مقامِ افسوس ہے کہ بہت سے سنی حنفی کہلانے والے اور صحابہ کرام سے عشق و
 عقیدت اور محبت کا دم بھرنے والے حضرات ~~جہالت~~ غلط فہمی اور ناواقفیت اندیشی کی بناء
 پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ مبارک کے متعلق اپنے دلوں میں غبار و
 القباض رکھتے ہیں۔ مناسب و مستحسن الفاظ میں ان کا ذکر کرنا ناگوار محسوس کرتے ہیں۔ امیر
 معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اہل سنت و جماعت کا مسلک و مشرب وہی ہے جو حضرت شیخ
 مجدد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے صفات الفاظ میں بیان فرما دیا ہے جس کا خلاصہ درج
 ذیل ہے :

۱- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ عادل تھے۔

۲- آپ نے اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق پر سے کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

۳- بالکل صحیح اور باسند اور سچے روایات سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں متعدد بار دعا فرمائی کہ اے

اللہ! ان کو اپنی کتاب قرآن حکیم کا علم عطا فرما، اور حساب کا علم بھی عطا فرما، نیز

ان کو ہادی اور ہدایت یافتہ بنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا یقیناً مقبول و مستجاب

ہے لہذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بھی ہدایت پر تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت

کی تلقین کرتے تھے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہر طرح کے شکوک و شبہات اور

کہدورتوں کو دور کرنے کے لئے درج ذیل واقعہ قارئین حضرات کے گوش گزار کرنا بھی بہت

مناسب ہے کتاب "حضرات القدس" مصنفہ حضرت علامہ بدر الدین صاحب

رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی جلد دوم کے صفحہ ۱۳۱ پر ہے :

کرامت :

ایک سید صاحب نے بیان کیا ہے کہ مجھے ان لوگوں سے جو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑے تھے خصوصاً حضرت معاویہ

سے نفرت تھی۔ ایک رات حضرت (مجدد صاحب قدس سرہ) کے

مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس میں آپ کی ایک

تحریر یہ نظر آئی کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضرت معاویہ

کو برا کہنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا

کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کے دیکھتے ہی آپ سے آزرده ہو گیا
 اور آپ کے کمزبات کو زمین پر ڈال دیا اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا
 کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں اور میرے دوکان پکڑ
 کر فرما رہے اے طفل نادان! بھاری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور
 ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں
 ہے تو میں تجھے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس لے چلتا ہوں۔
 آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھ کو ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک
 عمارت عالی شان تھی۔ ایک بزرگ اس میں تشریف فرما تھے۔
 آپ نے ان بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی اور انہوں نے
 بشاشت کے ساتھ آپ کو لیا۔ اس کے بعد مجھ کو فرمایا کہ اس
 وقت حضرت امیر تشریف فرما ہیں سنو کیا فرماتے ہیں۔ میں نے
 سلام کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار ہزار بار خبردار
 اصحاب سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہرگز کدورت
 مت رکھو اور ان کے عیوب بھی مت بیان کرو کہ ہم جانتے ہیں
 اور ہمارے بھائی کہ کونسی حقانی نیتوں نے ہم میں اور ان میں جھگڑا
 ڈالا پھر حضرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے کلام کا بھی
 انکار نہ کرو۔

راوی کہتا ہے کہ باوجود اس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تھا حضرت
 امیر علیہ السلام نے آپ کو حکم دیا کہ بہت زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر ماریں۔ اس وقت

میں نے اپنے دل کو اس کدورت سے صاف پایا اور آپ کے اور آپ کے کلام کی نسبت
اعتقاد کامل حاصل ہوا۔

۴۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ

عندہ اور حضرت عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہنے والا گردن زنی ہے۔

۵۔ بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا اتنا ہی مجرم ہے جتنا کہ اصحاب ثلاثہ

(ابوبکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینے والا

مجرم ہے۔

۶۔ لہذا اصحاب کرام کے باہمی جھگڑوں کے متعلق زبان بند رکھنے میں ہی نجات و

سلامتی ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تاکید فرمایا "میرے صحابہ

کو نیکی سے ہی یاد کرو، ان کے باہمی تنازعات کو زبان پر نہ لاؤ، ان کے متعلق

اپنے سینے صاف رکھو، ان سے بغض رکھنے سے بچو اور کسی بھی صحابی کو اعتراضات

اور طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔

۷۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے جو بھی جھگڑے رہے ہیں ان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم خطا پر تھے لیکن ان کی یہ خطا اجتہادی تھی

اس لئے وہ لائق ملامت نہیں ہیں۔

۸۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس خطا کو خطا اجتہادی قرار دینا اہل سنت

کے نزدیک اعتقادی مسئلوں میں داخل ہے تو جو شخص ان کی اس خطا کو خطا

اجتہادی قرار نہیں دیتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت

علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق پر جانتے ہوئے ان سے ضد اور عداوت کے طور پر
ایسا کیا ہے ایسا شخص اس معاملہ میں عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔

ایک سنی العقیدہ کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تمام
شکوہ و شبہات دور کرنے کے لئے امام ربانی حضرت شیخ مجدد اہل ثانی قدس سرہ کی مذکورہ
تصریحات کافی و وافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر رہنے کی توفیق دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و آلہ و
اصحابہ و جمیع امتہ اجمعین برحمتک
یا ارحم الراحمین۔

داغ ہو اگر اس کتاب میں مولف نے حضرت شیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تعلیمات کو بالکل غلط انداز میں پیش کر کے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بہت بڑی جسارت کی ہے اور موصوف کی اس جسارت و بیباکی کا دندان شکن جواب دینے اور غلط بیانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے ایک ضمیمہ کتاب کی ضرورت ہے — اگرچہ احقر کی تالیف "مسلمک امام ربانی" کی اشاعت سے عوام بخوبی سمجھ جائیں گے کہ امام ربانی قدس سرہ اور اہل سنت و جماعت کے مذہب و مسلک میں سرسبز تفاوت نہیں تاہم ملک حسن علی جامعی صاحب کی غلط بیانیوں کو بے لقا اور ان کی تحقیقات کے بھانڈے کو چوراہے میں پھوڑنا از حد ضروری و لا بدی ہے بشرط زندگی پہلی فرصت میں ایک مستقل کتاب لکھ کر یہ ثابت کر دیا جائے گا کہ ملک صاحب نے اس کتاب میں "تعلیمات مجددیہ" کو پیش نہیں کیا بلکہ وہ "تلیسات نجدیہ" اور "تلیسات اٹھیلیہ" کا ایک بہترین مرقع ہے۔

چنانچہ بطور نمونہ **ملک صاحب** کی اس کتاب سے چند ایک اقتباس پیش کئے جا رہے ہیں جنہیں دھوکے اور فریب کاری کی نیت سے ملک صاحب نے حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا اور آپ کا خیال و اعتقاد بتایا ہے۔ ملک صاحب کے اقتباسات کے بالمقابل حضرت مجدد صاحب کا اصل مسلک و مشرب مکتوبات کی روشنی میں باحوالہ پیش کیا گیا ہے جس سے ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ اصل حقیقت کیا ہے اور ملک صاحب نے کس قدر دھوکہ دہی سے کام لیا ہے :

اصل مسلک حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ

تعلیمات مجددیہ

ازیں قبیل است مدد ہائے کہ از بقا نیت

۱- اصحاب قبور اور زندہ و مردہ صوفیوں

اکابر قدس اللہ تعالیٰ امرار ہم کو مناسب

کو اپنا حاجت روا، مشککش، ثنائی

امراض اور کائنات کا کلید پر دار شمار کیا
 جاتا رہا تھا اسلام کی توحید کو دریانت
 کا رنگ دے کر پیش کیا جا رہا تھا۔
 (مش)

افعال اجسام است کاھلاک
 الاعداء ونصرة الاجساد
 بوجوه مختلفة و انحاء
 شتى۔

دفتر اول مکتوب ۲۳۹

(ترجمہ) اسی قبیلہ سے اولیاء کرام کی
 ارواح مقدسہ کی امداد و اعانت ہے جو
 جسمانی امداد کی طرح اثر دکھاتی ہے جیسے
 دشمنوں کو ہلاک کرنا اور مختلف وجوہ ادا
 طریقوں سے دوستوں کی مدد کرنا۔

۲۔ آج لاکھوں مسلمان ایسے ملیں گے کہ جب
 ان گمراہوں اور بدعتوں کو ٹوکا جائے
 تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم تو خدا تک
 ان کے ذریعہ اپنی درخواستیں بھیجتے ہیں
 یہ جواب درحقیقت اپنے شرک اور
 بد عملی پر پردہ ڈالنے کے لئے دیتے ہیں

۲۔ بہر حال رشتہ محبت میں طالب خدا را از
 دست مذہب و التجار و تضرع بایں قوم
 شعار خود سازد و منتظر باشد کہ حق سبحانہ
 و تعالیٰ توصل محبت میں طالب خدا بہت خود
 مشرف سازد و تمام بجانب خود بکشد۔
 (دفتر اول مکتوب ۲۳۹)

(ترجمہ) بہر صورت اولیاء اللہ کے ساتھ
 اپنا رشتہ محبت قائم رکھے اور اس پر پاکیزہ
 گردہ کے حضور التجار و تضرع کو عادت اور

یہاں اشارہ ہے کہ اس میں بات کا منظر

ہے کہ حق تعالیٰ اس صف میں گواہ

کے ساتھ حقیقت کے درجہ سے ہی ملت

عطا کرے گا

۳۔ یہ بات بھی کہ خدا حکم پہنچنے کے لئے

اولیاء اور مشائخ اس طور سے درمیان

میں کہ حقوق اپنی ضروریات ان کے

سامنے پیش کرتی ہے اور وہ اللہ کے

سامنے پیش کر دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ

ان کے توسط اور سفارش سے مدد

دیتا ہے اور حاجت پوری کرتا ہے

اس خیال کے پیش نظر ان لوگوں نے

مشائخ کی قبور کے ارواح کے مستقل وہ

وہ اعتقادات قائم کر رکھے ہیں جو

اللہ کے سوا اور کسی سے قائم کرنے

جائز نہیں سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے

ہاں اقرب حاصل ہو گیا تو بارگاہ

ایزدی میں بھی نزدیکی حاصل ہو گئی۔

(تعلیمات مجددیہ ص ۳۰۲، ۳۰۳)

۴۔ درود پڑھنے کے لئے قدم درجہ شریعت

دارتہ و از عالم حقیقت نیک شاملانہ

از ایشان ہوتے بلکہ طلب تہجد و عبادت

بلکہ حجت کا عزت حق سبحانہ اندر پہنچنے

ایشان ظاہر و باطن تمام بجانب جناب

قدس حق تعالیٰ جذب نماید۔

(دو کراہ اول مکتوب ص ۵۷)

(ترجمہ) اور وہ درود پیش من کے قدم

شریعت میں پہنچتے ہیں اور عالم حقیقت کے

پہنچنے والے ہیں انکی حجت اور توجہ کا

طالب بنا چاہئے اور ان سے مدد اپنی

چاہئے تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت سرزانی

ان بزرگوں کے درجہ سے ظاہر ہو کر بات

واحد کی طرف پوری کشش پیدا ہو جائے

۳- وہی حلال مشکلات، کارساز،
 بگڑھی بنانے والا، فریاد کا سننے والا،
 روزی دینے والا، ہر کسی کی مصیبت
 میں کام آنے والا ہے۔۔۔۔۔
 اگر انسان نے دعاؤں اور طلبگاروں
 میں کسی دوسری ہستی کو شریک کر لیا
 تو خدا کی خدائی میں کسی دوسرے
 کو شریک کر لیا۔

۴- می دانی کہ پیر کیست؟ پیر آکس
 است کہ از طریق وصول بجناب
 قدس خداوندی جل شانہ استفادہ
 نمائی و مدد و اعانت با دریں طریق
 یابی۔

(دفتر اول مکتوب نم ۱۹)

(ترجمہ) تجھے معلوم ہے کہ پیر کون ہے؟
 پیر وہ ذات ہے کہ جس سے تجھ کو حق
 تعالیٰ تک وصول کا راستہ ملتا ہے اور
 طرح طرح کی مدد و اعانت اس راہ
 میں اس سے تجھے ملتی ہے۔

۵- حضرت قبلہ گاہی ام می ذمیرہ
 کہ حضرت سید علی الدین جیلانی قدس
 سرہ در بعض رسائل خود نوشتہ اند
 کہ در قضائے بہر مہم بیچ کس را مجال
 نیست کہ تبدیل بدہ مگر مرا۔

(ترجمہ) میرے قبلہ گاہ فرماتے تھے
 کہ حضور غوث پاک قدس سرہ نے
 اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا ہے

کہ تقدیر مبرم تبدیل کرنے کی طاقت ہے
جہاں کسی کو نہیں مگر میں اس کو بھی
تبدیل کر سکتا ہوں۔

۶۔ ایں حالت نامہ کے کشیدہ اتفاقاً
دریں وقت گزر بر مزار عزیز سے افتاد
و دریں معاملہ آن عزیز را محمد و معاویہ
خود کردہ دریں اثنا عنایت خداوندی
جہاں شانہ در رسید و حقیقت معاملہ کہ فی
و انمود۔

(دفتر اول مکتوب ۲۳)

(ترجمہ) یہ حالت ایک مدت تک
رہی پھر اتفاقاً ایک ولی اللہ کے مزار
مبارک کے پاس سے گزرنے کا
اتفاق ہوا اور اس معاملہ میں اس
مدفون ولی اللہ سے میں نے مدد و
اعانت طلب کی۔

۷۔ ایشاں امان اہل ارض اندر
غیبت روگار ہمسیم میطرون
و ہمسیم سرزقون در شان

۵۔ ملک صاحب اہل بدعت کے وقت
کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

(۱) یا حضرت شاہ محی الدین مشکک کشتا بخیر

(۲) امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن:

در دین و دنیا شاد کن یا نور العظم و کبر

۳۔ ماہر محتاج تو حاجت روا

المدد یا نور العظم سپر ما

اس کے بعد فرماتے ہیں:

”اس قسم کی مشرک نہ تعلیم کا ماخذ

حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ

کی اپنی تالیفات ہرگز ہرگز نہیں

ہو سکتیں؟

لیکن ملک صاحب تعلیمات مجددیہ میں

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کی یہاں

سامنے کے کالم میں ۷، ۸، ۹ میں وہی

ہوئی عبارت اور عقیدہ کے برعکس

شان است۔ کلامِ شانِ دو است
و نظرِ شانِ شفا۔

(دفتر دوم مکتوب ۹۱)

(ترجمہ) یہ اولیاءِ حضراتِ اہلِ زمین
کے لئے باعثِ امن اور اہلِ زمانہ
کے لئے نصیحت ہیں، انہی کی برکت
سے بارش ہوتی ہے اور انہی کے
وسیلے سے لوگوں کو رزق ملتا ہے
۸۔ رضائے این بزرگوں اوراں را
وسیلہ حق سازند طریقِ نجات و فلاح

این است والسلام

(دفتر اول مکتوب ۳۱۵)

(ترجمہ) ان بزرگوں کی رضامندی کو
حق تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ اور وسیلہ
بنائیں، نجات و فلاح کا صرف یہی
طریقہ ہے۔ والسلام

۹۔ عقیدہ تصرف از حضرت امام
ربانی قدس سرہ، لاجرم بصحبتِ سلطان
میرفتند و بہ تصرف خود ایشان امانت کرد

شرکیہ عقائد کی نشان دہی کرتے ہوئے
لکھتے ہیں :-

۶۔ جب ان گمراہیوں اور بدعتوں پر

ٹوکا جائے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ
ہم تو خدا تک ان کے ذریعہ اپنی خوشنویسی
بھیجتے ہیں۔ یہ جواب درحقیقت اپنے
شرک اور بدعتی پر پردہ ڈالنے کیلئے
دیتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان کے توسط
اور سفارش سے رزق دیتا ہے اور
حاجات پوری کرتا ہے۔

(تعلیماتِ مجددیہ ص ۳۲)

صفحہ ۳۰۳ پر فرماتے ہیں :

” سمجھتے ہیں کہ اگر ان کے ہاں تقرب
حاصل ہو گیا تو بارگاہِ ایزدی میں بھی
نزدیکی حاصل ہو گئی۔“

۷۔ بزرگانِ دین کے تصرف کے متعلق

تعلیماتِ مجددیہ کے ص ۲۸۷

۲۸۸ پر ہے :

ساختند۔

(دفتر اول مکتوب ۶۵)

(ترجمہ) حضرت خواجہ عبد اللہ احرار
قدس سرہ سلاطینِ وقت کے پاس
تشریف لے جاتے اور انہیں اپنے
تصرف سے اپنا مطیع بناتے۔

”قمیری وجہ یہ ہے کہ تذکر کرنے

والے کا عقیدہ ہوتا ہے میت امور

میں تصرف کرتی ہے یعنی بگڑے

کاموں کو سنوارتی ہے وغیرہ اور

ایسا اعتقاد رکھنا کہ خدا کے درمی

کوئی اور بھی تصرف کر سکتا ہے،

کفر ہے۔

۱۰۔ پرسیدہ بردند کہ پیر صاحب تصرف
مرید مستعد را بہ تصرف خود مبراتبے
کہ فوقی اد استعداد و دست تواند
رسانید یا نہ؟ بلے تواند رسانید۔

(ترجمہ) آپ نے دریافت کیا تھا کہ

کیا صاحب تصرف پیر ذی استعداد

مرید کو اپنے تصرف سے اس کی استعداد

سے بلند مراتب تک لے جا سکتا ہے

یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

ہاں واقعی اس کو بلند مراتب پر

پہنچا سکتا ہے۔

۲۔ ملک صاحب الملحق مولانا احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے اہل حقائق کو چھپاتے ہوئے اپنی تالیف "تعلیمات مجددیہ" کے ص ۲۳۱ پر لکھتے ہیں:-

اسی ملک ہند میں حنفی مذہب کا ایک مشہور اور نامور ادارہ دارالعلوم

دیوبند ہے جس کی ہزار ہا شاخیں اس وقت پاکستان اور بھارت میں پھیلی

ہوتی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے بانیان اور شیوخ میں سے نامور بستیاں

مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد

ابھیٹوی، مولانا اشرف علی تھانوی، شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن صاحب،

مولانا عبد اللہ سندھی، مولانا انور شاہ اور مولانا حسین احمد مدنی ہیں

مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان تمام دیوبندی بزرگوں کو

اور ان سے عقیدت رکھنے والوں کو تکفیر کا نشانہ بنایا، انہیں مرتد

قرار دیا، انہیں کشتنی اور گردن زدنی قرار دیا۔ اپنے رسالوں اور

فتوؤں میں ایسے گندے عقیدے جو بالکل منافی اسلام ہیں اور جن کی

نقل سے روح ایمانی لرز جاتی ہے ان کی طرف منسوب کئے،

آزیت احمد رضا خان صاحب کا یہ مشن جاری رہا۔ اپنے ایک

ایک رسالہ اور فتوے میں کسی کسی وجوہ سے ان کی تکفیر کی کھلے بندوں

ارتداد کا حکم ان کے بارے میں جاری کیا،

ص ۲۳۲ پر فرماتے ہیں:-

الغرض اہل دیوبند کے خلاف سینکڑوں رسالے اور کتابیں شائع

کیں، بالآخر خود اور دعا کے ذریعہ تحریری و تقریری طعنے پر عوام میں نفرت و حسرت کا بیجان پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

تکفیر کے فتوے کے لئے چونکہ فقہائے احناف اور عقائد و کلام کے ائمہ کے اصول و قواعد اور ضابطے مولانا احمد رضا خان صاحب کا ساتھ نہیں دیتے تھے اس لئے تکفیر کی عمومی اشاعت کے لئے اور اس کے طعنے وسیع کرنے کے لئے خود قواعد وضع کر لئے۔“

صفحہ ۳۳۳ پر رقمطراز ہیں :-

”الزمن مولانا احمد رضا خان صاحب نے ان مجاہدین ملت اور ان عاشقان رسول کو اپنے قلم و دہان سے سخت سے سخت اور سنگین سے سنگین سزا فتوے کی صورت میں جہان کے امکان میں تھی، دی“

اب اہل حقیقت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی زبان فیض ترجمان سے سینے اور پھر خود انصاف کیجئے کہ ملک صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف خواہ مخواہ اور بلا وجہ جو تکفیر منسوب کی ہے کہاں تک درست ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ حامل الحرمین شریف کے منہ پر فرماتے ہیں :-

”عوام مسلمین کو بھڑکانے اور دن دھاڑ سے ان پر اندھیری ڈالنے کو یہ چال چلتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کے فتویٰ تکفیر کا کیا اعتبار، یہ لوگ ذرا ذرا سی بات پر کانزکہ دیتے ہیں، ان کی مشین میں ہمیشہ کفری کے فتوے چھپا کرتے ہیں۔ اسماعیل دہلوی کو کانزکہ دیا، مولوی اسحق صاحب کو کانزکہ دیا، مولوی عبدالحمی کو کانزکہ دیا۔“

حسام الحرمین شریف صفر ۲۲ میں ہے :

اولاً سبحان السبوح عن یب کذب مقبورح" دیکھئے کہ بار اول ۱۳۰۹ھ

میں لکھنؤ مطبع انوار محمدی میں چھپا جس میں بدلائل قاہرہ دہلوی مذکور (شاہ

اسمعیل) اور اس کے اتباع پر پچھترہ جہ سے لزوم کفر ثابت کر کے منہ پر

حکم خیر بھی لکھا کہ علمائے مخاطبین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔ و

هو الصواب و بلہ یفتی و علیہ الفتوی و هو المذهب و

علیہ الاعتقاد و فیہ السلامة و فیہ السداد یعنی یہی جواب

ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی مذہب اور اسی پر اعتقاد

اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت :

چند سطر بعد فرماتے ہیں :-

بالآخر یہی لکھا ہے ۶۲۔ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اِکْفار یعنی کافر کہنے سے

کف لسان یعنی زبان روکنا، خود و مختار و مناسب، واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

شائس سل السبوح الہندی علی کفریات بابا النجریہ۔ دیکھئے کہ صفر ۱۳۱۶ھ میں

منظوم باب چھپا اس میں بھی اسماعیل دہلوی اور اس کے متبعین پر بوجہ قاہرہ

لزوم کفر ثابت کا ثبوت دیکر ص ۲۲، ۲۱ پر لکھا کہ فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر

اللہ تعالیٰ کی شہادتیں جمد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے، اس

طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں

بایں ہمد شدت غضب و امن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے، نہ

قوت انتقام حرکت میں آئی وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں لزوم اور

اور التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا

اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف

سے ضعیف احتمال ہے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے مختصراً ۴

رابعاً : ازالة العار بجز و کرام عن کلاب النار، دیکھئے کہ بار اول

۱۳۷ھ میں عظیم چھپا، اس میں منہ پر لکھا "ہم اس باب میں قول

متکلمین اختیار کرتے ہیں۔ ان میں جو کسی ضروری دین کا مسکرت نہیں، نہ

ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے ۵

خامساً ائمیل دہلوی کو جانے دیجئے۔ یہی دشنامی لوگ جن کے کفر پر اب

فتوے دیا ہے جب تک ان کی دشناموں پر اطلاع نہ تھی مسئلہ امکان

کذب کے باعث ان پر اٹھترہ وجہ سے لزوم کفر ثابت کر کے سبحان السبورج

میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اول پر یہی لکھا "کہ عاشر لشد عاشر لشد ہزار بار

عاشر لشد میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان

جدید کو تو اب تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت

میں شک نہیں۔ اور امام الطائفہ (ائمیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں

کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر

سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے

اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف یا ضعیف عمل بھی باقی نہ رہے

فان الاسلام یعلو ولا یعلیٰ

مسلمانو! مسلمانو! تمہیں اپنا دین دایمان اور روز قیامت د

حضور بارگاہِ رحمن یاد دلا کر استفسار ہے کہ جس بندہ خدا کی دربارہ

تکفیر یہ شدید احتیاط یہ جلیل تصریحات اس پر تکفیر تکفیر کا افتراء کتنی

بے حیائی، کیسا ظلم، کتنی گھناؤنی ناپاک بات، مگر محمد رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے

ہیں اذالہ تستحی فاصنع ما شئت * جب مجھے حیا

نہ رہے تو جو چاہے کر، علیٰ حیاباش و آنچه خواہی کن *

صفحہ ۲۱۴ پر فرماتے ہیں :-

مسلمانو! یہ روشن ظاہر قاہر عبارات تمہارے پیش نظر میں جنہیں

چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال پہلے

اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے

جب سے "المعتد المستند" چھپی، ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ

اور اللہ رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں

فقط ان مفتریوں کے افتراء ہی کا رد نہیں کرتیں بلکہ صریح شہادت

دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے لے ہرگز ان دشنامیوں کو

کافر نہ کہا جب تک یقینی قطعی واضح روشن جلی طور پر سے ان کا صریح

کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو لیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز

کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ سکی کہ آخر یہ بندہ خدا ہی تو ہے جو

ان کے اکابر پر ستر سترہ وجہ سے لزدوم کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا

ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ

کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف عمل بھی باقی نہ رہے۔ یہ بندہ خدا ہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت رجب تک ان کی دشنامیوں پر اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی، اٹھتر وجہ سے حکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر بھی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار عاشر لٹہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ جب کیا ان سے کوئی غلطی تھا، اب رنجش ہو گئی، جب ان سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ عاشر لٹہ! مسلمانوں کا علاوہ محبت و عداوت صرف محبت و عداوت خدا و رسول ہے جب تک ان دشنامیوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی نہ سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا جتنے کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور حکمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح ضروریات دین و دشنام دہی رب العالمین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعین انگوٹے سے دیکھی تو اب تک کفر چارہ نہ تھا۔

جن گستاخانہ عبارات پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے فتویٰ صادر فرمایا وہ حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس میں موجود ہیں۔ یاد رہے کہ حدیث طیبین کے علماء کرام نے بھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فتوے کی حرف بحرف تصدیق و تائید

فرمائی۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی اپنے قلم سے لکھی ہوئی ان تصریحات کے بعد ملک صاحب کے افتراء اور بھڑک کی قلمی پوری طرح کھل جاتی ہے، لعنة اللہ علی الکاذبین۔

ملک صاحب نے تعلیمات مجددیہ میں صفحہ ۱۹۹ تا ۲۱۴ تک بدعت اور اہل بدعت سے متعلق فخر فرمائی کی ہے اور حسبِ عادت مغالطہ دہی کی پوری کوشش کی ہے۔ بدعت سے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ کے مسلک و مشرب کو جاننے کے لئے زیرِ نظر کتاب میں "مسئلہ بدعت" کے تحت دئے گئے مضمون کا مطالعہ فرمائیں تاکہ اصل حقیقتِ حال سے واقف ہو سکیں۔

ملک صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸۷ سے ۳۰۰ تک بعنوان "مشائخ کے نام پر نذر و نیاز کے مقیدہ کا حنفی فقہ میں پوسٹ مارٹم" اپنے وہابی عقائد کے مطابق بہت سی حلال چیزوں کو حرام قرار دیا ہے اور چالاک کی یہ کی ہے کہ بہت سی حنفی کتبِ فقہ کے حوالے درج کئے ہیں تاکہ لوگ فریب میں آجائیں۔ مگر عادت سے مجبور ہو کر یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ فقہائے کرام نے جہاں کہیں نذر و نیاز کے تحت کچھ چیزوں کو حرام کہا ہے وہاں "تقرب مع تصد العبادۃ" مراد لیا ہے۔ چنانچہ صاحبِ درمختار نے جب مطلقاً تقرب کا ذکر کیا تو علامہ شامی نے اس کو علی وجہ العبادۃ سے مقید کیا علامہ شامی فرماتے ہیں :-

احی علی وجہ العبادۃ یعنی تقرب مع وجہ العبادۃ کہ یہی

لانہ مکفر۔ وجہ تکفیر ہے۔

لہذا قارئین حضرات حوالہ جات کی بھرمار سے کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔

شیخ مجدد اور مسئلہ تکفیر

اس عنوان کے تحت بھی ملک صاحب نے حسب دستور غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اور مدعا کو بکسے کے لئے بہت سی کتب کے حوالے دئے ہیں اور لکھا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر منع ہے مگر اہل قبلہ سے کون لوگ مراد ہیں اس کی کوئی تشریح نہیں کی، اگر اس کی تشریح کرتے تو ان کا بنا بنایا کھیل خراب ہو جاتا اور جس غلط فہمی میں وہ مبتلا کرنا چاہتے تھے اس میں ناکام ہو جاتے۔ زیر نظر کتاب میں بعنوان "اہل قبلہ سے مراد" کے تحت دی گئی تفصیلات کا مطالعہ فرمائیے تاکہ ملک صاحب کی تلبیسات سے آگاہ ہو سکیں۔

لا الہ الا اللہ کے لغوی معانی اور لفظی ترکیب

ملک صاحب نے اس عنوان کے تحت اپنی تالیف "تعلیقات مجددیہ" میں صفحہ ۲۵۷ سے ۲۶۳ تک "لا الہ الا اللہ" کی تحقیق کے نام سے نجدی توحید کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی ناکام کوشش کی ہے جس سے ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ بزرگان دین سے مدد و استعانت کے عقیدے کو شرک ثابت کیا جائے لیکن ان کی یہ ساری کوشش صرف اتنی بات سے جہاڑ ٹھوڑا ہو جاتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ خود اولیاء اللہ کی مدد اور ان سے استعانت کے زبردست قائل ہیں جیسا کہ زیر مطالعہ کتاب کے باب "وسیلہ و استمداد" میں مکتوبات شریف سے دئے گئے اقتباسات سے ظاہر ہے۔ اگر حضرت شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی توحید کا وہی مفہوم درست ہوتا تو ملک صاحب کی طرح حضرت شیخ قدس سرہ بھی عقیدہ استمداد کو شرک قرار دیتے نیز چونکہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے اولیاء اللہ سے

مدد طلب کرنا جائز و درست ہے اس لئے "تعلیمات مجددیہ" میں ملک صاحب نے "اہل بدعت کے وظائف" کے عنوان کے تحت مشائخ میں مرد و جن ندائیہ الفاظ پر مثل وظائف کو شرک بدعت قرار دیا ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے نزدیک شرک و بدعت نہیں ہیں بلکہ جائز و درست ہیں اسی لئے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں کہیں بھی شرک و ناروا نہیں کہا۔

مختصر یہ کہ :

- یہ کتاب کتمان حق ، مغالطہ دہی ، مسخ حقائق ، تضاد بیانی اور فریب کاری کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔
- اس کتاب کے ذریعہ نجدی داعی علی عقائد کا پرچار اور علمائے اہل سنت کے خلاف افتراء و بہتان تراشی کر کے عوام الناس کو حضرت امام ہمام عالی مقام سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید سے برگشتہ کرنا ہے۔
- اس کتاب میں حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف کی عبارات کو اپنے مخصوص دہائی عقائد پر منطبق اور چسپاں کرنے کی سعی لا حاصل کی گئی ہے جیسا کہ ناظرین گذشتہ صفحات میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔
- اس کتاب میں اہل سنت و جماعت کو مشرکین مکہ کی طرح چپے مشرک دکا فرما کر سچی مذہب کی گئی ہے۔
- اس کتاب کی تالیف کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کیا جائے چنانچہ مولف کو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ سے جو بغض و عناد ہے اس کا خوب کھل کر مظاہرہ کیا گیا ہے اور نہایت گھناؤنی قسم

کی الزام تراشیوں سے آتش غیظ کو فرو کیا گیا ہے۔

غرضیکہ اس کتاب کو حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات سے برگز
ہرگز کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہے بلکہ سادہ لوح عوام کو حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے نام پر دھوکہ دے کر اسمعیلیت کے قریب تر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔
ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

جناب مولف کی بازی گری کے سائے نوٹے تو پھر کبھی پیش کئے جائیں گے اس کتاب
کا پیش لفظ جناب مولوی محمد ناظم ندوی صاحب نے تحریر کیا ہے۔ جناب نے حضرت شیخ مجدد
علیہ الرحمۃ کے اوصاف و فضائل اور تجدیدی کارناموں کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

آج سے تقریباً پونے چار سو سال قبل جن حالات سے مسلمانانِ ہند
پاک و ہند گزر رہے تھے انہی حالات سے کم و بیش آج کے مسلمان
گزر رہے ہیں، وہی مشرکانہ عقائد، جاہلیت کی رسوم اور بدعات
کا طوفان موجزن ہے، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی
مقام نبوت سے بے خبر اور مقصد رسالت سے نابلد ہوتے جا رہے
ہیں، فرط محبت اور غلو عقیدت نے حق و باطل، شرک و توحید
اور بدعت و سنت کے درمیان امتیازات مٹا دیے ہیں۔ (ص ۱)

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں :-

جو دین متین شرک و بدعت اور کفر کے ایک ایک نقش کو مٹانے آیا تھا اس کے
تبعین میں ایسے بھی لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو خود مشرکانہ عقائد اور بدعات و منکرات میں

گرفتار نظر آتے ہیں اور کفر و شرک کے نعوش کو اجاگر کر رہے ہیں۔ (ص ۱۰)

ظاہر ہے کہ صاحب "پیش لفظ" نے ان لوگوں کے متعلق یہ گویا فرمائی ہے جو میلاد اور ندائے غیب کے قائل ہیں تو سل کو ضروری سمجھتے ہیں، فاتحہ و ایصالِ ثواب کو مستحب جانتے ہیں اور مشائخ کرام کے عرسوں میں شرکت کرنا موجب خیر و برکت خیال کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا علم غیب تسلیم کرتے اور ان کو نور مانتے ہیں اور ذاتِ باری تعالیٰ کی طرہ کذب وغیرہ جیسی بد صفات کو منسوب کرنا کفر سمجھتے ہیں۔

"مسکب امام ربانی" کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز ان سب امور کے نہ صرف قائل بلکہ مؤید تھے مگر جناب ندوی صاحب جو دیوبندی مکتبہ فکر سے متعلق ہیں، نے جن عقائد و خیالات کی بنا پر اپنی سنتِ جماعت کو مشرک و کافر گردانا ہے، وہی عقائد حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کے تھے لہذا انہوں نے جو کفر و شرک کی مشین گن چلائی ہے اس کی زد میں سب سے اول حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ کی ذات مقدس ہی آتی ہے، العیاذ باللہ! اس دلیلہ دلیری اور منہ زدگی پر بھی متدین متقی اور محبتِ حضرت شیخ مجدد ہونے کا دعوے ہے یا للعجب!

یہی ماحی سنتِ جامعہ بدعت "ندوی صاحب کذب و افتراء کی پوٹ" تعلیمات

مجدد یہ "کے بارے میں رقم فرماتے ہیں :

اس کے مصنف جناب ملک حسن علی صاحب بی۔ اے جامعہ ہیں جنہوں نے بڑی محنت، کاوش اور خاصی سوق ریزی سے مرتب کی ہے موصوف نے "کتوباتِ امام ربانی" میں پھیلی ہوئی تعلیمات اور کفر سے جو مضامین

کے جذبات و خیالات بھی ملاحظہ کیجئے۔ مولوی صاحب موصوف کا دیا چہ بڑے مزے کی چیز ہے۔ اس میں بڑی چابکدستی سے بتایا گیا ہے اور جناب نے اپنے دیا چہ میں زیادہ تر میں لپیٹ لپیٹ کر اہل سنت کو ”نجد کے سنگریزے“ پیش کرنے کی کوشش فرمائی ہے جناب مولوی صاحب موصوف صفاتِ مجدد بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

”عام علماء علمی اصلاحات کی پابندی، مردجہ علوم کی رد کشنی اور اصولِ مناظرہ کے زیر سایہ گفتگو فرماتے ہیں کبھی کبھی فرحوا بما عندہم من العلم را نہیں مردجہ علوم اور اپنی مصطلحات پر فخر ہوتا ہے، کی شان ان کے انداز بیان میں نمایاں ہو جاتی ہے لیکن مجدد مقاصدین کے تحفظ کے بعد مردجہ علوم اور علماء کے رسوم و عوائد سے بے نیاز ہوتا ہے وہ اپنی زبان میں بولتا ہے۔ اس کی زبان کی لہجی مردجہ رسوم کے تابع نہیں ہوتی بلکہ اس کا لہجہ وقت اور ضرورت کے مطابق بدلتا ہے۔ شاہ اسماعیل شہید نے بھی ترک و بدعات کے متعلق ایک زبان استعمال فرمائی اور اپنے وقت کی بدعات کے خلاف شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی ایک انداز بیان اختیار فرمایا“ (ص ۱۸)

ہم شروع میں لکھ چکے کہ یہ کتاب ”تعلیماتِ مجددیہ“ سے کچھ سروکار نہیں رکھتی بلکہ یہ ”تعلیماتِ نجدیہ“ کا پشتار ہے یعنی نجدی تعلیم کو پھیلانے کے لئے حضرت شیخ محمد رضی اللہ عنہ کا نام استعمال کیا گیا ہے۔ دیا چہ نگار کے مندرجہ بالا خیالات ہمارے دعویٰ کی تین دلیل

ہیں۔ دیکھئے مولانا محمد اسماعیل صاحب نے علامہ ابن تیمیہ اور مولانا اسماعیل دہلوی کی زبانوں اور ان کے عقائد پر کس پرستش سے پردہ ڈال کر انہیں مجددِ وقت بنانے کی چال چلی ہے اور مولانا شہرہ بہت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مجددِ وقت بد زبان اور دُشمن ہیں بھی جوتے میں لہذا ابن تیمیہ اور اسماعیل دہلوی کی بدزبانی و تلخ کلامی ان کی مجددانہ شان تھی مگر اس سے پیشتر مجددِ وقت کے بارگاہِ کسی نے نہ دیکھے ہیں اور نہ کوئی لکھ سکتا ہے اور مولانا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہمارے علم اور یقین کے مطابق بالکل لغو اور قطعاً غلط ہے کیونکہ مجددِ وقت تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ و اوصافِ جمیلہ کا بہترین نمونہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت شیخ مجددِ وقت ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ و طاہرہ کا ایک ایک ورق ہمارے سامنے ہے اور وہ مجتہدِ اخلاق و پیکرِ ادب نظر آتے ہیں۔ بزرگوں کی شان میں گستاخی ان کے ہاں حرام و کفر ہے۔

پھر کہتے ہیں :-

حضرت شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ
 دسویں صدی کے اواخر ۱۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت کئی
 قسم کے جود پائے جاتے تھے جن کی اصلاح کے لئے حضرت مجدد
 صاحب نے جراتِ مذاہنہ قدم اٹھایا، سیاسی جمود، تصوف میں جھوٹ،
 فقہی جمود، (ص ۱۱)

یہاں پر دیا چہ نگار نے عوام الناس کو فقہ حنفی سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے
 گئے ہاتھ ناضل علامہ کی ایک اور تحقیق بھی ملاحظہ کر لیجئے، اور تمام

فرماتے ہیں :

علمائے قدامت سے قدامت کا خاندان ایوانِ شہابی پر قابض تھا۔

اکبر کی لگام علمی طور پر ان ہی حضرات کے ہاتھ میں تھی اور جب
دربار پر قبضہ ملا تو پیازہ ایسے مسخروں اور ہیرل ایسے بے دین
لوگوں کا ہو تو دینی بصیرت، تفقہ، تقوے، تہذیب کہاں سے
آئے گا؟ برہمنوں کی نقالی، تیجے، دسویں، چہلم اور گیارہویں
اصل دین قرار پاسکتا تھا جو ہندو رسوم کی ایک صورت ہے۔“

(ص ۱۱)

فاضل دیباچہ نگار نے یہاں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ قلم مبارک کے
قائدان کے افراد گیارہویں دینے والوں میں سے تھے لہذا ان کی وجہ سے یہ رسوم جاری ہوئیں
اور ان کے خلاف مجدد صاحب کو نبرد آزما ہونا پڑا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قلم مبارک اور اس
کے بیٹے گیارہویں دینے والوں میں سے نہ تھے اور نہ ہی ان کو بزرگان دین سے کوئی تعلق
تھا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قلم مبارک کے پسران ابوالفضل اور فیضی کے ذریعے جن عقائد بد اور
بدعات سیرہ کی ترویج و اشاعت ہوئی ان میں سے ایک مسند وحدت ادیان بھی ہے۔ اور
یہ حکمت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اس لمحدانہ نظریہ کو پیش کرنے والوں سے کشتہ عقیدت و تمد
و مابہ کا ہے۔ مولوی صاحب اگر بھول چکے ہیں تو ہم یاد دلائے دیتے ہیں کہ اسی لمحدانہ نظریہ کو ملانا
آزاد نے تفسیر سورہ فاتحہ میں پیش کیا ہے۔ اور اگر اس دور کے علماء کو نے اکبر بادشاہ کو نبی مسلم
کرانے کی کوشش کی تھی تو آپ کے اکابر نے گاندھی کو یہ مقام و مرتبہ دینے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی
تھی کسی نے اس دشمن اسلام کو "بالقوہ نبی" کہہ دیا تھا تو کسی نے یہ کہہ دیا کہ میں قرآن وحدیث
اس بت پرست پر نشانہ کرتا ہوں۔ اور اسی کافر عظیم گاندھی کو آپ کے ساتھیوں نے مساجد میں لاکر منبر
رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بٹھایا تھا، الصیاد باللہ!

مولوی صاحب! جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھسنے کی کوشش نہ کیجئے، لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس دور کے علماء کا وہ کونسا گروہ ہے جو ابوالفضل ادریشی کی جانشینی و سجادگی کا حق ادا کر رہا ہے۔

جناب دیباچہ نگار صاحب نے عقلمندی کا پرچار کرنے کے لئے رقمطراز ہیں :-
حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ مسلک کے لحاظ سے حضرت امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ سے پختہ تعلق رکھتے تھے لیکن ان کی روش میں اس
قدر وسعت ہے کہ آج کل حضرات احناف کے دونوں شعبوں
میں حضرات دیوبند اور حضرات بریلی کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(۱۲)

پھر لکھتے ہیں :

حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ علیہ ثانی کی تحقیق پسندی اور وسعت نظر کا یہ اثر
تھا کہ ان نے محنت جگر بھی بعض فرہمی مسائل میں اختلاف کرتے
اور اس کا اظہار کسی تصادم اور مناظرہ کے بغیر فرماتے۔ یہی حال
حضرت مجدد کے تلامذہ اور استفیدیوں کا ہے وہ فرہمی مسائل میں بھی
آزادی سے امام شافعی کے ساتھ بعض اہم مسائل مختلف فیہ پر اتفاق
فرماتے اور اس کے باوجود حنفی کہلانے میں مسرت محسوس فرماتے
یہ اس علمی جہاد کا اثر تھا جو حضرت مجدد نے فقہی جمود کے

خلاف فرمایا (۱۳)

مذہب بالادونوں حوالوں کی توضیح و تشریح ہم مولوی محمد ناظم صاحب ندوی یا کسی

اور دیوبندی عالم سے چاہتے ہیں۔ امید کہ اصلی صفت کے مدعی بخل سے کام نہ لیتے ہوئے ہماری
راہنمائی فرمائیں گے اور جناب دیباچہ نگار صاحب سے ہم حضرت مجدد کی عبارت ذیل کا مفہوم و
مطلب دریافت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ مجدد علیہ الرحمۃ مکتوب در مسئلہ رفع سبأہ میں تحریر
فرماتے ہیں :-

برگاہ در ردایات معتبرہ حرمت اشارہ واقع باشد و بر کراہت فتو
دادہ باشند و از اشارت و عقد نہی کنند و آن را ظاہر اصول اصحاب
گویند _____ ما نقلہاں را نمی رسد کہ بقتضائے
احادیث عمل نموده جرأت در اشارت نمایم و بقنادای چندین علماء
مجتہدین مرتکب امر محرم و مکروہ و منہی گردیم۔

(دفتر اول مکتوب ۳۱۳)

جناب والا! اسی کو کہتے ہیں فقہی مجہود کو توڑنا! اور اسی کا نام ہے فقہ کے
غلات جہاد کرنا!

دیباچہ نگار صاحب کی سطور ذیل بھی قابل غور ہیں جو اپنے اندر بہت بڑے معنی
پنہاں رکھتی ہیں، فرماتے ہیں :-

تعجب ہے کہ اہل توحید سے ایک طبقہ ماہنت کا شکار ہو رہا
ہے وہ عوام کے خوف اور اہل بدعت کی بدزبانی سے بچنے کے
لئے جیلے تلاش کر رہے ہیں، ملک صاحب کی یہ محنت ان بزرگو
کے لئے عبرت کا مقام ہے ۱۱ (۱۵)

ظاہر ہے کہ یہاں پر مولوی صاحب نے علمائے دیوبند کو ماہنت کا شکار بتایا ہے۔

یہ کہلویا تھا کہ "مرنے کے بعد فاتحہ دلوانے کی ضرورت نہیں" "ملاحظہ ہو تاریخ پاک و ہند"
 مصنفہ پروفیسر سید عبدالقادر ایم۔ اے۔ ۱۹۲۹ء، علامہ اک کی غیر تقلدیت کا ثبوت حضرت امام ربانی
 قدس سرہ کے حالات کے ذیل میں دیا جا چکا ہے۔

شجرہ طیبہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

تیری رحمت کا تیری مولیٰ رضا کا ساتھ ہو
 رحمتہ للعالمین خیر الوریٰ کا ساتھ ہو
 جس نے سب کچھ عشق میں آقا پر سرباں کر دیا
 حاصل اس صدیق اکبر باسنا کا ساتھ ہو
 رہبر ہوں حضرت سلمان ہر ہر کام پر
 ہر کٹھن منزل پر قائم پیشوا کا ساتھ ہو
 جعفر صادق سے پائیں ہم ادب صدق و صفا
 شیخ اعظم بایزید باخدا کا ساتھ ہو

بو الحسن کے فیض سے حاصل ہو غم غزنوی
 بو علی کے رہروان نقشیں پا کا ساتھ ہو
 ہوں ہمارے سب کے بو یوسف امیر کارواں
 پیروان عبد خالق با صفا کا ساتھ ہو
 حضرت عارف کریں ہم کو عطا عرفان حق
 شیوہ محمود کا ، حمد و ثناء کا ساتھ ہو
 مشکلیں حل ہوں طفیل حضرت خواجہ علی
 حضرت خواجہ سماسی کی دعا کا ساتھ ہو
 ہو بصدقہ کلال ہم کو عطا رزق حلال
 اطمینان نفس ، انعام خدا کا ساتھ ہو
 نقش کر دیں عظمت دین دل پہ خواجہ نقشبند
 عجز و آداب و خلوص بے ریا کا ساتھ ہو
 سینے بے کینے ہوں فیضان علاؤ الدین سے

مسک لعقوب کی اک اک ادا کا ساتھ ہو۔

ہوں عبید اللہ کے پیدا ہم میں بھی اوصافِ عبید

زہد میں زاہد ولی کے ارتقا کا ساتھ ہو

خوئے درویشی ہو ہم میں حضرت درویش کی

خواجہ اکنگی کے فقیر حق نما کا ساتھ ہو

بخش ہم کو بھی الہی باقی بالشد کا دوام

شیخ احمد کی فنا کا اور بقا کا ساتھ ہو

بخشوا میں تجھ سے ہم کو حضرت معصوم یوں

عب اللحد کی دعا کا اور عطا کا ساتھ ہو

ہو مدینہ کی زیارت بھی بہ الطافِ سعید

یہ سعادت ہو ہمیں، بختِ رسا کا ساتھ ہو

چشم و دل ہوں پاک اپنے تیرے ذکرِ پاک سے

فکر سے فکرِ ضعیفِ پارسا کا ساتھ ہو

حضرت شیخ محمد کی فرست دے ہمیں

حضرت خواجہ زکی کی بھی زکا کا ساتھ ہو

شر شیطان و نفس سے بھی رہیں محفوظ ہم

سیرت خواجہ زماں علم و حسیا کا ساتھ ہو

جسم و روح کو بخش صحت حاجی احمد کے طفیل

زندگی بھر تندرستی اور شفا کا ساتھ ہو

بخشیں دربار رسالت کی حضوری شاہ حسین

تیری رحمت کی معیت اور لقا کا ساتھ ہو

ہوں امام علی ہمارے دین و دنیا کے امام

ان کے تقوٰے کا، قناعت کا، غنا کا ساتھ ہو

میر صادق کی صداقت اور ایمان و یقین

صبر و استقلال و تسلیم و رضا کا ساتھ ہو

ہم سے نہ چھوٹے کبھی یارب صراطِ مستقیم

یوں امیر الدین پیر و رہنما کا ساتھ ہو

حشر کو حاضر ہوں یا رب یوں تیرے دربار میں

ہم ہوں اور شیر محمد مصطفیٰ کا ساتھ ہو

آفتابِ دین سے دل کی مٹیں تاریکیاں

نسبتِ نورِ نبی کی بھی ضیا کا ساتھ ہو

چشمہ نورِ ہدایت سے ہدایت پائیں ہم

سیدی نور الحسن نورِ ہدیٰ کا ساتھ ہو

ماہتابِ نور کی ہم پر رہیں صنو ریزیاں!

زندگی کی راست میں اس کی ضیا کا ساتھ ہو

ساتھ آقا کے رہے محشر میں بھی واصفِ غریب

دونوں عالم میں یونہی شاہ و گدا کا ساتھ ہو

خادمِ دربارِ عالیہ مقدرہ غلامِ حسین واصفِ جعفری کنگاہِ ضلع گجرات

قطعه تاریخ طباعت "مسلك امام ربانی" بار دوم

از افکار

حضرت مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاهی سجادہ نشین سامن پال شریف (گجرات)

شکر شد از کمال لطف و انعام خدا	شد مکمل نسخه این مسلك راه پدا
از کلام شیخ احمد شاہباز ملک دین	آں مجدد الف ثانی والی ملک بقا
شہسوار ملک عدت غرق در بحر شہود	شمع بزم معرفت سلطان اہل اجتبا
سعی کرده در طباعت فاضل عالی وقار	آں معین احمد محمد نقشبندی با صفا
مسلك حضرت مجدد طالبان را پیش کرد	تا کہ از تعلیم آد آگہ شوند اہل رضا

جست تاریخش شرافت شدند این مصرعہ

بار دیگر طبع شد این مسلك نور علی

۱۳

۹۰

دیگر تاریخ عیسوی

عیسوی سالش چوبستم از خرد گوہر بسفت
بار ثانی طبع شد این نسخه پاکیزہ گفت

۶۱۹

۶۰

ما اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مدرسہ دارالافتاء
کراچی

مولانا الشاہ احمد رضا صاحب

بریلوی قادیان

دیگر علماء اہل سنت

کے

کی تصانیف و درسی کتب

نہایت مناسب قیمت پر

ہمارے ہاں سے دستیاب

ہیں

بھارت

marfat.com